~~٧١٤٤~~
٣٥٦٨

تذكرة الدعوات

تذکرۃ الصحابیات

جسمین

سرور کائنات رسول اسلام کی ازواج وبنات، ذوی القرابات اور اُن عورتون کا
افسانہ حیات و کارنامہ زندگی درج ہی جو آنحضرتؐ کی زیارت سے مشرف ہوئین ہین

تالیف لطیف

ام الحسنین (لکھنویہ) بنت جناب مولانا المولوی السید علی محمد عرف مولوی چھجن صاحب مرحوم (کربلائی)

باہتمام احقر العباد محمد جواد مالک و مہتمم مطبع

نظامی پریس وکٹوریہ اسٹریٹ لکھنؤ مین چھپی

ملنے کا پتہ سید ابن الحسین بازار ملاظریف رامپور اسٹیٹ یوپی

تذکرۃ الصحابیات

جسمین

سرور کائنات رسول اسلام کی ازواج و بنات و قرابت دار اور اُن عورتون کا
افسانہ حیات و کارنامہ زندگی درج ہے جو آنحضرت صلعم کی زیارت سے مشرف ہوئی ہین

تالیف لطیف

"ام الحسنین" (لکھنویہ) بنت جناب مولانا مولوی السید علی محمد عرف چھبن صاحب مرحوم (کربلائی)

باہتمام

احقر العباد محمد جواد مالک و مہتمم مطبع

نظامی پریس وکٹوریہ اسٹریٹ لکھنؤ مین چھپی

ایک سورۂ فاتحہ کی التجا

تذکرۃ الصحابیات طبع کے قابل تو ہوگئی تھی مگر زمانے نے مجکو مالی دقتون پر غالب کیا تھا کہ ایک خیر محجسم بی بی اس کتاب کیطرف متوجہ ہوئی اور اسکی اشاعت کو کار خیر سمجھکر طبع کرادیا۔ مگر طباعت سے پہلے افسوس ہی کہ اون معظمہ کا عالم غربت مین انتقال ہوگیا۔ چونکہ اونکی ذات خیر محض اور صفات مین خیرات کے جوہر روشن و نمایان تھے لہذا انشاء اللہ انجام و عاقبت بھی بخیر ہوگی۔ اون مرحومہ کو اپنے نام کی اشاعت گوارا نہ تھی اسلیے بے اظہار نام و نشان اِس کتاب کی چھپوانے والی کیلیے ایک سورۂ فاتحہ کی التجا کرتی ہون دست غیب گیر اسکا ثواب مرحومہ کو پہونچادیگا۔

ناچیز

اُم الحسنین

علمائے اعلام کثر اللہ امثالہم کی رائے

فہرست مضامین

نمبر	مضمون	صفحہ
۱	کلمات زرین	۳
۲	تذکرۃ الصحابیات میں جن کتابوں سے مدد لی گئی ہے اُنکی مختصر فہرست	۷
۳	مقدمہ	۹
۴	باب اول ازواج النبیؐ	۱۷
۵	حضرت خدیجہ بنت خویلد	۱۷
۶	حضرت سودہ بنت زمعہ	۴۰
۷	حضرت عائشہ	۵۳
۸	حضرت حفصہ	۹۸
۹	حضرت زینب بنت خزیمہ	۱۰۸
۱۰	حضرت ام سلمہ	۱۰۹
۱۱	حضرت زینب بنت جحش	۱۳۷
۱۲	حضرت جویریہ بنت حارث	۱۵۱
۱۳	حضرت ام حبیبہ	۱۵۳
۱۴	حضرت صفیہ بنت حیی	۱۵۹
۱۵	حضرت ریحانہ بنت شمعون	۱۶۵
۱۶	حضرت میمونہ بنت حارث	۱۶۶
۱۷	باب دوم بنات النبیؐ	۱۶۷

نمبر	مضمون	صفحہ
۱۹	حضرت رقیہ بنت رسول اللہؐ	۱۷۰
۲۰	حضرت ام کلثوم بنت رسول اللہؐ	۱۷۲
۲۱	حضرت سیدہ صلوات اللہ علیہا	۱۷۳
۲۲	باب سوم قرابات النبی	۲۲۴
۲۳	حضرت فاطمہ بنت اسد	۲۲۴
۲۴	حضرت صفیہ بنت عبدالمطلبؓ	۲۲۸
۲۵	حضرت عاتکہ بنت عبدالمطلبؓ	۲۳۰
۲۶	حضرت ام ہانی بنت ابوطالبؓ	۲۳۲
۲۷	حضرت زینب بنت علیؓ	۲۳۴
۲۸	حضرت ام کلثوم بنت علیؓ	۲۳۵
۲۹	حضرت امامہ بنت ابی العاص	۲۳۷
۳۰	حضرت دُرّہ بنت ابی لہب	۲۳۸
۳۱	ہند بنت عتبہ	۲۳۹
۳۲	باب چہارم صحابیات	۲۴۴
۳۳	حضرت ام ایمن	۲۴۴
۳۴	حضرت اسما بنت عمیس	۲۴۷
۳۵	حضرت ماریہ قبطیہ	۲۵۲
۳۶	حضرت فضہ خادمۃ الزہراؓ	۲۵۵

۳۸	فاطمہ بنت قیس	۲۶۱	۵۴	حضرت زینب بنت ابی سلمہ	۲۸۳
۳۹	حضرت خنساء بنت عمرو بن الشرید	۲۶۲	۵۵	حضرت ام حکیم بنت حارث	۲۸۵
۴۰	حضرت اسماء بنت یزید	۲۶۴	۵۶	حضرت حمنہ بنت جحش	۲۸۵
۴۱	حضرت خولہ بنت حکیم	۲۶۶	۵۷	حضرت ام ابی ہریرہ	۲۸۶
۴۲	حضرت ام عمارہ	۲۶۷	۵۸	حضرت خولہ بنت ثعلبہ	۲۸۶
۴۳	حضرت ام حرام	۲۶۹	۵۹	حضرت ام الدرداء	۲۸۸
۴۴	حضرت سمیہ بنت خباط	۲۷۰	۶۰	حضرت اسما بنت ابی بکر	۲۸۸
۴۵	حضرت شیماء السعدیہ	۲۷۲	۶۱	حضرت ام خالد	۲۹۳
۴۶	حضرت ام معبد بنت خالد	۲۷۳	۶۲	حضرت معاذہ بنت عبداللہ	۲۹۴
۴۷	حضرت زینب بنت ابو معاویہ	۲۷۴	۶۳	حضرت حوا بنت یزید	۲۹۴
۴۸	حضرت ام عتبہ بنت حارث	۲۷۵	۶۴	حضرت ام الخیر	۲۹۵
۴۹	حضرت ربیع بنت معوذ	۲۷۶	۶۵	حضرت لیلیٰ بنت ابی حثمہ	۲۹۶
۵۰	ام رومان بنت عامر	۲۷۸	۶۶	حضرت خلیدہ بنت قیس	۲۹۷
۵۱	حضرت ام سلیم	۲۷۹	۶۷	حضرت رُبیع بنت نضر	۲۹۸
۵۲	حضرت شفا بنت عبداللہ	۲۸۱	۶۸	زوجہ حضرت ابن ابی کبشہ	۲۹۸
۵۳	حضرت فاطمہ بنت خطاب	۲۸۲			

تذکرۃ الصحابیات میں جن کتابوں سے مدد لیگئی ہے اُسکی مختصر فہرست

۱	تفسیر منہج الصادقین	۱۹	ابوداؤد
۲	انکشاف عن حقائق التنزیل زمخشری	۲۰	مُستدرک حاکم
۳	اللباب فی علم الکتاب ابوعمر حفص	۲۱	مُسند امام احمد بن حنبل
۴	بیضاوی شریف	۲۲	منتخب کنز العمال الموضوع علی الجزء الخامس من مسند امام احمد بن حنبل
۵	صافی		
۶	مجمع البیان	۲۳	طبقات الکبری ابن سعد کاتب واقدی
۷	قمی	۲۴	سیرۃ ابن ہشام
۸	جلالین مع کمالین	۲۵	اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ
۹	درمنثور	۲۶	استیعاب فی معرفۃ الاصحاب
۱۰	امالی شیخ صدوق رح	۲۷	اصابہ فی تمیز الصحابہ
۱۱	خصائص مرتضوی امام نسائی	۲۸	خلاصۃ التہذیب
۱۲	سراج وہاج شرح صحیح مسلم ابن حجاج	۲۹	ناسخ التواریخ
۱۳	صحیح بخاری شریف	۳۰	اعثم کوفی
۱۴	ارشاد الساری فی شرح صحیح بخاری مشہور بہ قسطلانی	۳۱	بحار الانوار
		۳۲	روضۃ الصفا
۱۵	ابن ماجہ	۳۳	حبیب السیر
۱۶	نسائی	۳۴	حیوۃ الحیوان دمیری
۱۷	صحیح مسلم شریف	۳۵	انوار الغبش فی فضائل الحبش لابن جوزی

۳۶ المختصر فی احوال البشر لابی الفدا

۳۷ کتاب الامامۃ والسیاسۃ ابن ابی قتیبہ مطبوعہ مصر

۳۸ فتوح البلدان بلاذری مطبوعہ لنڈن پریس

۳۹ شرح مواہب لدنیہ مشہور بہ زرقانی

۴۰ مقاتل الطالبین لابی الفرج الاصبہانی المتوفی ۳۱۳ھ

۴۱ تاریخ مجموع النوادر قلمی

۴۲ انموذج اللبیب فی خصائص الحبیب للسیوطی

۴۳ مناقب ابن شہر آشوب

۴۴ اعلام الوریٰ طبرسی رح

۴۵ تاریخ الخلفا للسیوطی

۴۶ مدارج النبوۃ محدث دہلوی

۴۷ نصائح الکافیہ لمن یتولی معاویہ

۴۸ اعلام النبوۃ لامام ابی الحسن علی ابن محمد الماوردی الشافعی المتوفی سنہ ۴۵۰ھ مطبوعہ مصر

۴۹ اخبار الدول القرمانی

۵۰ تذکرہ سبط ابن جوزی قلمی

۵۱ روضۃ الشہدا ملا حسین واعظ

۵۲ طراز المذہب مظفری

۵۳ جلاء العیون مجلسی رح

۵۴ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید

۵۵ بلاغات النسا مطبوعہ مصر

۵۶ طبقات الشعرا۔

مقدمہ

میں نہیں جانتی کہ جذبات و حقیقت پسند دنیا میں ایک فسانہ نگار کسی پر حسرت کہانی کا پلاٹ بنانے میں کیوں لگاتار فکر کر رہا ہے اور ایک مصور سراپا رنج و غم تصویر کھینچنے کے خیال میں دیر سے کیوں محو و مدہوش ہے ان دونوں کو چاہیے کہ کسی عورت کا دُکھ درد کہنے لگیں یا کسی عورت کی تصویر کھینچ دیں کیونکہ عورت سے زیادہ نہ کوئی مظلوم ہے اور نہ کسی نے اتنا صبر کیا ہے کسی ایک فرد یا پورے خاندان پر دو چار گھڑی کی مصیبت گزرجاتی ہے تو برسوں فریادیں قبضہ میں نہیں آتیں اور مدتوں بھرائی ہوئی آواز صاف نہیں ہوتی - دن دن بھر سیلاب اشک زور دکھاتا ہے اور رات رات بھر دل ڈوبا ڈوبا سا رہتا ہے - لیکن ہمارے دل کی چوٹ کو عرصہ ہوا کلیجے کے چھالوں کو ٹپکتے مدتیں گزریں ٹھنڈی سانسیں گلے کا پھندا ہو گئیں پھر بھی دامن صبر و استقلال نہیں چھوڑا -

بڑے بوڑھوں کی زبان سے سُنا، تاریخ کے اوراق میں پڑھا، قصہ کہانیوں میں دیکھا کہ اہل مصیبت کی مدد کرنے کا، مرغ قفس کی بلا رد کرنے کا مردوں کو شوق رہا ہے اگر سُنا ہے کہ کوئی آفت کا مارا فلک کا ستایا مہینوں کی راہ اُس پار گرفتار بلا ہے تو اہل ہمت منزلیں طے کر کے پہونچے پہاڑ کے راستے جھیل کر پہونچے آگ کا دریا تیر کر پہونچے اور مظلوم کو ظالم کے زبردست پنجہ سے نجات دی - اسمیں لڑائیوں کی نوبت آئی فوجیں لسمار ہوئیں لاکھوں جانیں تلف ہوئیں مگر ظلم کا قلعہ ڈھا دیا اور ستم کی کال کوٹھری کا قفل توڑ دیا

مجھے کسقدر افسوس ہوتا ہے کہ انھوں نے دوسروں کے ظلم کا احساس کیا اور اپنی جبر گیری پر نگاہ نہ کی منزلوں دور جا کر افواج ستم پر چھاپا مارا اور اپنے گھر کی وہ چار دیواری

مسیحا آپ کے بیمار مرتے ہیں نہ جیتے ہیں

اے انصاف والو، ہم بھی مظلوم ہیں اے نام کے انسانوں ہم بھی مصیبت کا جینا جی رہے ہیں اور آفت کی گھڑیوں کو جھیل رہے ہیں شاہیوں کے انقلاب عزیز کو ذلیل اور ذلیل کو عزیز بنانے میں کمال رکھتے ہیں مگر ہماری زندگی میں ہزار انقلاب ہوئے پھر بھی ہم جیسے تھے ویسے ہی رہے زمانے کا تغیر روز نئے رنگ بھر کر دنیا کی تصویر پیش کرتا ہے مگر آج تک ہماری صورت پر اس نے بھی پانی نہیں پھیرا۔

تغیر آب و ہوا وطنی تاثرات ہر جگہ مختلف ہیں اس شہر میں جو اچھا ہے وہ دوسرے ملک میں برا ہے مگر ہمارے معاملہ میں دنیا متحد الخیال ہے دست گیر معدوم اور دست ظلم دراز ہے ہندوستان کا کیا شکوہ کریں عرب و عجم و روس میں ہم پر کیا کیا نہ گزری ایشیا کی کیا شکایت، معدن تہذیب یورپ نے ہماری خاک کیا کیا نہ برباد کی۔

جمشید کی صولت نوشیرواں کی عدالت سے ہم نے کیا فائدہ اٹھایا اور الگزنڈر، رستم اور لوئی دہم نے ہم کو کونسا نقصان نہ پہونچایا۔

تم ہمیشہ مری تقدیر سے جھلا ور رہے

یونان عورت کو شیطان کہا گیا، روما اسباب خانہ داری کے منجملہ عورت کو بھی ایک ناچیز ملکیت سمجھا گیا ہندوستان میں عورت دامن تقدس کا داغ تھی عرب میں لڑکیاں زندہ دفن کر دینے کے قابل اور سر اڑا دینے کے لائق تھیں۔ بڑے بڑے مذاہب امن و ان کا پھریرا اڑاتے تمدن کا راگ گاتے آئے مگر ہماری بیچین زندگی کو راحت نصیب نہ ہوئی توراۃ نے ابدی لعنت کا مستحق ٹھہرایا انجیل پرستوں نے باغ انسانیت کا کھٹکتا کانٹا بتایا ہندو دھرم نے زندگی بھر مرد کی پرستش کے بعد شوہر کی لاش کے ساتھ جلا ڈالا

تھا شوہر شمع کشتہ اور ستی اسپر یہ پرغم تھی

حضرت آدم سے حضرت عیسیٰ تک ہزاروں انبیاء آئے مگر ہمارے معاملے میں کسی نے کوئی مدد نہ کی حضرت آسیہ کا گناہ کہو یا خطا سمجھو صرف اسقدر تھا کہ اُنھوں نے مذہب بدل دیا تھا اسپر فرعون نے پہلے اُنکے سامنے اُنکی اولاد کو آگ میں جلایا پھر خود حضرت آسیہ کو لٹا کر ہاتھ اور پاؤں میں آہنی میخیں ٹھکوادیں۔ لطف یہ کہ اس ظلم کو حضرت موسیٰؑ دیکھا کیے نہ ید بیضا نے روشنی ڈالی نہ افعی خوار عصا نے کوئی کروٹ بدلی زبان کلیمؑ صرف بشارت جنت دیا کی اور تلقین صبر کرتی رہی البتہ اگر کوئی مذہب ہمارے آڑے آیا تو وہ اسلام تھا اور کسی دین نے ہمارے سامنے سینہ سپر کیا تو وہ دین محمدیؐ تھا۔ اسلام کی حقانیت کی سب سے جبری دلیل یہ ہے کہ اُس نے علسائیت و موسائیت کے ہمہ ستم کی ذرہ بھر پرواہ نہ کی اور عورت کو ذلت کے اندھے کنوئیں سے نکال کر بام عزت پر پہونچا دیا۔

یہی وہ عورت ہے جس نے زمانۂ ماقبل تاریخ سے آجتک ہر وقت مرد کا ساتھ دیا اور اپنے کمزور ہاتھوں سے اہم سے اہم خدمات پورے کیے زراعت وصناعت ہو یا تجارت و مدنیت کون سا مرحلہ ہے جسکو ہم نے فتح نہ کیا ہو۔

جسوقت دنیا بھر کے تمام مالک مرد صاحب نباتات کے پودھوں کو پالنے میں عرق ریزی کر رہے تھے لطف ہوتا اگر ہم ان کے نونہالوں کو اپنا خون دودھ کا نام رکھکر نہ پلاتے ان کی تعلیم و تربیت سے غافل ہو جاتے پھر دنیا دیکھ لیتی کہ یہ کندہ ناتراش جوان ہو کر کیا سیکھ لیتے ہیں اور کیا کام کرسکتے ہیں۔ یہ ہمیں ہیں کہ جب راحت و آرام پہونچانے کی ضرورت دیکھی تو گہوارے میں جھلایا نرم بچھونوں پر سلایا گرم و سرد دیکھ کر کھلایا پلایا جب نظر ٹھہرنے لگی تو اشاروں سے پتلی کو گردش دینا سکھایا لبوں میں دانت آتے پائی دبو لینے کے ڈھنگ پر لگایا پہروں بازو تھام تھام کر میتوں میتوں کرتے تھے اور قدم اُٹھانے کا راستہ بتلاتے تھے۔

گل مراد ہمارے گلے کا ہار تھا لیکن قسمت کی خوبی دیکھو کہ مردوں کی زراعت تیار ہوئی تو منافع سے اُنکے دامن بھر گئے اور ہمارے پودھے جتنا بڑھے ہمارے ہاتھوں سے دور ہوتے گئے۔

کسی کے کیے دودھ کے گھڑے کسی کے کیئے پتھر پڑے۔

تجارت و زراعت ہمارے بغیر چل ہی نہ سکی اسلیے کہ پیدا کرنا مرد کا کام تھا تو ذخیرہ رکھنا "حفاظت کرنا ہمارا فریضہ ضاعت میں ہم نے جیسا ساتھ دیا اُسکو چکی کے راگوں سے پوچھو چرخے کی گردش تقدیر سے دریافت کرو۔ دو وقتہ کھانا پکانا آگ میں ہاتھ جلانا سوت کاتنا کپڑا بُننا سی سلا کر مرد کو سفید پوش کرنا ہماری محنت کا نتیجہ تھا علمیات میں ہماری ترقی کچھ اس حد پر پہونچ گئی تھی کہ آخر حکمتکدۂ یونان نے ہم پر تعلیم حرام کر دی شاید مردوں کو اندیشہ تھا کہ اگر ہماری محنت یوں ہی جاری رہی تو قریبی زمانے میں حکومت مسلّم ہوجائے گی جو نتیجہ تعلیم ہے اور اسکے اس قدیم خیال کو یورپ کی جدید بہنوں نے مساوات کا دعویٰ کر کے صحیح باور کرایا عجب نہیں کہ آئندہ زمانہ مساوات کے بعد افضلیت و برتری کا پیام پہونچائے اور عورت کی حکومت عام ہوجائے۔

یونان کے حکم سے ممنوع التعلیم ہوکر مدتوں ہماری زندگیاں بربادی کا دم بھرا کیں اور ہم ہر جہت سے مجبور کر دیے گئے۔ ہمارے پاس مردوں سے مقابلہ کے لیے سامان موجود نہ تھا دنیا بھر کی عورتیں ہندوستان کے مردوں کی طرح حفاظت خود اختیاری سے محروم اور اسلحہ جات سے عاری تھیں۔ ہم آہنی اسلحہ سے مایوس ہوکر نئے آلات کی فکر کرنے لگے قلعوں تک ہمارے ہاتھوں کی رسائی نہ رہی تھی لیکن فتح قلوب کا راستا کھلا ہوا تھا۔

مرد تلواروں سے ہمارا سر اُڑاتے تھے، ہم آنسوؤں کی دھاروں سے کلیجے برماتے تھے وہ آواز میں غصہ کی قوت نمائی کر کے سہما دیتے تھے اور ہم صداٸیں درد کے شعبہ پیدا کر کے رُلا دیتے تھے، وہ آنکھوں میں اسطرح آنکھیں ڈالتے تھے کہ گویا اسی راہ سے کلیجہ نکال لیں گے اور ہم گردن جھکا کر آنکھیں نیچی کر کے التجاۓ رحم سے دلوں کے مالک بنتے تھے۔ غرض کہ اندھی

کی جس پالیسی پر پُر جگر مرد نہ چل سکے وہ قرنوں سے ہماری سبیل عمل ہے ہم نے اس پالیسی کو کامیاب بنایا اور اپنے قدیمی دوست نما دشمن پر تدریجی فتح حاصل کی۔ پھر بھی اسمیں شک نہیں کہ ہمارے حقوق کی پہلی قسط ہم کو دست اسلام سے ملی اور ہماری چھوٹی ہوئی تعلیم اسی مدرسے میں جاری کی گئی ہم دوسرے مذاہب کے نزدیک اُس خدا کی عبادت کے بھی قابل نہ تھے جسکی تسبیح دُنیا کا ذرہ ذرہ کرتا ہے اور ہماری ریاضت نے کبھی باب قبول کا راستہ نہیں دیکھا تھا مگر اسلام نے آکر کوہ فاران کی بلندی سے ہماری اس پستی کو دیکھا اور ڈنکے کی چوٹ پر کہدیا ان اللہ لا یضیع عمل عامل من ذکر او انثیٰ خدا مرد و عورت میں سے کسی عمل کرنیوالے کے عمل کو ضائع نہیں کرتا۔ عبادت میں ہمارا مساوی ہونا تھا کہ احکام الٰہی میں ندا کی تفریق بھی ختم ہوگئی اور خطاب کے لیے وہ مشترک لہجہ اختیار کر لیا گیا (یا ایھا الذین امنوا) جسمیں مرد و عورت کی کوئی تقسیم نہ تھی۔

ہماری تعلیم کا جاری ہونا تھا کہ ہمارے قدم ترقی کی شاہراہوں پر پڑنے لگے اور ہم علوم وفنون میں مردوں کے دوش بدوش نظر آنے لگے حقیقت نواز اسلام نے ہمیشہ عمل کو پرکھا کبھی عامل کے ذاتیات پر نگاہ نہیں کی ہم کو نہ صرف عبادت وللہیت میں مردوں کے برابر کر دیا بلکہ اُن سے بازی لیجانے کا بھی موقع دیا چنانچہ جب حضرت عمرؓ نے اسماء بنت عمیس پر فخر فرمایا اور اپنی ہجرت کی فضیلت اپنی زبان پر آنے لگی حضرت اسمانے آنحضرتؐ سے شکایت فرمائی سرورِ کائناتؐ نے حضرت عمر سے صحابی کے بالمقابل ایک عورت کی فضیلت کا اعلان فرمادیا اور حضرت عمر کی کچھ نہ چلی۔ ہم نے علوم مروجہ کی طرف توجہ کی اور اُسمیں باعزت واہم ترقیاں حاصل کیں اور اس سے بھی بلند یہ کہ قوت نظری کے کمال تک رسائی ہوئی۔ حضرت بی بی (فاطمہ زہرا) نے علم ما کان ویکون کا دعوی کیا اور دُنیا کو تسلیم خم کرنا پڑا القبول عمار یاسرؓ یہ تذکرہ امیر المومنین سے چھڑا آپ آنحضرتؐ سے بیان کرنے چلے سب مسجد میں پہونچے تو سرور کائنات علیؑ کو دیکھکر مسکرائے اور فرمایا جو کہنا چاہتے ہو اُسکو تم کہوگے یا میں بیان کروں پھر آنحضرتؐ نے

واپس ہوئے تو فاطمہؑ نے کہا یا ابا الحسن مسجد میں جو گزرا وہ تم کہوگے یا میں کہوں پھر فاطمہ نے تمام سوال وجواب بیان کرکے کہا کہ یا علیؑ جب خدا نے میرا نور خلق فرمایا تو میں عالم تسبیح میں تھی پھر اُس نور کو ایک درخت جنت کے حوالے لیا قندیل اثمار میں میرا نور چمکنے لگا جسکو آنحضرتؐ نے نوش فرمایا اور میری خلقت ہوئی اعلم ما کان وما یکون وما لم یکن یا ابا الحسن المؤمن ینظر بنور اللہ میں جو کچھ ہو چکا اور جو ہونے والا ہے اور جو کبھی نہ ہوگا اُس سب سے واقف ہوں کیونکہ مومن نور خدا سے دیکھتا ہے۔

چونکہ تعلیم اکتساب حسنات کا ذریعہ ہے اسلیے اب ہماری شہرت عالمگیر تھی کوئی اخلاقی منزل ایسی نہ تھی جسپر ہمارے نقش قدم نہوں اور کوئی دریاے علمی ایسا نہ تھا جس کا ساحل ہم نے نہ دیکھا ہو۔

کمال ایقان واطمینان قلب اس پائے کا تھا کہ ابتداے اسلام میں ہمارے صفوف کی ایک عورت دوہری زرہ پہنا کر عرب کی دھوپ اور مکہ معظمہ کی تپتی زمین پر دن دن بھر کھڑی کی جاتی تھی کہ وہ اسلام کو چھوڑ کر بت پرستی کی طرف ارتداد کرلے لیکن اُسکو اس دھوپ سے سایۂ جنت نظر آتا تھا اور وہ موت کو قبول کرلیتی تھی لیکن مرتد نہ ہوتی تھی۔

جہاد جو ایک اہم موقع ہے جسمیں شریعت نے ہماری نزاکت فطرت کا خیال کرتے ہوے ہم کو ابدی معافی نامہ دے دیا ہے وقت پڑجانے پر ہم نے اُسمیں بھی دریغ نہیں کیا جب مرد گھبرا گئے ہم نے استقلال سے کام لیا اور جب ان کی صفوں میں لغزش پیدا ہوئی تو ہم نے ثابت قدمی کے جوہر دکھائے۔

میدان احد سے لے کر شام وعجم تک ہمارے قوت بازو کی دھوم تھی اور ریگستان عرب سے لے کر کوہستان ایران تک ہماری مادیان عربی کی جست وخیز، یوں تو اسلام

جسمیں بڑے جگر مردوں کے زہرے آب ہو گئے اور مشہور شہسوارانِ عرب نے ہمت کے ہتیار کھولدیے ہم نے اُمید پر فتح پالی تھی موت حق تھی زندگی باطل، ملک الموت آنکھوں کے سامنے ٹہلتے دکھائی دیتے تھے مصائب کا ہجوم، بلاؤں کا انبوہ، مرجانا یقینی، گھر کی بربادی ضروری لاشوں کی پائمالی کا خطرہ تھا ساتھ ہی ساتھ فوز عظیم اور آخرت کی کامیابی بھی بے شک و ریب تھی حق ساتھ رہا تھا میدان جنگ کی دھوپ سے جنت کے اشجار یوں نظر آ رہے تھے جیسے زمین سے مریخ کی آبادی۔

یہ جنگ تاریخ میں جنگ کربلا کے نام سے مشہور ہے لیکن خدا کا شکر کہ ہم نے اس مرحلے کو بھی سر کیا اور ہمارے محیر العقول واقعات کی دُنیا میں دھاک پڑ گئی۔

یہ لڑائی قلت تعداد کثرت مصائب نایابی رسد کچا ساتھ ہونے کی حیثیت سے لڑنے کے قابل نہ تھی صرف زور حق پر دارو مدار تھا ورنہ پانی کا بھی ایک قطرہ ہمارے لشکرگاہ میں موجود نہ تھا کئی ہزار دشمنوں کے سامنے صرف بہتر ۷۲ جنگجو تلواریں سنبھالے ہوئے تھے ان میں بھی اکثر وہ بچے شامل ہیں جنھوں نے آج ہی گھر سے قدم نکالا ہے۔

ہمارا پڑاؤ محصور تھا مدد کے راستے چوکی پہرے میں تھے گھر میں، جو خام جنس موجود تھی پانی نہ ہونے کی وجہ سے بیکار تھی۔ قاعدہ ہے کہ رسد کی کمی سے پہلے عورتیں ہی گھبرا جاتی ہیں اور بچوں کی آواز فریاد بلند ہو جاتی ہے۔ ہمارا پہلا عدیم النظیر استقلال یہ تھا کہ ہم نے آب و دانہ کی بے نیازی ظاہر کی نہ پانی کی فرمائش کی بلکہ بچوں کو تین روز کے فاقوں میں اسطرح بہلاتے رہے کہ لڑنے والوں کے کانوں میں بچوں کے رونے کی آواز نہ پہونچنے دی صبح عاشور سب قلیل سپاہ کے نبرد آزما اپنا اپنا کام تمام کر کے جنت کی طرف سدھارنے لگے اور مردوں میں ہراس پیدا ہوا تو ہم نے اپنے وارثوں میں جوش پیدا کر کے اُلٹی جنگ کا تماشا دیکھا جوان جوان اولادیں قتل ہوئیں مگر شکایت کی جگہ شکر کر کے پلٹے آخر میں یہ نوبت بھی آئی کہ کثیر تعداد والوں نے اولاد کے سر کاٹ کر ہماری گود میں پھینکے مگر

سرکوبی میں کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھا۔

صبر و استقلال کے یوں تو ہزاروں فسانے سُنے ہیں مگر ناظرین تہ دل سے غور کریں کہ کیا صبر اس حالت میں بھی برتا جا سکتا ہے جب وارث سر کٹائے پڑے ہوں وہ بچے جو صبح تک کھیل رہے تھے موت کی نیند سو رہے ہوں بضاعت لٹ چکی ہو گھر گرستی جل چکی ہو فرش کی بیٹھنے والیاں کھُری زمین پر غش ہوں۔ ایک طرف فوج مخالف فتح کی خوشی میں مصروف دوسری طرف اپنی پریشاں حالی کا غم آنکھ اُٹھے تو خون برستا نظر آئے نگاہ جھُکے تو وارثوں کی لاشیں بے گور و کفن دکھائی دیں۔ یہ قیامت خیز عالم اور بی بی فاطمہؑ کی بڑی بیٹی زینب کا یہ استقلال کہ جلتی ہوئی قناتوں کو پہلے بجھایا پھر بمشکل اُسکو نصب کر کے ایک ایک عورت اور بچے کا شمار کر کے پردے میں بٹھایا نہ تنہائی کا خوف نہ فوج کی دہشت خدا پر تکیہ کر کے صبح تک ٹہل ٹہل کر پہرہ دیا۔

یہی وہ واقعات ہیں جن پر ہمارا طبقہ جسقدر فخر کرے وہ بجا ہے ہماری ہمت و عزم کے فسانے دُنیا بھر کے لیے درس عبرت ہیں ضرورت ہے کہ انکو روشنی میں لایا جائے اور ہندوستانی بہنوں میں ہمت اور تحریص خیر کے فرائض پورے کیے جائیں اسمیں شک نہیں کہ اسلامی تاریخ عربی زبان میں شروع ہوئی مگر صنف نازک کے واقعات بالاستیعاب اس میں بھی نہیں ہیں لیکن اُردو زبان کا دامن ان رنگین پھولوں سے بالکل ہی خالی ہے اسی بنا پر خیال ہوا کہ میں اس خدمت کو حسب امکان انجام دوں جو کچھ بُرا بھلا مجھ سے ہو سکا اُسکو ایک جا کرنے میں بحمدہ کامیابی بھی ہوئی اب دعا ہے کہ خداوند عالم میری اس محنت کو قبول فرمائے اور تصنیف کو نظر خلائق میں محبوب قرار دے اور عورت ورد واقعات سے بہترین نتائج اخذ کریں آمین ثم آمین۔

ناچیز ام الحسنین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تذکرۃ الصحابیات

باب اوّل

(۱)

فصل اوّل ازواج

(۱)

ام ہند۔ ام المومنین۔ ام الائمہ حضرت خدیجۃ الطاہرہ بنت خویلد

اسم گرامی خدیجہ "لقب طاہرہ" اور ام ہند آپ کی کنیت ہے عن عائشۃ قالت ان خدیجہ تکنی ام ھند آپ قرشی النسل ہیں اور آپ کا شجرۂ نسب تین زینے اونچا ہو کر اُس شجرۂ طیبہ سے مل جاتا ہے جسکا سایہ آج تمام عالم اسلام کے سروں پر ہے اور جسکے لیے کہا جا سکتا ہے اصلها ثابت وفرعها فی السماء

آپ کے پدر بزرگوار خویلد بن اسد بن عبد العزیٰ بن قصی ہیں یہی قصی آنحضرت کے بھی جد امجد ہیں اور قصی ہی کی ذات پر ان دونوں خوشگوار چشموں کا سنگم ہو جاتا ہے آپ کی والدہ فاطمہ بنت زائدہ ہیں اور ننھیال اور ددھیال دونوں ایک ہیں آپ کی دادی اور پردادی کا نسب بھی چند پشتیں آگے بڑھ کر نسب آنحضرت میں جذب ہو جاتا ہے۔

آپ کی ولادت عام الفیل سے پندرہ برس قبل مکہ مشرفہ کی باعظمت زمین پر ہوئی اور

آپ نے ابرہہ فیل سوار پر خدا کے فضائی سپاہیوں کو (ابابیل) اپنی طاقت کا مظاہرہ کرتے دیکھا۔

آپ اپنی شرافت خاندان" کمال سیرۃ" جمال صورت سے قریش میں طاہرہ کے لقب سے مشہور ہوئیں۔

نکاح } آپ کا پہلا شوہر ابوہالہ ہند بن بناش اور دوسرا عتیق بن عائد اور تیسرا صیفی بن امیہ ہے اور چوتھی مرتبہ آپ کا نکاح آنحضرتؐ سے ہوا ابوہالہ اور صیفی سے ایک ایک لڑکا ہوا جنکا نام بالترتیب ہند اور محمد تھا اور عتیق سے ایک لڑکی ہوئی اسکا نام بھی ہند تھا چونکہ بیٹا اور بیٹی دونوں کا یہی نام تھا اس لیے آپ کی کنیت ام ہند ہوئی لیکن ابن ہشام جو متقدمین علمائے سیر میں سے ہے وہ کہتا ہے وکانت[1] قبلہ عند ابی ھالہ احد بنی اسید بن عمر بن تیم حلیف بنی عبد الدار وولدت لہ ھند بن ابی ھالہ وزینب بنت ابی ھالہ وکانت قبل ابی ھالہ عند عتیق بن عائد بن عبد اللہ ابن عمر بن مخزوم ولدت لہ عبد اللہ وجاریہ یعنی خدیجہ آنحضرتؐ سے پہلے ابوہالہ کے نکاح میں تھیں اور ابوہالہ سے ہند (لڑکا) اور زینب پیدا ہوئیں اور ابوہالہ سے بھی پہلے آپ عتیق کے نکاح میں تھیں اور اُس سے ایک لڑکا عبداللہ اور ایک لڑکی (جس کا نام نہیں معلوم) پیدا ہوئی۔

ابن ہشام کا یہ قول شبہ کی جگہ پیدا کرتا ہے اور ایک طبقہ اسلام یہ کہہ اُٹھتا ہے کہ حضرت زینب ورقیہ دونوں آنحضرتؐ کے صلب سے نہ تھیں بلکہ اپنی والدہ گرامی کے ساتھ ساتھ خانۂ رسالت میں تشریف لائیں اور سوتیلی لڑکیاں سگی اولاد کی طرح آغوش عاطفت میں اس طرح پالی گئیں کہ اولاد صلبی کا دھوکا ہونے لگا اور اب تاریخی دور بھی انکشاف حقیقت سے معذور ہے حضرت خدیجہ کی ایک ہی صاحبزادی کا نام زینب تھا کسی مورخ

---

[1] ابن ہشام مطبوعہ یورپ ص [illegible]

کے قول سے دو بیٹیوں کا نام زینب نہیں پایا جاتا جب یہ زینب دختر ابوہالہ (بقول ابن ہشام) مان لی جائیں گی تو کوئی دوسری زینب بنت رسولؐ کہے جانے کے لیے باقی نہ رہے گی اور اسی مقام سے واضح ہو جائے گا کہ جس نامعلوم الاسم دوسری صاحبزادی کا ذکر ابن ہشام نے کیا ہے دوسرے مورخین نے اُن ہی کا نام رقیہ رکھا ہے اور یہ بھی صلب آنحضرتؐ سے نہ تھیں۔

ان دونوں صاحبزادیوں کے معاملہ میں مزید شبہ کی گنجائش اور بھی ہے اُن میں سے ایک زبردست وجہ یہ ہے کہ آنحضرت نے ان کا عقد ایک کافر سے (ابوالعاص) کردیا جو شانِ رسالت سے بعید تھا دوسرے حضرت خدیجہ کا تعلق جب تاریخ اسلام سے وابستہ ہو جاتا ہے اُسکے بعد سے ان دونوں صاحبزادیوں کا ذکر آپ کے ساتھ نہیں آتا بلکہ دونوں بڑی بہنوں کی بجگہ سب سے چھوٹی بیٹی (فاطمہ زہرا) کا نام اکثر دکھائی دیتا ہے خصوصاً وفات حضرت خدیجہ کے وقت ایک بیٹی کا بھی غم و ملال اور شرکتِ میت وغیرہ نہیں بتائی جاتی جس سے صاف نظر آتا ہے کہ یہ دونوں بیٹیاں اپنے باپ کے مذہب پر تھیں اور جس طرح تمام زنان قریش نے حضرت خدیجہ سے ترک رسم و آمد و رفت کر دیا تھا اسی طرح بیٹیاں بھی ماں کو سزائے ایمان دے چکی تھیں۔ البتہ حضرت فاطمہؑ شریک تھیں اور ماں کا فراق اور آپ کا غم یہ سب مذکور ہے چونکہ آپ کی ولادت بعد بعثت ہے اسلیے آپ پر باطل پرستی کا شک بھی ناممکن ہے لطف یہ کہ قاعدۂ عرب مدتوں سے یہ رہا ہے کہ وہ اپنے اسلاف کے نام اپنی محبوب اولاد کو دیدیا کرتے ہیں اور اسکا استحقاق اکثر بڑی اولاد کو ہوتا ہے مگر حضرت خدیجہ اپنی والدہ کا نام رکھتی ہیں تو اپنی سب سے چھوٹی بیٹی فاطمہؑ کا۔

یہی اسباب ہیں کہ ایک گروہ اسلام ان صاحبزادیوں کو صلب آنحضرتؐ سے نہیں مانتا مگر یہ تحقیقی اختلاف ہے اسپر شیعہ سُنی کا رنگ چڑھانا طرح افساد سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا بعض اکابر علمائے شیعہ بھی قول مشہور ہی کو پسند کرتے ہیں جیسا کہ علامہ طبرسیؒ

لیکن مذہب شیعہ سے ناواقف اُنکے قوانین وصول مذہب کی تحقیق کرنے سے پہلے اہل مذہب کی سب وشتم کرنے کے عادی ہیں درانحالیکہ بغیر تحقیق رائے قائم کرنا صرف حماقت ہے ممکن ہے کہ اس مسئلہ کے اختلاف نام وفور محبت سیدۂ عالم رکھا جائے لیکن یہ سمجھ لینا چاہیے کہ اگر ان دونوں بہنوں کے وجود سے فاطمہؑ کی منزلت میں کمی محسوس ہوتی تو ایسا بھی سہی مگر جب شیعہ و سُنی حضرت فاطمہؑ کی افضلیت کے قائل ہیں تو میری سعی تحصیل حاصل ہے اور ان دونوں صاحبزادیوں ہی سے نہیں بلکہ نساء عالم سے حضرت سیدہ نساء العالمین کا افضل ہونا متفق علیہ ہے بلکہ علامہ سیوطی تو اس درجہ سے بھی آگے بڑھے ہوئے ہیں اور اپنی تائید میں عراقی کا قول پیش کرتے ہیں عن العراقی ان فاطمۃ واخاہ ابراھیم افضل من الخلفاء الاربعہ بالاتفاق ونقل عن مالک انہ قال لا افضل علی بضعۃ النبی احدا عراقی کہتے ہیں کہ حضرت فاطمہ اور اُنکے بھائی حضرت ابراہیم چاروں خلفاء ابوبکر، عمر، عثمان، علیؑ سے باتفاق علماء افضل ہیں اور امام مالک سے نقل ہے کہ آپ فرماتے تھے کہ میں پارہ جگر رسولؐ (فاطمہ) پر کسی کو فضیلت نہیں دیتا۔ ہم جناب سیدہ کی افضلیت کے اُسی طرح قائل ہیں جیسے تمام علمائے اسلام البتہ علی ابن ابیطالب کو (اُنکے فضائل خاصہ سے قطع نظر کرکے) آپ سے اُتنا ہی افضل جانتے ہیں جسقدر مذہب، عقل، قانون، عرف، شوہر کی افضلیت کا قائل ہو سکتا ہے۔

حضرت خدیجہ کے تیسرے شوہر کے زمانہ وفات سے قریب قریب آپ کے باپ (خویلد) بھی حرب الفجار میں کام آگئے یہ عرب کی مشہور جنگ ہے اور اسوقت آنحضرتؐ کا سن مبارک بیس سال کا تھا۔

غرض باپ کے سایہ سے محروم ہو کر قریش کی مایۂ ناز بیوہ بے دست و پا ہو گئی اور تمام ذمہ داریاں تن تنہا آپ پر عاید ہو گئیں آپ بے وارث خانہ مگر جدوجہد کی اصولی زندگی

بسر کر رہی تھیں خدا نے مال و جمال کے ساتھ حسب و نسب کے دُرہائے شہوار سے آپ کے آغوش کو بھر دیا تھا اور یہ تینوں چیزیں ایسی ہیں کہ ان میں سے ایک کا ہونا بھی عورت کی عزت کے لیے کافی ہے آپ ہر سہ صفات کی مالکہ تھیں اسلیے پیام سلام کا غیر منقطع سلسلہ ہمیشہ بندھا رہتا تھا اور مکہ کے ہر گھر میں آپ کی تمنا ہر شام سے چراغ اُمید جلا دیتی تھی خوش وضع عرب نوجوان ہوں یا بطحا کے مشہور فارس یا شیوخ قبائل سبھی اپنی اپنی طرف آس لگائے ہوئے تھے مگر کارساز ایک دوسرے ہی کو اس رشتہ کے لیے منتخب کر چکا تھا۔

اس نازک وقت کا آپ تندہی سے مقابلہ کر رہی تھیں اور اپنے لیے ایک ایسا شوہر چاہتی تھیں جسمیں صفت امانت داری بھی کامل طور سے پائی جاتی ہو کیونکہ آپ پیام دینے والوں میں سے اکثر کو جانتی تھیں کہ انکی غرض حصول مال ہے اور جو عقد کسی حرص سے کیا جائے وہ ہمیشہ غیر پائدار ہوتا ہے۔

آپ کی شہرت کا ذریعہ وہ بڑی تجارت تھی جس کا سلسلہ شام سے عراق عرب و عراق عجم تک پھیلا ہوا تھا باپ اور شوہر کے بعد آپ کے لیے ضروری تھا کہ یا تو اپنے کاروبار کو بند کر دیں مگر اس صورت میں آپ کی شہرت کے ساتھ ساتھ آمدنی محدود ہو جاتی یا آپ تجارت کو باقی رکھتیں اور صرف اپنے دل و دماغ سے استمداد پر قانع ہو جاتیں۔ آپ نے یہی کیا جس پر آج دُنیائے اسلام یا مشرقی حلقۂ تجارت فخر کر سکتا ہے کہ ایشیا میں بھی ایسی حوصلہ مند و باہمت خواتین گزری ہیں جو بلا شریک اپنی بڑی سے بڑی تجارت کو کامیابی سے چلاتی رہیں اور ایسے وقت میں جب دشواری رسل و رسائل اور غیر محفوظ راہوں کی وجہ سے تجربہ کار پیشہ ور تاجر بھی تجارت کو جان و مال کے لیے خطرناک سمجھتے تھے۔

حقیقتاً حضرت خدیجہ فطری طور سے ایک باشکیب دل کی مالکہ تھیں اور عزم و ہمت سے مصائب کا مقابلہ کرنا آپ کا کام تھا آپ نے اس پہلی مصیبت کو نہایت استقلال سے جھیلا کر تجارت کا سلسلہ اعزا اور غلاموں کے واسطے سے جاری رکھا۔

گرچہ شوہر کی وفات، باپ کا انتقال رہی سہی آس کا ٹوٹنا اژدحامِ غم کا باعث تھا مگر آپ کے لیے غمِ حیاتِ تازہ کا سبب اور شمع کے مانند سوز و گداز دلیلِ زندگی اور تمام روشنی اُسکا باعث تھا۔

خدیجہ کے دل میں غم و الم کے ویرانے تھے مگر اُنھیں ویرانوں کے آس پاس ایک چھوٹی سی زمین حسرت آباد کے نام سے آباد ہو چکی تھی ظاہراً آپ کی زندگی بے مزا تھی مگر دل میں ایک چُبھا ہوا کانٹا تھا جسکی خلش لذت آفرینی کر رہی تھی آپ کے دل و دماغ پر ایک خوابِ پریشان مستولی تھا مگر آمدِ یوسف کی خبرِ تعبیر سے مایوس نہونے دیتی تھی بظاہر اُمید موہوم تھی مگر خدیجہ کے دل پر اس قوت سے مسلط تھی کہ دُنیا کی حکومت کسی زمین پر یوں سلطنت نہیں کر سکتی نفس کی آمد و شد کا انحصار گویا اسی اُمید پر تھا اور زندگی کا مدار یہی آسرا تھا غم و آلام کا ہجوم سب کچھ بھلا دے مگر روزِ عید کا واقعہ فراموش نہوتا تھا' یہ ایک چوبیس[24] گھنٹہ کا دن تھا جو ایک صبح و شام دکھا کر خود غائب ہو گیا مگر اپنی یاد برسوں کے لیے چھوڑتا گیا شاید ہی ایسی عید پھر آئے اور اُمید نہیں کہ ایسی عیدی دوبارہ ملے۔

حضرت خدیجہ عرب کی پر جمال ہمجولیوں کے حلقہ میں بتکدۂ قریش میں اصنام کی آؤ بھگت کر رہی تھیں آپ کی ہمجولیاں رنگین لباسوں سے دَیر کو نگار خانۂ چین بن جانے کی تعلیم دے رہی تھیں کہ آفت کا مارا ایک یہودی آ نکلا اور توریت کی لَے میں لَے ملا کر کچھ سُنانے لگا۔ یہ کیا خبر تھی - ایک نبی کے آنے کی خبر، شجرۂ ابراہیمی میں آخری پھل آنے کی خبر، زمانہ بھر میں اُسکی حکومت کی خبر، قیامِ قیامت تک اُسکے مذہب کی شہرت کی خبر، پھر اسقدر جلد کہ صبح گذری تو شام نہ ڈھلے گی، آفتاب نکل آیا تو مہتاب کی باری نہ آنے پائے گی - وہ آئے گا اور ضرور آئے گا اور اے قریش کی کنواری لڑکیوں تمھارے گروہ کا طالع کہتا ہے کہ اس منطقہ کے ستاروں میں سے ایک تارا اُس کے چہرے کا ہالہ ہوگا۔

کان تک پہونچا کر دوسرے کاموں میں لگ گئی یہودی خدا جانے کہاں سے آیا تھا اور کدھر چلا گیا۔ بتکدے میں یہ آواز گونجی بتوں نے سُنی اور سنّاٹا چھا گیا عرب کی دوشیزہ لڑکیاں کچھ تو جھینپنے لگیں کچھ بُرا بھلا کہہ کر اپنی شرمندگی یہودی کے سر تھوپنے لگیں کوئی جواب تلخ ہی پر لب بند ہوئی کسی کے ابروؤں کے بل نے قتل یہودی کو ضروری بتایا۔

مگر خدیجہ کے دل پر جو گذرنا تھی گذری یہودی بیگناہ نظر آیا پیام بر پر برہمی "ایلچی را زوالے نیست" کے کلیہ سے مخالف نظر آئی جو سُنا تھا دل میں رکھ لیا اور پچھلے پہر سے طلوع آفتاب کا انتظار کرنے بیٹھ گئیں۔

خدیجہ کو وقت کا انتظار تھا اور ابو طالبؓ کو بھتیجے کے شباب کا اشتیاق ادھر سن بڑھ رہا تھا اُدھر فراق کی گھڑیاں گھٹ رہی تھیں بچپنا چچا چچی (ابو طالبؓ و فاطمہؓ بنت اسد) کی گود میں گذر چکا صدف سے نکلا ہوا موتی بازاروں میں آنے جانے لگا نظر باز تاڑنے لگے خریدار قیمت بڑھانے لگے کسی نے سر پر اخلاق کی زینت جانا کسی نے کہا کہ خلعتِ شاہی میں ٹانکا جائے تو بہار دے گا مگر جس کا مال تھا اُس نے پہلے ہی سے تاج رسالت کے لیے منتخب کر لیا تھا۔

پرورش کے دن گذر گئے پالنے والے دن رات کی محنت سے آزاد ہوئے اب آخری فریضہ کا ادا کرنا باقی رہا یعنی اکتساب معاش کی راہ بھی بتا دی جائے۔ یہ فریضہ نہ تمام عرب پر فرض تھا نہ تمام قریش پر نہ اُس وقت صاحبانِ محبت کا جمگھٹا تھا نہ اہلِ دولت کا ہجوم اس مرحلے کے لیے بھی ابو طالب کے ساعد و بازو کا زور درکار تھا اسی لیے کہا جاتا ہے کہ عامۂ اُمت کا سلوک ابو طالب کے سلوک سے وہ نسبت رکھتا ہے جو ایک جزو کو کُل سے حاصل ہے اُمت نے آنحضرتؐ کی کم یا زیادہ مدد کی یا تھوڑا بہت مال دیا اور ابو طالب نے اُمت کو آنحضرت سا رسولؐ دیا رسولؐ کے احسانات ممنون فطرت اُمت سے پوچھو اور

پدر بزرگوار کل اُمت کے لیے اس حیثیت سے واجب التعظیم ہیں کہ وہ آنحضرت کے باپ ہیں۔
لیکن اُنھوں نے آنحضرت کے عہد صبا میں وفات پائی اور آنحضرتؐ سایۂ شفقت پدری سے محروم رہے، آنحضرت کی تربیت میں حضرت عبداللہؓ مطلق شریک نہ تھے بلکہ فرائض پدری صرف ابوطالبؓ کے ہاتھ سے پورے ہوے۔
اسپر بھی بعض مسلمان اُنکو کافر کہہ سکے اور یہ حق فراموشی اور محسن کشی کا مترادف تھا لیکن ہم مسلمان ہیں اور بانی اسلام کے مرتبہ کو اس سے بالاتر جانتے ہیں کہ اُسپر کوئی کافر یابت پرست احسان کرسکے۔
حضرت موسیٰ رودنیل کے آبی راستے سے فرعون کے گھر مہمان بھیجے گئے مگر حامل توریت کے پہنچنے سے پہلے گوہر رسالت کی طہارت و نظافت کے جانچنے والے نے آسیۂ کو پہونچادیا اور جب موسیٰ کی صندوق نما کشتی ساحل مراد سے آلگی تو سب سے پہلے جس گود نے آپ کا استقبال کیا وہ آسیہ سی مومنہ ہی کی گود تھی آپ ہی نے صندوق سے نکالا اور آپ ہی نے پرورش کیا آپ ہی نے سفارش کی اور کہا کہ اسکو اپنا اور میرا فرزند تصور کر یا فرزندی میں لے مگر خدا جانے کس قوت نے اس نسبت ابنیت کو دُنیا اور خود فرعون کے دل سے محو کرادیا کہ نہ تو اُمت فرعون اور نہ خود فرعون موسیٰ کو اپنا فرزند کہہ سکا۔ درانحالیکہ آنحضرتؐ مدتوں یتیم ابوطالبؓ کے لقب سے پکارے گئے اگر آسیۂ کی جگہ صاحب خانہ اور بادشاہِ وقت ہونے کے لحاظ سے خود فرعون پالتا تو اُسکا استحقاق ظاہر تھا مگر کلیم اللہ کا مالک اپنے حبیب پر کسی کافر بادشاہ کا احسان پسند نہ کرتا تھا اور رسول کی پاکیزگی کفر کی نجاست سے دور رہنا چاہتی تھی اسی سے اس پرورش کے لیے آسیۂ تجویز ہوئیں۔
تعجب ہے کہ حضرت موسیٰ کے لیے تو یہ اہتمام بلیغ ہو اور نبی آخر الزماں سا پاک و پاکیزہ ایک کافر کی گود میں دیدیا جائے اور پھر لطف یہ کہ نسبت ابنیت بھی مشہور عام ہو جائے۔

ہمراہ رہتے اور نماز وغیرہ میں شرکت کرنے کا اکثر حکم دیا ہے اور زندگی بھر معین کار رسالت رہے ہیں۔

اس عہد میں بھی ابوطالب نے بھتیجے کی جوانی دیکھ کر اپنی تنگدستی کا عذر کرتے ہوئے مالِ خدیجہؓ کے ساتھ اجیر ہو کر جانے کا مشورہ دیا۔ اہلِ تاریخ کو نہیں معلوم کہ اس آپس کی صلاح کو خدیجہؓ کے کانوں تک کس نے پہونچایا اور آنحضرتؐ کا یہ قصد کیونکر معلوم ہوا لیکن سوا ابوطالبؓ کے کسی دوسرے خیرخواہ کی صورت اسوقت آنکھ میں نہیں ٹھہرتی اسلیے کہ آنحضرتؐ کی محبتِ عام اسوقت ابوطالب کے خانۂ مختصر کے لیے مخصوص تھی مگر یہ معلوم کہ حضرت خدیجہؓ نے بُلا کر دریافت کیا کہ کیا آپ اجیر ہو کر جانا پسند فرماتے ہیں اور آپ کے اقرار پر حضرت خدیجہؓ فوراً راضی ہوگئیں۔

اسلیے کہ حضرت خدیجہؓ ہی نہیں بلکہ قریش کا بچہ بچہ آنحضرتؐ کی امانت و دیانت کے افسانے آپ کی صدق گفتاری و راست کرداری کی داستانیں سُن سُن کر رات کو سوتا تھا آپ کی شہرت برقی رَو کی طرح شہر بھر میں دوڑ چکی تھی اور لقب امین ہر خورد و کلاں کی زبان پر بارہا گردش کر چکا تھا۔

اگر حضرت خدیجہ اپنے مال کے ساتھ روانہ کرنے پر فوراً آمادہ ہوگئی ہوں تو کوئی تعجب خیز بات نہیں کیونکہ ایک تاجرانہ نگاہ اپنے شریک تجارت کے لیے سب سے پہلے جس صفت کی جستجو کرتی ہے وہ یہی صفت امانت ہے۔ اسی صفت پر شیدا ہو کر حضرت خدیجہ نے اور اجیروں سے دوگنا نفع دینے کا وعدہ کیا گویا آپ عرب کی لالچ اور اُنکی مالی دست برد پر ہمیشہ سے یقین رکھتی تھیں اور خیال تھا کہ یہ لوگ پردیس میں جا کر بغیر اظہار اُجرت سے علاوہ بھی ہضم کرنے میں تامّل نہ کرتے ہونگے اسلیے اُنکا حصۂ اُجرت ایک تھا اور جس کی امانت داری پر آپ ایمان لاچکی تھیں اُس سے بے اجازت تصرف کا امکان نہ جان کر

عرب وعجم نے منافع سے بھرے ہوئے اونٹ لا کر خدیجہ کے دروازہ پر باندھ دیے بعض کہتے ہیں کہ خدیجہ نے اس مرتبہ دوگنا نفع پایا اور غلام خدیجہ میسرہؓ بتاتے ہیں کہ اتنا پایا جو چہل سالہ (عمر بھر) تجارت میں نہ پایا تھا اور ہم یہ جانتے ہیں کہ تمام منافع ایک طرف اور گوہرِ شب چراغ رسالت ایک طرف یہ بھی اسی تجارت کا نفع تھا۔ ادھر آنحضرت سفر سے واپس ہو رہے تھے اُدھر خدیجہ اپنے قصر کی کھڑکیوں کو چشم انتظار بنائے آنے جانے والے مسافروں میں اپنے یوسف گُم گشتہ کی جستجو کر رہی تھیں۔ اگرچہ قافلۂ کنعان کے بعد یہ دوسرا قافلہ تھا جو اموال وانفال کی طرح جواہرِ محبت کا بھی حامل تھا مگر زلیخا سے خدیجہ کا انتظار طویل تھا ہزار جستجو اور صد آرزو کے بعد خدا خدا کر کے قافلہ نظر آیا اور قافلہ سے آگے قافلہ سالار رہبری کرتا ملا مگر قافلہ تو عرب کی سخت دھوپ میں ہمت آزمائی کر رہا تھا لیکن قافلہ سالار کے سر پر ایک ابر کا ٹکڑا اپنا دامن پھیلائے سایہ کیے ہوئے تھا چونکہ اس شان کے آنیوالے عام نہیں ہوتے اور ایسے مسافر ہر قافلہ میں نظر نہیں آتے اسلیے خدیجہ نے بیچین ہو کر دعا کی کہ کاش یہ آنے والا میرا ہی مسافر ہو اور یہ قافلہ میرے ہی دروازے پر ٹھہرے مطلب یہ تھا کہ اس ابر برکت فشاں سے موتیوں کے جھالے کوئی غیر نہیں میں ہی چنوں۔ دعا قبول ہوئی اور راہبرِ اُمت اپنے ساتھیوں کے ہمراہ خدیجہ کے دروازہ پر آ ٹھہرا۔ یہ آپ کی فرض شناسی کا بہترین نمونہ ہے کہ سب سے پہلے اپنا گھر چھوڑ کر خدیجہؓ ہی کے دروازے پر دم لیا اور مشرکین و کفار کے شبہات کو وجود میں آنے سے پہلے فنا کر دیا۔

خدیجہ رضؓ نے اپنی کھڑکی سے سر جھکا کر آنحضرتؐ اور نگاہ اُٹھا کر خدائی چتر "سحاب سایہ فگن" کو دیکھا جو حرکت کو چھوڑ کر سکون کا دم بھر رہا تھا۔ یہ حیرت فزا نظارہ روز عید کی منادی سے کم نہ تھا۔ آپ متحیر ہو کر نور ایمان سے روشنی مانگنے لگیں جاسوس فکر ادھر اُدھر دوڑنے لگا چونکہ آپ ایک با استقلال دل کی مالک تھیں اسلیے سرعت ایقان کام نہ آئی اور آپ

امتحان لینے پر آمادہ ہوگئیں آپ کو اس ابر کے متعلق اُتنے خیال پیدا ہوے جو ایک فیلسوف کو ہو سکتے ہیں۔

زیر تحقیق امور میں یہ مسائل تھے کہ ابر کا لکہ کسی انسان کا مطیع نہیں ہو سکتا اور اطاعت پر کمر بستہ ہو تو جسکی اطاعت کریگا وہ سلیمان وقت ہوگا (۲) ہوا کا بہاؤ اُسی طرف نہ ہو جسطرف آنحضرتؐ کی رفتار ہے اور اسلیے ابر ساتھ ساتھ آتے نظر نہ آیا ہو (۳) ابر کا سایہ اتفاقی نہ ہو اور اگر واقعاً یہ سایہ ہی کرنے کے لیے ہے تو ہر وقت ہمراہی میں رہے گا۔

آپ نے ان تمام خیالوں کو ایک کلمہ کہکر جانچ لیا یعنے آنحضرت سے پہلے میسرہؓ کو دریافت کیا اور جب آنحضرتؐ نے فرمایا کہ وہ قافلہ کے ساتھ ہیں تو حضرت خدیجہ نے کہا کہ آپ ہی تکلیف کرکے بُلا لائیے۔

آنحضرتؐ نے فوراً میسرہ کے بلانے کا عزم کیا اور ابر ساکن میں اضطراب و حرکت نمودار ہوئی اور ایکبار وہ ابر ہمراہ گیا اور دوسری مرتبہ میسرہؓ کی طرح ہمراہ آیا اور آپ کے ساتھ ساتھ ٹھہر گیا۔ خدیجہؓ کو یقین ہوگیا کہ ہوا اتنا جلد بار بار پلٹ نہیں سکتی اور یہ ابر آیات الٰہی میں سے ہے اسکے بعد آپ میسرہ کی طرف مخاطب ہوئیں اور اُس نے آنحضرتؐ کی تعریف اسطرح چھیڑی کہ تمام ہونے کو نہ آتی تھی۔

درمیان سفر راہب کا ملنا حکم اطاعت آنحضرتؐ دینا اسکا تصدیق آنحضرت کرنا فرشتہ کا سر آنحضرتؐ پر سایہ کرنا راہ میں آپ کا کھانا نوش کرنا اور برکت دست مبارک سے کسی وقت کمی کا ظاہر نہونا وغیرہ وغیرہ بیان کرتا رہا جسپر خدیجہ کو مزید حیرت تھی پھر بھی آپ نے اپنی عقل کو خاموش دیکھ کر زبان تصدیق نہیں کھولی بلکہ آپ جسکو اپنی ذات اور تمام اہلِ مکہ میں علماء و فضلاً بہتر جانتی تھیں اُس سے (ورقہ ابن نوفل) دریافت کرنے آئیں۔

آپ نے ورقہ[1] ابن نوفل سے (جو آپ کے چچازاد بھائی اور علوم مروجہ پر حاوی تھے اور

[1] سیرۃ ابن ہشام مطبوعہ لیدن صفحہ ۱۲۱۔

جن کی شہرت علمی نے مکہ کی فضا پر قبضہ کر لیا تھا) قول میسرہ بیان کیا اور اُن کے خیالات معلوم کرنے لگیں۔

فقال ورقہ لئن کان حقا یا خدیجہ ان محمد النبی ھذہ الامہ (ورقہ نے کہا اگر یہ سچ ہے تو یقیناً محمدؐ اس اُمت کے پیمبر ہونگے)

جب آپ نے ورقہ سے مشہور عالم کو بھی اپنا ہم خیال پایا تو آپ کو تصدیق کرنے میں اب کچھ مانع نہ تھا البتہ قول میسرہ کے صدق و کذب پر ورقہ کے فیصلہ کا مدار تھا اسلیے آپ نے اسکی بھی عملی تصدیق چاہی اور آنحضرتؐ کو متعدد اشخاص کے ساتھ کھانے پر مدعو فرمایا اور اپنی آنکھ سے دیکھ لیا کہ باوجود دوسرے اشخاص کی شرکت کے آپ کی برکت وجود سے کھانا اُتنے کا اُتنا ہی تھا۔

امتحان کا دن گزرتا تھا کہ شام انتظار نے صورت دکھائی اور جس جوہر کو ماڑ چکی تھیں اور جس طلائے نبوت کے پرکھنے میں ساری کاوشیں ختم کر دی تھیں اُسکی طلب پیدا ہوئی پیمانۂ دل بادۂ محبت سے چھلک اُٹھا اور ملکۂ عرب نے اپنی کنیز خاص نفیسہ بنت منیہ کے وسیلہ سے پیغام عقد بھیجا جسکو آنحضرتؐ نے اپنے مربی (ابو طالبؑ) کے مشورہ کے بعد قبول فرما لیا محفل عقد میں طرفین کے اعزا مدعو کیے گئے اور بنا بر قول بعض مورخین خود خویلد بن اسد بزم شادی میں شریک ہوئے ابو طالب نے وہ خطبۂ فصیح پڑھا جسکو شرف مصطفیٰ میں خرگوشی اور ربیع الابرار و تفسیر کشاف میں علامۂ زمخشری نے نقل کیا ہے۔

الحمد للہ الذی جعلنا من زرع ابراھیم	وہ خدا قابل ثنا ہے جس نے ہم کو کشت زار خلیل کا ثمرا
الخلیل و من ذریۃ الصفی و صیصی معد	اور ذریت پاکیزہ و اصل معد و عنصر مضر سے مقرر کیا اور ہمکو
و عنصر مضر وجعلنا حضنۃ بیتہ و سوّس	اپنے گھر کا نگہدار اور اپنے حرم کا منتظم مقرر کیا اور اُس گھر کو
حرمہ و جعل بیتا محجوجا و حرما امنا و	مکان حج اور امن و امان کا حرم کیا اُسی نے ہم کو حکومت

۱ مناقب ابن شہر آشوب ج ۱ صفحہ ۲۵ ۲ سیرۃ ابن ہشام صفحہ ۱۲۱ ۳ مناقب ج ۱ ص ۲۴

جعلنا الحکام علی الناس ثم ان ابن اخی ھذا	ناس دی (اسکے بعد یہ) کہ میرا یہ بھتیجا محمد بن عبد اللہ جسکا جس
محمدؐ بن عبد اللہ لا یوازن برجل من	قرشی مرد سے موازنہ کیا گیا اس سے بڑھ گیا اور جس کسی کے ساتھ
قریش الا رجح بہ ولا یقاس باحد منھم	اسکا قیاس کیا تو اس سے عظیم اور بزرگ تر نکلا اگر چہ مالی اعتبار سے
الا عظم عنہ وان کان فی المال مقلا فان	مفلس ہے مگر مال خود ہی الٹ پلٹ ہونے والا ورق اور ایک
المال ورق حائل وظل زائل ولہ واللہ	چلتا پھرتا سایہ ہے اور خدا کی قسم (محمدؐ) کیلئے بڑا کام اور ایک
خطب عظیم ونباء شایع ولہ رغبۃ فی	پھیلی ہوئی خوشخبری ہے اور وہ خدیجہ اور خدیجہ انکی طرف
خدیجہ ولھا فیہ رغبۃ نزوجوہ والصداق	راغب ہیں لہذا انکی تزویج کردو اور خدیجہ کا مہر خواہ نقد ہو یا
ما سألتموہ من مالی عاجلہ واجلہ فقال	قرض کی صورت میں جسقدر تم طلب کرو میرے مال میں سے دیا جائیگا یہ
خویلد زوجناہ ورضینا بہ	سنکر خویلد نے کہا کہ ہم نے اس تزویج کو منظور کیا اور ہم راضی ہوئے

یہ خطبۂ نکاح اس قابل ہے کہ آپ اس کے الفاظ سے بت پرستی کے نفی و اثبات کا فیصلہ کریں اسمیں نہ صرف لات وعزیٰ کے نام سے گریز کیا گیا ہے بلکہ آج پکے مسلمان اپنے خطب کو تحریراً وتقریراً جس طرح شروع کرتے ہیں وہ گویا زبان حال سے ابوطالب کی استادی کا اقرار ہے پھر لطف یہ کہ حضرت ابوطالب حمد خدا کر کے نہ صرف موحد نظر آتے ہیں بلکہ جن الفاظ سے رسالتمآبؐ کا ذکر کرتے ہیں اس سے وقار نبوت پر نگاہ اور آپ کے متعلق اخبار کتب و انبیاء سے واقفیت بھی معلوم ہوتی ہے اور اگر وقت اور محل کا خیال کیجیے تو آپ محفل عقد کی جمعیت کو ہندوستانی حقہ پان والی مجلس بنا کر نہیں چھوڑتے بلکہ تبلیغ کا کام بھی کر رہے ہیں۔

عقد کے بعد عبد اللہ الغنم قرشی نے ذیل کی مبارکباد پڑھی

هنیئا مرئیا یا خدیجۃ قد جرت ⁂ لک الطیر فیما کان منک باسعد

تزوجتہ خیر البریۃ کلھا ⁂ ومن ذا الذی فی الناس مثل محمدؐ

لبشر بہ المرءان عیسیٰ بن مریم ⁂ وموسیٰ ابن عمران فیا قرب موعد

اقرت بہ الکتاب قدما بانہ   رسول من البطحا ہاد ومہتدی

اے خدیجہ مبارک، مبارک کہ مبارک پانسہ تمہارے نام پڑا اور اب تمہاری سعادت کا کیا کہنا تم نے کل دنیا کے بہترین فرد سے تزویج کی اور دنیا میں مثل محمدؐ اور دوسرا ہے کون عیسیٰؑ اور موسیٰؑ دونوں نے انکی طرف اشارہ کیا تھا دیکھ کتنا جلدی وعدہ (بعثت) پورا ہوا انکے آنے سے پہلے تمام اہل کتب قدیمہ نے اسکا اقرار کیا کہ یہ سرزمین بطحا کے ہدایت یافتہ اور ہدایت کرنے والے نبی ہیں۔

تعداد مہر میں اختلاف ہے ایک قول ہے واصدق رسول اللہ عشرین بکرۃ (آپ نے بیس ناقہ مہر میں دیئے) ایک قول ہے کہ پانچسو درہم طلا طرفین کی رضا سے طے ہوئے ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ بارہ اوقیہ[1] سونا تھا اور جسقدر آپ کی تمام[2] ازواج کا مجموعی مہر تھا اتنا خدیجہؓ کا مہر دیا گیا نکاح کے دن حضرت خدیجہؓ کی عمر چالیس[3] سال اور آنحضرتؐ کی عمر مبارک پچیس[4] برس کی تھی اور پندرہ سال بعد بعثت ہوئی۔

حضرت خدیجہ کے کام قبل و بعد بعثت

تاریخ عامہ کی بنا پر ابتداے نزول وحی میں آنحضرتؐ پر ایک خوف طاری ہوجاتا تھا جسکو آپ شماتت وتکذیب کے خیال سے عام لوگوں سے بیان نہ فرماتے تھے البتہ خدیجہؓ پر یہ راز فاش کردیا گیا تھا آپ بستر پر لیٹ رہا کرتے تھے اور خدیجہ پرستاری میں مشغول ہوجایا کرتی تھیں آپ کو ڈھارس یا تسکین دینے اور ورقہ کے پاس جاکر اُلجھے مطالب صاف کرنے میں آپ کا وقت گزرا کرتا تھا۔

اس عرصہ میں کفار تک یہ خبر جا پہونچی اور دشمنوں نے آپ کو جن زدہ بتانا شروع کردیا حضرت خدیجہ نے اس افواہ کو جس طرح بے بنیاد ثابت کیا ہے وہ آپ کی ذہانت اور معلومات دونوں کی دلیل ہے آپ نے آنحضرتؐ سے کہا کہ جسوقت آپ کے پاس ملک آتا ہے کیا آپ اُسوقت مجھے اُس کے آنے کی اطلاع دے سکتے ہیں اور کیا آپ کو اُس ملک کا نام بھی معلوم ہے یا نہیں آپ نے فرمایا کہ اُن کا نام جبرئیلؑ ہے اور اب وہ جسوقت آئینگے

سلہ چالیس درہم وزن ۱۴ سلہ طبقات ابن سعد ص ۹ ۱علام الورے طبرسی ج

اُسوقت میں تم سے کہدوں گا۔ حضرت خدیجہؑ ورقہ بن نوفل کے پاس آئیں اور آپ نے جبرئیل کی حقیقت پوچھنا شروع کی ورقہ نے کہا یہ وہی ناموس ہے جو موسیٰ پر نازل ہوا کرتا ہے۔

پھر آنحضرتؐ نے خدیجہ سے ایک روز کہدیا کہ دیکھو یہ جبرئیلؑ نظر آرہے ہیں آپ نے آنحضرتؐ کو پہلے اپنے زانو پر بٹھایا اور پوچھا کہ کیا اب بھی ملک نظر آرہا ہے آپ نے فرمایا کہ ہاں حضرت خدیجہؑ نے پھر آنحضرتؐ کو اپنے آغوش میں جگہ دی اور پوچھا کہ اب بھی جبرئیلؑ نظر آرہے ہیں آپ نے فرمایا کہ ہاں میں اب بھی دیکھ رہا ہوں۔

پھر حضرت خدیجہؑ نے اپنا سر کھول دیا اور چادر اُتار ڈالی اور پوچھا کہ اب بتاؤ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اب جبرئیلؑ نظر نہیں آتے یہ سُن کر خدیجہؑ خوش ہوگئیں اور کہنے لگیں کہ اے میرے برادر عم زاد خدا مبارک کرے یہ کوئی شیطان نہیں بلکہ فرشتہ ہے۔

حضرت خدیجہؑ مالی امداد کے علاوہ آپ کا بارِ غم بھی بانٹ لیا کرتی تھیں خدا کا شکر ہے کہ اہلبیت جس طرح تمام صفات حسنہ میں دُنیا سے آگے ہیں اُسی طرح مالی صیغہ میں بھی ان ہی کا ایثار مقدم ہے۔ سب سے پہلے جس نے آنحضرتؐ کی مالی امداد کی وہ ابوطالبؓ تھے اور پھر حضرت خدیجہؑ کا نام آتا ہے اور یہ دونوں دولتیں ایسے وقت صرف کی گئی ہیں جن پر تاجرانہ ایثار کا شبہ بھی نہیں ہو سکتا۔ یہ کہنا حماقت ہوگا کہ ان دونوں میں سے کس نے اسلیے مال صرف کیا ہوگا کہ آج ایک دیں گے اور کل دس پائیں گے اس کا بڑا ثبوت یہ ہے کہ اولاد ابوطالب و اولاد خدیجہ دونوں محروم رہے اور جس نے اسی غرض سے صرف کیا تھا اُس نے حوصلہ سے زیادہ وصول کیا۔

آپ کی مستقل مزاجی

آنحضرتؐ سے نکاح کے بعد قرشی عورتوں نے مفلس سے عقد کرنے کے الزام میں میل جول ترک کردیا حضرت خدیجہؑ گھر میں تنہائی کی زندگی بسر کرنے لگیں لیکن آپ نے آنحضرتؐ پر چشم وابرو سے بھی اسکا

ملال ظاہر نہ کیا یہ مقاطعہ عرصہ تک جاری رہا یہانتک کہ جب سیدہ زنانِ عالم فاطمہؑ بطن
شکم اقدس میں تھیں تو آپ کی پریشانی ضروریات نسوانی کو دیکھتے ہوئے بہت زیادہ تھی
اسی حالت میں ایک روز آنحضرتؐ نے خدیجہؑ کو بغیر مخاطب باتیں کرتے سُن کر دریافت کیا کہ
اے خدیجہ کس سے ہمکلام ہو آپ نے فرمایا کہ جنین (پیٹ کا بچہ) میرے شکم سے باتیں کر رہا
ہے فقال یا خدیجہ ھذا جبرئیل فبشرنی انھا انثی وانھا النسلة الطاہرہ
المیمونہ وان اللہ سیجعل نسلی منھا وسیجعل من نسلھا ائمة ویجعلھم
خلفائی فی ارضہ بعد انقضاء وحیہ آنحضرتؐ نے فرمایا اے خدیجہ یہ جبرئیلؑ
مژدہ دے رہے ہیں کہ یہ جنین لڑکی ہے جو پاک و پاکیزہ و مبارک ہے عنقریب میری نسل
اسی سے پھیلے گی اور اسکی نسل سے امام ہوں گے جنکو خداوند عالم اپنی زمین پر میرا خلیفہ
کرے گا جب وحی کا سلسلہ قطع ہو جائے گا۔

اسکے بعد وقت ولادت فاطمہؑ حضرت خدیجہ کی پریشانی اور زیادہ تھی اسلیے کہ اسوقت
عورت کو خدمت کی ضرورت ہوتی ہے اور وہ خدمت صرف عورتوں ہی کے متعلق ہے لیکن خدا نے پہلی
ایمان لانے والی اور اُسکے رسول کی تصدیق و تائید کرنے والی کے غم کو اُسی طرح رفع کیا جیسے
وقت ولادت عیسیٰؑ زور قدرت سے کام لیا تھا یعنے جب خدیجہ کی ملاقات کے لیے مادّی
دروازے بند پائے تو اُس نے روحانی ابواب کو وا کیا اور حضرت مریم و سارہ و آسیہ و
ام کلثوم خواہر موسیٰؑ نے آکر تمام خدمات پورے کیے۔

مذہب حقہ اسلام کے اعلان کے بعد آنحضرت بظاہر کعبہ میں نماز پڑھنے لگے اُسوقت
بھی خدیجہؑ ساتھ تھیں چنانچہ ابن عفیفؓ ناقل ہے کہ میں تجارتی اغراض سے مکہ میں آکر
حضرت عباس بن عبدالمطلب کا مہمان ہوا ایک روز ہم دونوں دروازہ کعبہ کے سامنے

[1] امالی شیخ صدوق رح و ناسخ التواریخ ج ۲ کتاب ۲ ص ۱۰ [2] خصائص مرتضوی امام نسائی مترجم ترجمہ

بیٹھے ہوئے تھے کہ میں نے ایک جوان (آنحضرت ﷺ) شخص کو دیکھا کہ وہ آیا اور آسمان کی طرف بغور نظر کر کے (وقت نماز معلوم کر کے) نماز پڑھنے لگا پھر اور ایک تازہ جوان آیا اور پہلے شخص کے پس پشت ٹھہر کر نماز پڑھنے لگا پھر ایک عورت آئی اور وہ بھی قیام وقعود و رکوع وسجود میں ساتھ دینے لگی میں نے متحیر ہو کر حضرت عباس سے استفسار کیا تو آپ نے بتایا کہ سب سے آگے میرا بھتیجا محمد بن عبداللہؐ ہے اور اُنکے پس پشت علیؑ ابن ابی طالبؓ وخدیجہ بنت خویلد ہیں پھر حضرت عباس نے مجھ سے بیان کیا کہ میرا بھتیجا کہتا ہے کہ اُسکو خدا نے اس دین کا صاحب شریعت وپیمبر مقرر فرمایا ہے خدائے کعبہ کی قسم اسوقت روئے ارض پر ان تین کے سوا اس مذہب کا پیرو موجود تھا نہیں ہے۔اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جسوقت عرب کے پُر جگر مرد آنحضرت کی قربت میں خطرہ محسوس کر کے آپ سے دور رہنا پسند کرتے تھے اُسوقت خدیجہ کس بے جگری سے آپ کا ساتھ دے رہی تھیں اور یہ ساتھ دنیاراحت کے عالم میں ہوتا تو چنداں باعث حیرت نہ تھا بلکہ یہ معیت شعب ابوطالب میں بھی رہی جہاں کے مصائب تاریخ اسلام کو قیامت تک یاد رہیں گے۔

آپ کی اولاد { قاسمؑ، طیبؓ، طاہرؓ، رقیہ، زینب، ام کلثوم، فاطمہ زہرا۔صاحبزادوں میں سب سے بڑے قاسمؑ اور صاحبزادیوں میں سب سے بڑی حضرت رقیہ تھیں۔حضرت سیدہؑ کے علاوہ تمام اولاد قبل بعثت ہوئی صرف فاطمہ طاہرہ بعد بعثت ومعراج پیدا ہوئیں اور صاحبزادیوں کے عقد کفار سے بھی ہوئے مگر سیدہ عالم کے لیے بعض بڑے بڑے مسلمان بھی کفو نہ سمجھے گئے۔

تمام صاحبزادوں نے قبل بعثت عالم جاودان کی طرف رحلت فرمائی صاحبزادیاں عہد اسلام تک پہونچیں اور ایمان بھی لائیں اور آپ کے ہمراہ مدینہ کی طرف ہجرت بھی کی ان سب کا تفصیلی ذکر آئندہ آئے گا۔

کلام مجید اور مدح خدیجہ | کلام مجید میں بارہ[12] عورتوں کا ذکر کنایۃً آیا ہے اُن میں ایک حضرت خدیجہؑ بھی ہیں جنکو صفت احسان سے یاد کیا ہے ووجدک عائلا فاغنی یعنی تم کو نادار پایا تو خدیجہ کی دولت سے غنی کیا یوں ہی سورہ کوثر میں انا اعطینٰک الکوثر کی اگر مراد نسل طاہرہ کی امواج ہیں تو اسمیں خدیجہ کی شرکت ظاہر ہے اس لیے کہ نسل رسولؐ کی بقا صرف اسی بی بی سے ہوئی۔

احادیث کی مدح خوانی | عن عائشۃ قالت اول من اسلم خدیجہ — حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ سب سے پہلے حضرت خدیجہ ایمان لائیں۔

عن الزہری قال مکث رسول اللہ وخدیجہ یصلیان سرًا ما شاء اللہ — حضرت رسالت مآبؐ و حضرت خدیجہؑ نے پوشیدہ طور سے جبتک خدا نے چاہا نماز پڑھی (مدت نامعلوم ہے)

حضرت خدیجہ و امیر المومنین علیؑ ابن ابیطالب کے اعلان ایمان کا زمانہ قریب ہی قریب ہے اور سبقت الی الاسلام کی احادیث دونوں کی جانب وارد ہیں مثلاً زید بن ارقم وغیرہ کی روایت جسکو امام نسائی نے خصائص مرتضوی میں لکھا ہے اول من اسلم مع رسول اللہ علی بن ابی طالب دوسری روایت اول من صلی مع رسول اللہ علیؑ ابن ابیطالب (سب سے پہلے علیؑ نے آنحضرتؐ کے ہمراہ نماز پڑھی) خود امیر المومنینؑ سے بھی ایک روایت امام نسائی نے نقل کی ہے عن عباد بن عبد اللہ قال علیؑ انا عبد اللہ واخو رسول اللہ وانا الصدیق الاکبر وصلّیت قبل الناس سبع سنین ولا یقولہا بعدی الا کاذب وعن طریق اخر عبد اللہ بن ھذیل عن علیؑ لا اعرف احدا من ھذہ الامۃ عبد اللہ مع نبیّنا غیری عبدت اللہ قبل ان یعبدہ احد من ھذہ الامۃ تسع سنین (میں بندۂ خدا و برادر رسول و صدیق اکبر ہوں میں نے تمام لوگوں سے سات برس پہلے نماز پڑھی اور میرے سوا اسکا دعویٰ کرنے والا جھوٹا ہے اسی طرح دوسرے طریقہ سے امیر المومنینؑ سے روایت کی گئی ہے میں

اس اُمت بھر میں اپنے سوا کسی ایک کو بھی نہیں جانتا جس نے رسالتمآبؐ کے ہمراہ ابتدا سے خدا کی پرستش کی ہو ہیں نے اُمت بھر سے نو سال پہلے خدا کی عبادت کی ہے عفیف والی حکایت جو نقل ہو چکی اسی کی مؤید ہے جب یہ طے ہو چکا کہ امیر المومنینؑ تمام اُمت سے نو سال قبل نماز پڑھا کیے ہیں تو اُمت میں خود حضرت خدیجہ بھی داخل ہیں اور اس حساب سے مدت صلوٰۃ خدیجہؓ بعد امیر المومنینؑ مقرر ہو جائے گی۔

عن[1] ابی عبد الله قال قال رسول الله ان الله اختار من النساء اربعة مریم و اٰسیہ و خدیجہ و فاطمہؑ

امام جعفر صادق علیہ و علی آبائہ السلام سے روایت ہے کہ خدا نے عورتوں میں سے چار عورتوں کو منتخب فرمایا مریمؑ و آسیہؑ و خدیجہؑ و فاطمہؑ

ابو نعیم نے حلیہ اور ابن البیع نے مسند اور خطیب نے اپنی تاریخ اور ابن لبطہ نے ابانہ اور ثعلبی نے اپنی تفسیر اور سلامی نے اپنی تاریخ خراسان اور ابو صالح موذن نے اربعین میں شعبی و جابر انصاری و سعید بن مسیب و ابن عباس و سلیمان و ضحاک و ابو مسعود و عبد الرزاق و احمد و اسحٰق وغیرہ وغیرہ سے روایت کی ہے انہ[2] قال حسبک من نساء العالمین مریم ابنۃ عمران و خدیجۃ بنۃ خویلد و فاطمۃ بنۃ محمدؐ و اٰسیۃ بنت مزاحم امراۃ فرعونؐ (ترجمہ قریب قریب وہی ہے جو گزر چکا)

قال[3] ابن هشام حدثنی من اثق بہ ان جبرئیل اتی رسول الله فقال اقرء خدیجۃ السلام من ربها فقال رسول الله یا خدیجہ هذا جبرئیل یقرئک السلام من ربک فقالت خدیجہ الله السلام و منہ السلام و علی جبرئیل السلام

ابن ہشام اپنے معتبر ذریعہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دن آنحضرتؐ پر جبرئیل امینؑ نازل ہوئے اور عرض کی کہ خدیجہؑ سے انکے خدا کا سلام فرما دیجیے آپنے فرمایا کہ اے خدیجہ جبرئیل ہیں تم سے تمہارے پروردگار کا سلام کہہ رہے ہیں خدیجہ نے جواباً کہا اللہ سلام ہے اور اُسکی جانب سے سلامتی ہے اور جبرئیلؑ پر بھی سلام ہو۔

عن[4] عائشۃ قالت کان رسول الله اذا ذکر

حضرت عائشہ ناقل ہیں کہ آنحضرتؐ ذکر خدیجہ فرماتے تھے تو

---

[1] تاسخ ص ۱۶۶ ج ۴ [2] تاسخ ج ۴ ص ۱۹۴ [3] سیرۃ ابن ہشام ص ۱۰۶ لفظی اختلاف سے صحیح بخاری میں
... نقل ... [5] خلاصۃ السیر لمحب الدین احمد بن عبد الله الطبری المتوفی ۶۹۴ھ فصل العاشر ۱۲

خدیجہ لم یکن یسام من ثناء علیها واستغفار لها فذکرها ذات یوم فاحملنی الغیرة فقلت لقد عوضك الله من کبیرة السن قالت فرائیت رسول الله غضب غضبا شدیدا وسقت فی جلدی فقلت اللهم ان اذهبت غضب رسولك لم اعد اذکرها بسوء ما بقیت و قال کیف قلت والله لقد امنت بی اذ کذبنی الناس واوتنی اذ رفضنی الناس وصدقتنی اذ کذبنی الناس ورزقت الولد حیث حرمتموه

انکی تعریف اور انکے لیے طلب مغفرت سے رکتے ہی نہ تھے ایک روز مجھے رشک (سوتاپے کی جلن) آیا اور میں نے کہا کہ اب تو آپ کو خدا نے اس بڑھیا کے عوض ایک کمسن دولھن دیدی میں نے دیکھا کہ آپ پر شدت سے غصہ طاری ہوا اور میں لرز کر دل سے کہنے لگی کہ خداوندا اگر اس مرتبہ تو اپنے رسول کا غصہ ٹال دے گا تو زندگی بھر پھر کبھی خدیجہ کو برا نہ کہونگی (اتنے میں) آنحضرت نے فرمایا کہ تم نے کیا سمجھکر یہ کہا خدا کی قسم جب لوگوں نے مجھے جھوٹا کہا تھا وہ ایمان لائیں انھوں نے اسوقت مجھے پناہ دی جب سب چھوڑ چلے تھے اور جب مجھے لوگ جھٹلا رہے تھے انھوں نے تصدیق کی انکو خدا نے مجھ سے اولاد مرحمت کی تم محروم رہیں۔

لیکن آپ اپنی فطری شعلہ مزاجی سے اس عہد پر قائم نہ رہ سکیں۔

دخل النبی علی فاطمة فراها منزعجة فقال لها مالك فقالت الحمیرا فتخرت علی امی انها لم تعرف رجلا قبلك وامی عرفتها مسنة فقال ان بطن امك کان للامامة وعاء

ایکدن آنحضرت خانۂ فاطمہؑ میں تشریف لائے اور آپنے انکو ملول پاکر سبب پوچھا فاطمہؑ نے عرض کی کہ آج عائشہ نے میری ماں پر فخر کیا کہ میں تمھارے باپ سے پہلے کسی مرد سے واقف نہ تھی اور تمھاری ماں ودہا جو تھیں آپ نے فرمایا (غم نہ کرو) تمھاری ماں کا شکم ظرف امامت ہے یعنے کہنے والیاں بانجھ ہیں جنسے اولاد نہیں ہوگی اور یہ عورت کا سخت عیب ہے ایک ایسی بیٹی کا یہ قول ہے جسکی ماں (ام رومان) اسکے باپ (حضرت ابوبکر) سے پہلے عبداللہ بن الحرث سنجرہ کے پاس تھیں اور انسے ایک فرزند طفیل بن عبداللہ پیدا ہوے اسکے یہ معنی ہوے کہ اس طعن میں آپ اپنی والدہ کو بھی نہ بھولی ہونگی۔ تذکرہ سبط ابن جوزی

عن عبد الله ابن جعفر قال قال امرت ان ابشر خدیجة ببیت من قصب لا صخب فیه ولا نصب

عبداللہ بن جعفر کہتے ہیں کہ آنحضرت نے فرمایا کہ مجھے حکم دیا گیا کہ خدیجہ کو (جنت میں) ایسے گھر کی خوشخبری دیدوں جسمیں رنج والم نہوگا اور وہ ایک ڈال موتی کا ہوگا۔

فی الخرائج عن ابی عبد الله ان خدیجة لما

امام جعفر صادق فرماتے ہیں کہ جب حضرت خدیجہ نے وفات پائی

تو فیت جعلت فاطمه تلوذ برسول الله	تو فاطمہ آنحضرت کے پاس آتی تھیں اور گرد پھر کے
وتدور حوله وتسئله یا رسول الله این	پوچھتی تھیں کہ بابا میری ماں کہاں ہیں اُسوقت
امی فجعل النبی لا یجیبها فجعلت تدور	آپ جواب نہ دیتے تھے اور وہ بار بار اصرار کرتی
علی من تسئله ورسول الله لا یدری ما	تھیں اور آپ متحیر تھے کہ کیا جواب دیں (اتنے میں) جبرئیل
یقول فهبط الامین جبرئیل فقال ان	نازل ہوئے اور کہا کہ آپ فاطمہؑ کو خدا کا سلام
ربك یامرك ان تقرء علی فاطمة السلام	پہونچا دیجیے اور کہد یجیے کہ تمھاری ماں ایک
وتقول لها امك فی بیت من قصب کعابه	ڈال موتی کے مکان میں ہیں جس کی برجیاں
من ذهب واعمدة من یاقوت احمر بین	سونے اور ستون یاقوت سرخ کے ہیں اور
اسیه امرأة فرعون ومریم ابنة عمران	خدیجہ درمیان آسیہ ومریم بیٹھی ہوئی ہیں
فقالت فاطمة ان الله هو السلام ومنه السلام	فاطمہؑ نے جواب دیا کہ خدا سلام ہے اور سلامتی
والی الله السلام	کا مبدء و مرجع وہی ہے۔

خدیجہ سے محبت رسول

عن عائشه قالت ما غرت علی احد من ازواج النبیؐ ما غرت علی خدیجه ومابی ان اکون ادرکتها وما ذاك الا لکثرة ذکر رسول الله لها وان کان مما تذبح الشاة صدائق خدیجه فیهدیها۔

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ مجھے سوتاپے کا رشک جسقدر حضرت خدیجہؑ سے تھا آنحضرتؐ کی کسی بی بی سے نہ تھا میں نہیں جانتی کہ اگر میں اُنکے ساتھ ہوتی تو میرے اوپر کیا بن جاتی میرا حسد اسلیے تھا کہ آنحضرت خدیجہؑ کو بہت یاد کرتے تھے آپ ایک بکری ذبح کرتے تھے تو خدیجہؑ کی سہیلیوں کو ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر ہدیۃً گوشت بھیجا کرتے تھے۔

ہالہ بنت خویلد (خدیجہ کی بہن) مدینہ میں آئیں تو آنحضرت سے بھی ملنے کی اجازت چاہی آپ نے اجازت دی اور جب اُنھوں نے باتیں کیں تو آپ مغموم ہوگئے اس لیے کہ ہالہ کی آواز حضرت خدیجہ سے بہت مشابہ تھی آپ کو خدیجہ یاد آگئیں اسوقت حضرت عائشہ بھی تشریف رکھتی تھیں آپ کو جلاپا پیدا ہوا اور آپ فرمانے لگیں (جسکو خود ہی نقل بھی فرمایا ہے)
فقلت وما تذکر من عجوز من عجائز قریش حمراء الشدقین حمشاء الساقین ہلکت فی الدھر فابدلک اللہ خیرا منھا۔ میں نے کہا کہ تم قریش کی بڑھیوں میں سے ایک ایسی بڑھیا کو کیا یاد کرتے ہو جسکی باچھیں سرخ تھیں اور پنڈلیاں سوکھ گئی تھیں مت ہوئی کہ مرگئی اب خدا نے تم کو اُس سے بہتر بی بی دیدی۔

آنحضرت خاموش رہے اور یہ خاموشی صاحبانِ فہم میں اقرار فضل عائشہ بن گئی۔
مگر حضرت عائشہ کے الفاظ نثر میں وہ کام کر رہے ہیں جو جہالت کا معتقد ایک ناظم اپنی نظم ہجو میں کرسکتا ہے اور ہجو سب و شتم کا ایک جزو ہے آج بھی شریف آدمی کو گالی دی جائے تو وہ خاموش ہی ہو رہے گا۔ مجھ کو حضرت عائشہ کے اخلاق کی داد دینا ضروری ہے کہ اُنھوں نے اپنے ایک مہمان (ہالہ) کی ترحیب اُسکی بہن کی ہجوسرائی سے شروع کی اہلِ اعتقاد کو یہ اخلاق اپنی عورتوں میں پیدا کرانا چاہیے۔

علمائے اسلام کی رائے

وکانت لہ وزیر صدق (ابن ہشام) خدیجہ آنحضرتؐ کی سچی وزیر تھیں
ابن ہشام اصدقھا رسول اللہ عشرین بکرۃ وکانت اول امراۃ تزوجھا ولم یتزوج علیھا غیرھا حتی ماتت ابن ہشام کہتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے بیس ناقہ اُن کا مہر مقرر فرمایا اور وہ پہلی بی بی تھیں جن سے عقد کیا اور اُنکی حیات میں کسی دوسری سے نکاح نہیں کیا وامنت بہ خدیجہ وصدقت بما جاءہ من اللہ ووازرتہ علی امرہ فکانت اول من امن باللہ وصدقت بما جاءہ من اللہ فخفف اللہ بذلک عن رسولہ

لا یسمع شیئا یکرهه من رد علیه وتکذیب له فیحزنه ذلك الا فرج الله عنه بها اذا رجع الیها تثبته وتخفف علیه وتصدقه وتهون علیه امر الناس یرحمها الله

خدیجہ آنحضرتؐ پر ایمان لائیں اور جو کچھ خدا کی طرف سے رسولؐ لائے تھے اُسکی تصدیق کی اور آپ کی رسالت میں آپ کی مددگار رہیں یہی سب سے پہلے ایمان لائیں اور تصدیق رسالت کی ہمراہی خدیجہؓ سے خدا نے آنحضرتؐ کے غم و غصہ میں تخفیف فرمائی آپ نے کوئی مکروہ بات سُنی نہ اپنی تردید و تکذیب دیکھی جو آپ کو مغموم کرے بلکہ خدا نے حضرت خدیجہؓ کے دم سے آپ کو مسرور کیا۔ آپ جب خدیجہؓ کے پاس آتے تھے وہ آپ کو مضبوط کرتی تھیں اور تصدیق کرتی تھیں اور لوگوں کے معاملہ اور یاوہ گوئی اور بے حقیقت بتاتی تھیں خدا اُن پر رحم کرے۔

وقال ابن اسحٰق قد تتابعت المصائب علی رسول اللہ ﷺ بهلاك خدیجه وابی طالب ابن اسحٰق قائل ہیں کہ وفات خدیجہؓ و ابیطالبؑ سے آنحضرتؐ پر مصیبتیں ٹوٹ پڑیں۔

وفات } آپ کو آنحضرتؐ کی ہمراہی میں چوبیس سال گزرے اتنی مدت کسی بی بی کو صحبت رسالت میں بہرہ اندوزی کا شرف حاصل نہیں ہوا ہے اور بعثت کے آٹھ سال بعد ہجرت سے تین سال قبل ماہ صیام کی پندرھویں تاریخ آپ نے رحلت فرمائی اُسوقت تک نماز جنازہ فرض نہوئی تھی البتہ آنحضرتؐ نے خود قبر میں اُتارا اور مقام حجون کو مدفن بنا کر اپنی امانت سونپ دی یہی وہ امانت گاہ رسولؐ ہے جسکا نشان وہابی طبقہ مٹا رہا ہے۔ حضرت خدیجہ و حضرت ابوطالبؑ نے چند دن آگے پیچھے انتقال کیا ہے سال وفات دونوں کا ایک ہے، آپ کی عمر پینسٹھ سال کی تھی۔

فصل

(۲)

ام المومنین حضرت سودہؓ بنت زمعۃ القرشیہ

سودہ (بفتح اول وثالث) بنت زمعہ بن قیس بن عبد الشمس بن عبدود عامری القرشی اور ماں کا نام شموس بنت قیس بن زید بن عمر ہے ان کے پہلے شوہر سکران بن عمر انکے ابن عم تھے دونوں مکہ ہی میں اسلام لائے اور یہیں بیعت رسول ﷺ کا شرف حاصل کیا۔

یہ عہد اسلام کا سخت ترین عہد تھا مسلمان ہونا اور اسلام لانا آسان نہ تھا اسلیے یہ دونوں زن وشوہر زیادہ دنوں تک مکہ میں قیام نہ کرسکے اور کفار قریش کے دست ستم سے عاجز آکر ہجرت ثانی کرنے والوں کے ہمراہ ارض حبشہ کی طرف کوچ کر گئے۔ واپسی کے بعد سکران نے مکہ میں توطن کا ارادہ کیا اسلیے کہ وہ دولت نبوت کی کشش ایمانی اپنی طرف کھینچ رہی تھی لیکن مکان بننے سے پہلے وقت موت آپہونچا اور قبر نے ہم جواری کعبہ کی حسرت نکال دی۔

نکاح ثانی سکران کے انتقال کے بعد آنحضرت ﷺ نے پیغام نکاح بھیجا سودہ نے قبول کیا اور اپنا اختیار ذات مختار کے سپرد کیا پھر آنحضرت ﷺ کی طلب پر حاطب بن عبد الشمس کو اپنا ولی کرکے بھیجا ماہ رمضان نبوت کے دسویں سال میں یہ نکاح ہو گیا مہر کی تفصیل نہیں معلوم مگر امید ہے کہ پانچسو درہم ہوگا اسلیے کہ آپ کے اکثر ازواج کا یہی مہر تھا۔

اسباب نکاح کہا جاتا ہے کہ خولہ بنت حکیم زوجۂ عثمان بن مظعون نے آپ کو فراق خدیجہ میں ملول ومغموم پاکر نکاح ثانی کا مشورہ دیا

اور آپ کا ایما پاکر ایک چھوڑ دو نکاح کرا دیے ایک حضرت سودہ سے دوسرا حضرت عائشہؓ سے۔

پہلے تو ایک نسبت کا ایما رحاصل کرنا اور دو نکاحوں کا کرا دینا تعجب سے خالی نہیں ہے دوسرے حضرت خدیجہؓ کا قلق اگر ان نکاحوں کے بعد جاتا رہتا تو میں دوا کو کارگر اور تشخیص مرض کو درست مانتی لیکن یہ غم آپ کی حیات کا ایک جزو ہو گیا تھا اور سچ تو یہ ہے کہ حضرتِ نیاز فتحپوری کے دعوے کو غلط ثابت کرنے کے لیے حضرت عائشہ کے نکاح پر بھی اس نے کوئی کمی نہ کی ورنہ حضرت عائشہ کو جلا پا کیوں پیدا ہوتا جیسا کہ حضرت خدیجہؓ کے حالات میں ہم لکھ چکے ہیں۔

اس حالت کو دیکھتے ہوئے میں نہیں کہہ سکتی کہ آپ کو اپنے درد کا احساس صحیح تھا اس لیے تدبیر بھی عبث کی گئی جو آپ کے حکیمانہ طرز کے منافی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ حضرت سودہ کی طرح اور بھی بعض امہات مومنین کے نکاح مصالح پر مبنی تھے اور اس میں حفاظت و حراست اہل اسلام کے خیال کو اکثریت حاصل ہے کیونکہ آپ کو تبلیغ کے بعد ہر مسلمان کی جان و مال و عزت و آبرو کی فکر پڑ جاتی تھی اور آپ معاد کی طرح اُنکے معاش کے بھی حامی ہو جاتے تھے جیسے اصحاب صفہ اور فقرائے اسلام و مظلومین مذہب جنکی حفاظت میں شب و روز آپ اپنی ذات پر سختیاں اُٹھاتے تھے۔

حضرت سودہ کا عہد اسلام اور اُنکے شوہر اولی کی وفات ایسے وقت میں ہوئی ہے جب اسلام کو کوئی قوت حاصل نہ تھی اور مسلمانوں میں افلاس کا مرض عام تھا اسلیے جہاں سودہ کی بے وارثی و یگانیت مذہب اُنکی حفاظت کو فرض کرتی تھی وہاں ایسے صاحبان دل کی بھی کمی تھی جو بے ضرورت اپنا خرچ دوگنا اور اپنے بار کو مضاعف کرلیں نہ آپ کی سی ہمت و اثیار تمام اُمت میں پیدا ہو سکتا تھا اس لیے آنحضرتؐ کو کثرت ازدواج ضروری ہو جاتی تھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سودہ کے لیے بھی یہی صورت درپیش ہوئی

حضرت سودہ کسی سرپرست کی تائید و حمایت سے محروم رہ کر اپنی حفاظت آپ نہ کر سکتیں

ان کے عقد کے چند روز کے بعد عبداللہ بن زمعہ انکے بھائی مکہ میں پہونچے اور یہ خبر سُن کر

کہ سودہ خانۂ رسالت میں مکین ہیں رنج و غم سے اپنے سر پر خاک اُڑانے لگے اگرچہ بعد اسلام

اپنی اس حرکت سے اکثر شرمندہ ہوتے تھے لیکن اگر اسوقت سودہ انکے اختیار میں آجاتیں

تو کیا کم از کم خوف ارتداد نہ تھا چاہے عبداللہ ابن زمعہ بعد اسلام اسپر بھی شرمندہ ہولیتے

مگر سودہ کو اگر سودائے اسلام پورا ہو چکا تھا تو ان کی دشواریاں اپنی حد کو پہنچ جاتیں اور

اگر اس نشۂ (اسلام) کو بھائی کی ترش مزاجی اُتار دیتی تو ارتداد میں شک نہ تھا اور اُسوقت

کی اسلامی مردم شماری پر اخراج اسم اک مہلک ضرب ہوتی۔

ہاں یہ عقد صرف اُسوقت بے وجہ ہو سکتا تھا جب ضرورت حفاظت باقی نہ رہے

چنانچہ جب اسلام کو دست کفار سے سکون و اطمینان حاصل ہوا اور شوکت اسلام نے بت پرستوں

کے حوصلے پست کردیے اُسوقت حفاظت کی ضرورت ختم ہو گئی اور آنحضرتؐ نے طلاق

دیدیا آپ اور ہر دانشمند پر اُسیوقت تک حفاظت فرض ہے جبتک اُسکی ضرورت ہو چنانچہ

خود آپ کے محافظین بھی مقرر تھے جن میں ابوایوبؓ انصاری معاذؓ بن جبل محمد بن مسلمہؓ وغیرہم

کے اسما قابل الذکر ہیں لیکن نزولِ یاایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک وان

لم تفعل فما بلغت رسالتہ واللہ یعصمک من الناس الخ اے رسول جو کچھ ہم نے تم پر نازل

کیا ہے اُسکو پہونچادو اور اگر تم نے ایسا نہ کیا تو رسالت کا کوئی کام ہی نہ کیا خدا خود لوگوں سے

تمھاری حفاظت کرے گا کے بعد پہرہ اُٹھا دیا گیا (معلوم ہوتا ہے کہ اُسوقت تک امین کے

پاس کوئی چمکدار ہیرا تھا جسکے لیے پہرہ چوکی قائم تھا جب وہ نہ رہا تو پہرہ بے ضرورت ہو گیا)۔

جب حضرت سودہؓ کی ضرورت حفاظت نہ رہی تو آپ نے اُنکو بھی آزاد فرمادیا جب

سودہؓ کے پاس یہ پیغام پہونچا تو آپ خانۂ حضرت عائشہ کی راہ پر آبیٹھیں اور قسم دے کر

پوچھا کہ کیا آپ نے مجھ میں کوئی خاص بات (قابل طلاق) ملاحظہ فرمائی۔ آپ نے فرمایا نہیں سودہ نے قسم دے کر کہا کہ پھر آپ رجوع فرمالیجیے میں ضعیف ہو چکی ہوں مجھے خواہش مرد نہیں ہے البتہ آرزو ہے کہ روز حشر آپ کے ازواج میں شامل رہ کر قبر سے اُٹھوں اور میں اپنی باری کا روز و شب حضرت عائشہ کو دے دیتی ہوں آنحضرت نے قبول فرمالیا اسی واقعہ پر یہ آیت نازل ہوئی۔

وان[1] امراۃ خافت من بعلها نشوزا او اعراضا فلا جناح علیهما ان یصلحا بینهما صلحا والصلح خیر واحضرت الانفس الشح وان تحسنوا وتتقوا فان الله کان بما تعملون خبیرا ولن تستطیعوا ان تعدلوا بین النساء ولو حرصتم فلا تمیلوا کل المیل فتذروها کالمعلقة وان تصلحوا وتتقوا فان الله کان غفورا رحیما

اور اگر کوئی عورت اپنے شوہر کی طرف سے ظلم یا بے رغبتی کا اندیشہ رکھے (پھر) وہ دونوں آپس میں صلح کرلیں تو کوئی الزام نہیں ہے اور نفس بخل کے سامنے کیے گئے ہیں اور اگر تم نیکی کرو اور پرہیزگار ہو تو جو کچھ بھی تم اعمال کرتے ہو خدا اُس سے آگاہ ہے اور اگر تم عدالت تعدد ازدواج کے بعد کر سکتے ہو عورتوں میں تو خیر اور اگر تم اس بات کے حریص ہو کہ ازدواج زیادہ کرو تو پھر ظلم بھی نہ کرو اور اُسکو (زوجہ) بیچ ادھڑ میں نہ معلق چھوڑ دو اور اگر تم صلح کرو اور ڈرتے رہو تو اللہ بہت بخشنے اور رحم کرنے والا ہے

مجھکو تعجب ہوتا ہے کہ مسلمان اس آیت کا سبب نزول واقعہ بالا کو بتاتے ہیں اور ارباب سیرت خواہ متقدمین ہوں یا متاخریں اس روایت کے اعتماد و اعتبار پر قسم کھا چکے ہیں البتہ دنیائے اُردو میں مولوی عبدالسلام صاحب ندوی اور نیاز صاحب فتحپوری مستثنیٰ ہیں ان دونوں کی یہ ادا پسند آئی کہ اگر رد کی ہمت نہ ہوئی تو اس واقعہ کے ایراد سے گریز کر گئے غنیمت ہے کہ سیرت نویسوں میں مادہ شرم وحیا تو پیدا ہونے لگا لیکن اس روایت کی رد میں اپنے اہل مد کی اعتماد شکنی کے ساتھ حضرت عائشہ کی ایک خصوصیت

---

[1] سورۂ نساء پارہ پنجم ۱۲

دو باریوں کا مالک ہونا، سمجھی جاتی تھی اگرچہ آنحضرت پر سے ایک لاثانی الزام دور ہو جاتا
اسلیے دونوں بزرگ مجبور تھے اور یہ ایک ایسا فخر تھا جسکو حضرت عائشہ کا پسندیدہ کہنا چاہیے آپ نے خود بھی اسکو سراہا ہے اور محدثین نے بھی مدح سرائی میں کوئی کوتاہی نہیں کی ہے۔

عن الزہری عن عروہ عن عائشہ قالت کانت سودہ بنت زمعہ قد اسنت وکان رسول اللہ ﷺ لا یستکثر منہا وقد علمت مکانی من رسول اللہ ﷺ وانہ یستکثر منی فخافت ان یفارقہا وضنت بمکانہا عندہ فقالت یا رسول اللہ یومی الذی یصیبنی لعائشہ وانت منہ فی حل فقبلہ النبی ﷺ وفی ذلک نزلت وان امراۃ الخ

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ سودہ بڑھیا ہو گئی تھیں اور آنحضرت ان سے کثرت مجالست پسند نہ فرماتے تھے اور وہ میرے مرتبۂ محبت سے واقف تھیں جو آنحضرت مجھ سے رکھتے تھے اور جس کثرت سے میرے پاس آتے تھے لہذا وہ ڈریں کہ آنحضرت چھوڑ نہ دیں اسلیے کہ اپنا مرتبہ تو معلوم ہی تھا انھوں نے کہا کہ اے خدا کے رسول میں اپنی باری کا دن حضرت عائشہ کو دیتی ہوں اور آپ اس روز آزاد ہیں آنحضرت نے اسکو قبول کر لیا اور اسی بارہ میں آیت (مرقومۂ بالا) نازل ہوئی۔

یہ واقعہ صحیح ہو کہ نہ ہو لیکن اسمیں شک نہیں کہ یہ الفاظ حضرت عائشہ کے ضرور ہیں اسمیں آپ کا رنگ طبیعت جھلک رہا ہے آپ کو اپنی جوانی کمسنی پر اکثر ناز رہا ہے اور دوسروں کو بڑھاپے کے طعنے دینے میں آپ نے کبھی تنگ ہمتی سے کام نہیں لیا ہے آج سودہ کا معاملہ ہے اور کل خدیجہ کے لیے بالفاظ مختلف بھی ہو چکا ہے۔ میر نے سچ کہا ہے۔

جنوں کا عبث میرے مذکور ہے جوانی دوانی ہی مشہور ہے

اس واقعہ سے چند قسم کے کام لیے گئے ہیں (۱) سودہ کی جسقدر سرد بازاری تھی اسیقدر میری محبت کی گرما گرمی اور یہ اعلان یقیناً مفید مطلب تھا (۲) میرے سوا کوئی بی بی اس قابل نہ تھی جسکو یہ باری دی جاتی اور آنحضرت قبول فرما لیتے۔ ان الفاظ پر ہمکو نوٹس نہ لینا چاہیے

اسلیے کہ اگرچہ تعلیم یافتہ عورتوں کے مطابق حال نہ سہی مگر عام عورتوں کا مذاق بھی ہے۔

سب سے زیادہ قیامت آنحضرتؐ کا قبول فرمالینا ہے (جس کا اظہار کیا جارہا ہے)

ہمارے نزدیک نہ یہ واقعہ ہی تھا نہ آپ نے قبول فرمایا ہوگا اسلیے کہ یہ شان رسالت کے موزوں نہیں ہے کہ عورت کا سن آجانے سے شوہر طلاق دینے پر آمادہ ہوجائے کیا عورت اپنی عمر بڑھا لینے کی مجرم کہی جاسکتی ہے، کیا آنحضرتؐ نے پیغام نکاح کیوقت سودہ کے سن وسال پر غور نہ کیا تھا اور آپ کو یہ اندازہ نہ تھا کہ دس برس کے بعد انکا سن کسقدر ہوجائے گا اور اگر غور نہ کیا تھا تو اسکا الزام کسپر ہے سودہ پر یا آنحضرتؐ پر ہم اگر اہل سیرت کی اس روایت کو مان لیں اور انصاف پر نظر بھی رکھیں تو سودہ کا نقصان ماننا پڑے گا اسلیے کہ اگر آنحضرتؐ نکاح نہ فرماتے تو شاید کوئی نباھنے والا شوہر مل جاتا جو آخر وقت تک ساتھ دیتا اور آیت کو آکر یہ سمجھانا نہ پڑتا کہ بیوی اور نکاح کے درمیان عورت کو نہ چھوڑ دینے نسبت نکاح کی موجودگی میں نہ وہ بیوہ کہی جاسکے اور نہ بے تعلقی سے شوہر دار ہونا ثابت ہوسکے۔

افسوس کہ اہلِ اسلام آنکھوں پر ہاتھ رکھ کر قلم اُٹھاتے ہیں اور غیر مذہب والوں کو خود محل اعتراض دیتے ہیں ارباب سیرۃ جب گنجائش اعتراض پیدا کرکے دم لیتے ہیں تو علما کہتے ہوے اُٹھتے ہیں۔

مرتا ہوں اس آواز پہ ہر چند سر اُڑجائے جلاد سے لیکن وہ کہے جائیں کہ ہاں[1] اور

اس ناشدنی دعوے کی یکطرفہ ڈگری میں علامہ زمخشری[2] فرماتے ہیں ومعنی الصلح ان یتصالحا علی ان تطیب له نفسا عن القسمة او عن بعضها کما فعلت سودہ بنہ زمعہ حین کرهت ان یفارقها رسول اللهؐ وعرفت مکان عائشه من قلبه فوهبت یومها معنی صلح یہ ہیں کہ عورت اپنی پوری تقسیم یا اُسکے کسی حصّے

ؔ منیح الصادقین ۳۲ ؔ الکشاف عن حقائق التنزیل زمخشری مطبوعہ نولکشور پریس ص ۳۲۵ ج ۱

... فی علم الکتاب ... حفص ج ۳ ...

بہ طیب خاطر (ہاتھ اُٹھالے) جیسا کہ حضرت سودہ نے کیا جب اُنکو اندیشہ ہوا کہ آنحضرت
چھوڑ دینگے اور اُنھوں نے قلب آنحضرتؐ میں محبت عائشہ کو جاگزین دیکھ لیا تو اپنی باری
کا دن حضرت عائشہ کو دے کر (صلح کرلی) اسکے بعد رہے سہے شرائط صلح بیضاوی شریف[1]
میں مرتب ہوجاتے ہیں فلا جناح علیھما ان یتصالحا} بان تحط لہ بعض المھر او
القسم او تھب لہ شیئا تستمیلہ بہ معنی صلح یہ ہیں کہ عورت اپنا حصہ یا اپنے مہر کا
کچھ حصہ چھوڑ دے یا ایسی کوئی چیز دیدے جس سے مرد کو اپنی طرف مائل کر سکے۔
دنیا میں صلح کا قاعدہ یہ ہے کہ دونوں فریق اپنے مطالبہ کے اقل قلیل پر جمع ہوجاتے ہیں
لیکن یہاں صرف مجبور و بے بس عورت دبائی جارہی ہے جسکے لیے انھیں رسولؐ نے
کہا ہے[2] کہ ازواج تمھارے اسیر ہیں اُنپر رحم کرو مگر یہاں کمزوری سے فائدہ اُٹھایا جاتا ہے
اور جرم یہ کہ تم بڑھیا کیوں ہوگئیں لہٰذا مہر چھوڑ دو، یا آئندہ سے کم خوراک ہوجاؤ، یا
گہنا پاتا شوہر کے حوالے کر کے صلح کرلو۔

کیا یہی اُس مذہب کا قانون ہے جسکا دعویٰ ہے کہ اُس نے عورت و مرد کو مساوی کردیا ہے
کیا اس الزام کے قابل اُس نبی کی ذات ہوسکتی ہے جو عالم مرض میں بھی ایک بی بی
کے گھر سے دوسری بی بی کی باری کے دن دوسرے گھر میں لایا جاتا (جب خود نقل و حرکت
کے قابل نہوتا تھا) جو عادل زمانہ ازواج کے درمیان تقسیم کے لیے بیٹھتا تھا تو اُسکو اُس
سورہ کی یاد آتی تھی جسکے لیے خود فرمایا تھا شیبتنی سورۃ ھود (مجھے سورہ ہود نے
بوڑھا کردیا) اسلیے کہ اُسمیں نقطۂ عدل پر ثابت قدمی سے ٹھہرنے کا حکم تھا فاستقم
کما امرت (اور اس نقطہ پر قیام صحیح کی دشواریاں آپ کو دعا پر مجبور کرتی تھیں اور آپ
فرماتے تھے[3] اللّٰھم ھذہ قسمتی فیما املک فلا تواخذنی فیما تملک ولا املک

---

[1] بیضاوی شریف مطبوعہ نولکشور پریس لکھنؤ ج ۱ ص ۲۰۵ [2] ناسخ التواریخ جلد حالات آنحضرتؐ
[3] منہج الصادقین تفسیر شیعہ ص ۲۴ [4] تفسیر صافی تفسیر شیعہ ۲

خداوندا یہ میری وہ تقسیم ہے جسکا میں مالک ہوں میری گرفت اُس چیز (محبت) میں نہ کرنا جس کا تو مالک ہے اور میں مالک نہیں ہوں اُسی پیمبر کی یہ حدیث ہے من کانت له امراتان[1] بمیل مع احدھما جاء یوم القیامة واحد شقیه جو دو بیبیوں والا اپنی ایک بی بی کو چاہے گا وہ قیامت میں اسطرح آئیگا کہ اُسکا نصف جسم پشت کی طرف خمیدہ ہوگا۔ اس عدالت پر اسلام کو ناز تھا اور سچے مسلمانوں کا یہی عقیدہ رہا اس عدالت کو سب سے پہلے جس نے برتا وہ خود رسول کریم تھے اور اُنکے سچے پیرو بھی عمل کرتے رہے چنانچہ معاذ[2] بن جبل کی دو[3] بیبیاں وقت واحد میں طاعون سے انتقال کر گئیں تو اُنکو غسل وکفن میں بھی ایک کو مقدم کرنا خلاف عدالت معلوم ہوا اور قرعہ ڈالا گیا امیرالمومنین علی[4] ابن ابی طالب کا یہ حال تھا کہ ایک بی بی کی باری کے روز دوسری کے گھر میں وضو بھی نہ فرماتے تھے (تا کہ تقسیم برکت بھی مساوی رہے) ہم نہیں کہہ سکتے کہ ایسے عدل پرور پیمبر نے ایسا کیا ہوگا البتہ حضرت عائشہ وحضرت سودہ کا کوئی نامعلوم قصہ درمیان میں ہو تو اُسکا حال واضح نہیں ہے مگر حضرت عائشہ کی محبت اُمید کے خلاف حضرت سودہ سے نظر آتی ہے چنانچہ آپ کا قول تھا کہ میں عزیز[5] رکھتی کہ میری روح جسم حضرت سودہ میں ہو جس عورت میں حسد و رشک اور سوتاپے سے متاثر ہونا فطری ہو اور جو شوہر کی مردہ بی بی سے بے دیکھے جلے وہ اپنی پہلی سوت سے اسقدر راضی ہو یہ امر قابل تعجب ضرور ہے لیکن یہ بھی یاد رہے کہ یہ رزیلہ (جسکو سوتاپا کہتے ہیں) حضرت عائشہ کی محبت میں علمائے اسلام کے نزدیک فضیلت یا کم از کم لائق عقوبت[6] نہیں رہا ہے۔

خدا کا شکر ہے کہ شیعہ مذہب رسول کو اُنکے پورے وقار کے ساتھ دیکھتا ہے اور وہ اپنی تحقیق سے کام لے کر آپ کو بے جرم ومعصوم ثابت کرتا ہے اُنکے یہاں سے ارباب سیرۃ

---

[1] منہج الصادقین ص ۲۰۴ [2] مجمع البیان تفسیر شیعہ ص ۲۶۶ [3] منہج الصادقین ص ۲۰۳ [4] طبقات ج ۸

(جو تمامتر اہلسنت ہیں) کے نقل قول کے کوئی حرف اس واقعہ کے اثبات میں نہیں پایا جاتا بلکہ اس آیت کے نزول کا سبب رافعؓ بن خدیج اور انکی زوجہ خولہ بنت محمد بن مسلم اور دوسری نوجوان بی بی کا قصہ بتایا جاتا ہے جنہوں نے اپنی نوجوان بی بی کی خاطر سے اپنی بڑھیا بی بی کو طلاق دیدی تھی اور اس آیت نے اکثر مصالحت کرادی تھی۔ شیعہ قوم کو واجب ہے کہ وہ اپنے نبی کے اتہامات کو صحیح نہ جانیں۔

حضرت سودہ کے خواب

آپ نے قبل نکاح رسولؐ ایک روز خواب میں دیکھا کہ آنحضرتؐ تشریف لائے اور میری گردن پر پاؤں رکھدیا۔ آپ کے شوہر اول سکران نے اسکی تعبیر دی کہ میں مرجاؤں گا اور آنحضرتؐ تم سے نکاح کرلیں گے تھوڑے عرصہ کے بعد پھر آپ نے دیکھا کہ ایک چاند آسمان سے میرے سینہ پر گر پڑا اسکی تعبیر بھی سکران نے وہی دی جو مذکور ہوئی اور اسقدر اور بھی کہا کہ اب وقت قریب ہے۔

مکہ سے ہجرت

آنحضرتؐ جب مدینہ پہونچ لیے تو زید بن حارثہ و ابو رافع (آزاد کردہ آنحضرتؐ) کو پانچسو درہم اور دو شتر دے کر آپ نے مکہ معظمہ روانہ فرمایا کہ حضرت سیدۂ عالمؑ سودہ بنت زمعہ، ام کلثوم، اسامہ، ام ایمن "کو ساتھ لے آئیں۔ ہمارے یہاں کی روایتیں بتاتی ہیں کہ حضرت فاطمہؑ اور اکثر ضعفاء اہل اسلام کو امیر المومنین لائے ہیں جیسا کہ ہجرت فاطمہؑ میں تحریر ہوگا لیکن ان دونوں روایتوں کو دیکھنے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عائشہ کو آنحضرتؐ نے طلب بھی نہیں فرمایا اور وہ زیدؓ کے ہمراہ مدینہ بھی نہیں گئیں بلکہ عبید اللہ بن ابی بکر (اولاد ابی بکر میں اسوقت صرف یہی مسلمان تھے) اپنی دونوں بہنوں حضرت عائشہ و حضرت اسماء ذات النطاقین اور اپنی والدہ ام رومان کو لے کر آئے ہیں روایات کی ترتیب بتاتی ہے کہ یہ تینوں اپنے اپنے مقام پر صحیح ہیں جو لوگ خود استطاعت سفر رکھتے تھے (مثل عبید اللہ بن ابی بکر) وہ خود روانہ ہوئے اور خاندان کی عورتوں اور مردوں کو

امیر المومنین کیلئے اور ضعفائے اہل اسلام زید کے ہمراہ تھے چنانچہ مدینہ میں یہ سب لوگ اسلیے ایک ساتھ ہی نہیں پہونچے۔

حضرت سودہ کا حلیہ } حضرت سودہ جسیم اور بلند قامت تھیں ایک روز قضائے حاجت کو تشریف لیے جاتی تھیں کہ حضرت عمرؓ راستے میں مل گئے اور آپ نے فرمایا۔ میں نے پہچان لیا۔ یقیناً یہ حضرت عمر کا مذاق ہوگا مگر خدا جانے حضرت سودہ نے مذاح المومنین سے اسوقت کیوں گریز فرمایا درانحالیکہ آپ کا مزاج چلبلا اور مذاق پسند واقع ہوا تھا۔ آپ نے آنحضرت سے شکایت فرمادی اسکے بعد آیت حجاب نازل ہوئی اور آپ کی بیبیوں کے لیے بعد وفات بھی گھر سے نکلنے کی ممانعت ہوگئی۔ ہم نے دیکھا ہے کہ کسی گھر کی لونڈی گھر سے نکلکر محلہ والوں سے وقت بے وقت گفتگو کرنے لگتی ہے تو شریف گھر والے لونڈی کا پردہ کرا دیتے ہیں اور اسمیں دونوں کی تنبیہ مدنظر ہوتی ہے مگر امام بخاریؒ راستہ چلتی ہوئی عورتوں کا ٹوکنا وجہ فضیلت خیال فرماتے ہیں یعنے کہ اسکے بعد آیت حجاب اُتری۔ ایسا ہی ہوگا بڑوں کی بات بڑی ہوتی ہے۔

آپ کی جسامت کے خیال سے حجۃ الوداع میں آنحضرتؐ نے تمام حاجیوں سے مزدلفہ کے پہلے حضرت سودہ کو روانگی کی اجازت دیدی تھی اسلیے کہ مجمع اور بھیڑ بھاڑ میں چلنا آپ کو دشوار تھا

ایک روز ازواجؓ نے آنحضرتؐ سے پوچھا کہ جنت میں سب سے پہلے آپ سے کون ملے گا آپ نے فرمایا جس کا ہاتھ سب سے بڑا ہوگا اُس روز سے تمام ازواج اپنے ہاتھ ناپا کرتے تھے اور حضرت سودہ کا ہاتھ سب سے بڑا نکلتا تھا مگر بعد آنحضرتؐ جب جناب زینبؓ کی وفات ہوئی تو معلوم ہوا کہ طول ید سے مراد زیادتی و کثرت صدقات تھی ہم کو درایت سے یہ روایت قابل طرح

لہ بخاری شریف باب خروج النساء الی البراز ؎ ایضاً ؎ طبقات ج ۸ ص ۳۸ ؎ طبقات جلد ۸

معلوم ہوتی ہے اسلیے کہ ان ازواج میں حضرت عائشہ سی بی بی بھی ہیں جنکی ذہانت وفہم وفراست
کا شہرہ ہے اور اسی مدار پر آپ مجتہد ہیں یہانتک کہ بعض علماے اسلام نہ صرف فقہ میں بلکہ
ادب وفن شعر میں بھی آپ کو فخر زمانہ اور افضل عہد جانتے ہیں۔ آپ سے یہ امید نہیں ہوسکتی کہ
آپ اتنی سی بات جو ایک سادہ فکر شاعر بلکہ ایک ذہین بچہ بھی سمجھ سکتا ہے حضرت زینب کی
وفات تک نہ سمجھی ہوں اور اگر یہ روایت صحیح ہے تو یہ تمام شہرہ ذہانت غلط ثابت ہوگا۔

فضائلِ علمی

دنیاے علم میں آپ کا تعارف کسی خاص صورت سے نہیں کیا جاتا آپ سے
کل پانچ حدیثیں پہونچیں ہیں راویوں میں ابن عباس ابن زبیر یحیی بن
عبدالرحمن کے نام لیے جاتے ہیں کمی روایت کے اسباب ہیں جیسا کہ حضرت ابوبکر کے لیے
علامہ سیوطی نے تجویز کیے ہیں ایک کمی حیات ہے جو حضرت سودہ میں نہ تھی دوسری بات
یہ تھی کہ قرن اولی میں جو بات ایک صحابی نے سنی تھی وہی دوسرے نے بھی سنی تھی لہذا
اسکو ضرورت نہ ہوتی تھی کہ آنحضرت اور اپنے درمیان میں کسی تیسرے کا نام لے بلکہ وہ اپنے
ہی نام سے حدیث کو پیش کردیتا تھا ممکن ہے کہ یہی سبب حضرت سودہ کی کمی روایت کا ہو اور یہی
بنا پر حضرت عائشہ کی روایات کا حجم بڑھ گیا ہو۔

مذاح

آپ میں شوخی تھی اور اکثر مذاح فرماتی تھیں آپ کی باتوں پر آنحضرت صلعم مسکرادیا
کرتے تھے مگر حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ غصہ ور اور حاسد تھیں خدا جانے یہ
غصہ باری کے ہبہ کرنے کے بعد پیدا ہوا تھا یا اول سے تھا۔ مذاح دوستی و غصہ وری
ایک جگہ مشکل سے جمع ہوتی ہے ممکن ہے کہ حضرت سودہ کرشمۂ فطرت کا نیا نمونہ ہوں۔
بہرحال کبھی کبھی آپ ایسی چال بنا کر چلتی تھیں کہ آنحضرت ہنس دیتے تھے ایک روز
کہنے لگیں کہ یارسول اللہ آپ نے نماز کے رکوع میں اسقدر طول دیا کہ میں نے تو اپنی ناک
پکڑی کہ کہیں نکسیر نہ پھوٹ جائے آپ مسکرادیے آپ دجال کے ذکر سے بہت ڈرتی تھیں

ایک روز جب آپ حضرت عائشہ کے یہاں آرہی تھیں تو حضرت حفصہ نے کہہ دیا کہ دجال آگیا حضرت سودہ ڈر کر ایک قریب کے خیمہ میں جسمیں آگ روشن کی جارہی تھی گھس گئیں آنحضرت ؐ اطلاع پاکر تشریف لائے اور دروازے سے پکار کر کہا کہ ابھی دجال نہیں آیا ہے تو آپ نکلیں اور آپ کے لباس میں مکڑی کا جالا بھرا ہوا تھا (جو کسی گوشہ میں چھپنے کی علامت ہے) ایک روز آپ فرمانے لگیں[1]

یا رسول اللہؐ اذا متنا صلی لنا عثمان بن مظعون حتی تاتینا فقال لھا یا ابنۃ زمعہ لو تعلمین علم الموت لعلمت انہ اشد مما تظنین

جب ہم مرینگے تو عثمان بن مظعون نماز پڑھنے لگیں گے پھر آپ آجائیے گا آپ نے فرمایا اگر موت کا علم رکھتیں تو جانتیں کہ وہ اُس سے زیادہ شدید ہے جیسا کہ تم نے سمجھ رکھا ہے۔

فخر سخاوت اطاعت آپ کی فضیلت میں[2] کہا جاتا ہے کہ آپ وہ بی بی ہیں جو حضرت خدیجہ کے بعد سب سے پہلے خانۂ رسالت میں آئیں ظاہر ہے کہ جس کی بعدیت شرف ہے خود اُس کا تقدم کیا ہوگا۔

ایک روز[3] حضرت عمرؓ نے ایک تھیلی میں درہم بھیجے تو آپ نے پوچھا یہ کیا ہے عرض کیا گیا کہ درہم ہیں فرمایا واہ جیسے کھجوریں بھر کر بھیجتے ہیں پھر آپ نے وہ سب درہم تقسیم کردیے آنحضرت کے بعد[4] حضرت سودہ حج کے لیے بھی گھر سے نہیں نکلیں کیونکہ قرآن مجید نے صاف صاف منع کردیا تھا اور ازواج رسولؐ کو گھر میں بیٹھنے کا حکم تھا اس حکم کو علامۂ سیوطیؒ آنحضرت کی خصوصیت خاصہ جانتے ہیں[5] واختص بوجوب جلوس ازواجہ فی البیوت وتحریم خروجھن ولو بحج وعمرۃ خدا نے آنحضرتؐ کو مخصوص کیا تھا کہ انکی بی بیاں گھروں میں بیٹھی رہیں اور ان کا نکلنا حرام تھا اگرچہ حج اور عمرہ ہی کے لیے کیوں نہ ہو حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ سودہ اور[6]

؎۱ اصابہ جلد ۸ صفحہ ۶۵ ؎۲ اصابہ ۳/۱۵۱ ؎۳ طبقات ص ۳۶ ؎۴ طبقات ص ۳۸ ؎۵ الموزج اللبیب فی خصائص الحبیب للسیوطی ؎۶ طبقات ص ۳۷۔

زینب پر دونوں بی بیاں نہ تھیں اور یہ کہا کرتی تھیں کہ ہم نے حج اور عمرہ دونوں کر لیے اب تعمیل حکم خدا میں ہم کو بیٹھا رہنا چاہیے لیکن ازواج کا بعد وفات گھر میں بیٹھنا آنحضرتؐ کی خصوصیت تھی اور قرآن مجید کے خلاف اجتہاد عملی کرنا اور مدینہ سے مکہ اور مقام حواب وبصرہ کی سیر کر آنا حضرت عائشہ کی خصوصیت تھی۔

اولاد و وفات آپ کے شوہر اولیٰ سے صرف ایک صاحبزادے عبدالرحمن[1][2] نام پیدا ہوئے جو جنگ جلولا رفارس میں شہید ہوئے۔ آپ کی وفات حضرت عمر کے آخر عہد خلافت تقریباً ۲۲ھ میں ہوئی مرض الموت و مقام دفن کا پتہ جستجو پر بھی نہ ملا۔

---

[1] زرقانی ج ۳ ص ۲۶۰ [2] اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ ۳۸۵ -

فصل

(۳۱)

ام عبداللہ ام المومنین حضرت عائشہ حمیراء

قبل اسکے کہ میں حضرت عائشہ کے حالات لکھوں یہ عرض کردینا ضروری ہے کہ میں فرقۂ اثنا عشری (شیعہ) کی ایک ناچیز فرد ہوں اور مجھے حالیہ زمانے میں کوئی اُمید بھی نہیں کہ کہ کوئی دوسرا فرقہ مجھے اس آستان حق سے جدا کرسکے۔ لیکن اگر آپ کا میل ملاپ شیعہ طبقہ سے دوستانہ رہا ہو، اور آپ کا تجربہ کسی شیعہ سے بھی صداقت کا اُمیدوار ہوسکے تو میری بے تعصبی کے دعوے کو بھی آپ تسلیم کریں۔ میرا لائحہ عمل مذاکرۂ علمی سے آگے نہیں بڑھتا نہ اسلام میں فساد پھیلانے کا حوصلہ ہے نہ یہ وجہ کسی مسلمان کی دلشکنی مجھے مسرور کرسکتی ہے نہ ازواج رسولؐ کو ذلیل کرنے سے میری مذہبی عزت میں اضافہ ہوسکتا ہے لیکن میرا پڑوسی فرقہ ان معاملات پر غور و فکر سے منع کردیا گیا ہے اور اُس سے کہہ دیا گیا ہے کہ تم نہ دیدہ و دانستہ سکوت کرو اور میرے فرقہ نے انسانی تحقیق کی توہین نہیں کی ہے مجھے اجازت ہے کہ میں معاملہ کو جانچوں، اور معتقدات کو تحت عمل لاکر نتیجۂ تحقیق قرار دوں اسلیئے میں مجبور ہوں نہ میں دائرۂ تحقیق سے ایک قدم ہٹ سکتی ہوں اور نہ اپنی سال بھر کی لگاتار محنت بے معنی تعریف و توصیف کرکے برباد کرسکتی ہوں۔ اسلیئے میری دقت اور دشواری کو صرف صاحبان فہم ہی سمجھ سکتے ہیں میں نہیں جانتی کہ اس شور و شیرین دریا کے سنگم کو کیونکر عبور کروں۔

درمیانِ قعر دریا تختہ بندم کردہٗ   باز میگوئی کہ دامن ترمکن ہوشیار باش

میرے پاس تعصب اور جنبہ داری سے بچنے کا ایک ہی راستا ہے اور اسکے بعد خدا کا نام ہے یعنی ابتک تو میں مخلوط (شیعہ سُنی) اسیرۃ لکھتی آئی ہوں اور میں نے کسی فرقہ کی تاریخ سے چشم پوشی کا جرم نہیں کیا ہے لیکن زیر قلم فصل میں صرف حضرات اہلسنت کی تاریخ و

احادیث جمع کی جائیں گی یہ میری نیک نیتی کی آخری دلیل ہے اسکے بعد بھی اگر میں متعصب کہی جاؤں تو بصد شکریہ قبول کروں گی کیونکہ میرے ساتھ وہ تمام بڑے بڑے محدثین و متکلمین و مورخین بھی متعصب ثابت ہونگے جو مذہب ارباب سُنت کے کوہ وقار و فلک مدار اساس ہیں اسکے بعد یہ نکتہ بھی لائق غور ہے کہ جذبہ داری نے نہ صرف حمایت بیجا کرائی ہے بلکہ اس معاملہ میں میں خود اخلاق بدلے ہوئے نظر آتے ہیں آپ کو اس فصل میں بعض ایسے حالات نظر آئیں گے جو نہ صرف عربی و فارسی والوں نے اپنے ولایتی قلم کی رو کے حوالے کیے ہیں بلکہ علامہ شبلی مولوی محمد سعید صاحب انصاری نیاز فتحپوری نے بھی اسکی تحریر کو سنت سمجھا ہے۔

ہم حیران ہیں کہ جو واقعات اُنکے لیے خوش گوار قابلِ تقلید باعث فخر ہیں وہ ہماری داستان میں اُن ہی الفاظ کے ساتھ ناقابل ذکر ناقابل تقلید و باعث نکوہش ہیں ایسے واقعات کو دیکھکر مجھے سخت حیرت ہوتی ہے اور مجھے مجبوراً اُنکے سامنے لکھدینا ہوگا کہ اسپر مسلمان بہنیں عمل کریں لیکن شیعہ بہنیں ان سے احتراز کریں۔

خاندان و نسب و نام و کنیت و لقب آپ کا عائشہ نام اور حمیرا لقب ہے چونکہ عرب میں اکثر کنیت اولاد کے نام پر ہوتی ہے اور آپ کی اولاد ہی نہ تھی اسلیے کوئی کنیت بھی نہ ہوئی البتہ آپ نے ایک روز آنحضرتؐ سے عرض کی کہ میری بھی کوئی کنیت ہونی چاہیے تو آپ نے فرمایا کہ تم اپنی بہن کے بیٹے عبد اللہ بن زبیرؓ کے نام پر اپنی کنیت "اُم عبد اللہ" رکھ لو۔ میں نہیں کہہ سکتی کہ یہ آرزو کس جذبہ کے ماتحت تھی لیکن اسمیں شک نہیں کہ عورت کی سب سے زیادہ پیاری آرزو اولاد کی آرزو ہے ممکن ہے کہ حضرت عائشہ نے اسی مطلب کو مہذب الفاظ میں دریافت کیا ہو اور غیب کے جاننے والے نے اعجازی جواب دیا ہو کہ تم اولاد کی آرزو نہ کرو بلکہ اپنی بہن کے بیٹے کے نام پر کنیت اختیار کرو

آپ کا رنگ رخسار لالہ گوں تھا اسلیے آپ کو حمیرا کہتے تھے کیونکہ حمیر حمرا کی تصغیر

(۱) استیعاب ج ۲ ص ۷۶۵۔

آپ کے پدر بزرگوار حضرت ابو بکر بن ابی قحافہ تیمی ہیں اور ماں حضرت ام رومان کنانیہ گویا آپ باپ کی طرف سے تیمیہ اور ماں کی جانب سے کنانیہ ہیں حضرت ابو بکر کا نسب خلفائے ثلاثہ میں بہترین نسب ہے۔

ولادت } آپ کا سنہ ولادت نہ صرف اہل تاریخ کے حافظہ سے باہر ہے بلکہ آپ کو خود بھی صحیح سنہ یاد نہ تھا چنانچہ آپ نے فرمایا ہے کہ سنہ نکاح میں میں چھ یا سات برس کی تھی اسی حدیث کی بنا پر سال ولادت [2] سنہ نبوت کو ہونا چاہیے [2] سنہ یا سنہ نبوت والی روایت قابل نظر ہے اسلیے کہ قریب قریب روز وفات آنحضرت صلعم حضرت عائشہ کی عمر بے اختلاف اٹھارہ سال کی تھی لیکن آپ کی وفات کے وقت (سنہ ۵۸ھ) آپ کی عمر تریسٹھ سال کی کہی جاتی ہے اور یہ بھی شبہ سے خالی نہیں۔

کمسنی اور نکاح } میں نے جس اخلاق کے اختلاف کا ذکر کیا اسکا ایک کھلا ہوا محل یہ بھی ہے حضرت نیاز فتحپوری آپ کے بچپن کو عموم اطفال سے ممتاز بتاتے ہیں لیکن افسوس ہے کہ اسکی تائید میں نہ کوئی واقعہ وہ پیش کر سکے اور نہ حقیقی الفاظ میرے پاس موجود ہیں۔ ہاں جس کھیل کود کے واقعہ کو نیاز صاحب اس دعوے کے بعد لکھتے ہیں اسکو میں اپنی قومی بچیوں کے لیے ہرگز قابل تقلید نہیں بنا سکتی یہ واقعہ گڑیوں سے کھیلنے پر منحصر ہے میرے نزدیک وحدت پرست گھر کی لڑکیوں کو اس بت پرستانہ کھیل میں ہاتھ بھی نہ لگانا چاہیے اور انکو اپنا یہ وقت تعلیم دینی و دنیوی میں صرف کرنا چاہیے جو انکے لیے دونوں جہان میں باعث خیر ہے۔

حضرت عائشہ سے عقد کی وہی بنا ہے جبکہ میں ام المومنین سودہ کے حالات میں مکمل قلمبند کر چکی ہوں یعنی خولہ بنت حکیم نے وفات خدیجہ سے آپ کو ملول پا کر عقد کا مشورہ دیا جب آپ نے دریافت فرمایا کہ کس سے عقد کروں تو خولہ نے کہا چاہے دوہاجو (سودہ) [3]

[illegible]

یا ابن بیاہی (عائشہ) سے آنحضرت ؐ نے دونوں بی بیوں کے لیے پیغام دینے کی اجازت دیدی

ہیں سودہ بنت زمعہ کے حالات میں اس روایت کی صحت کے متعلق اپنا معذورانہ خیال ظاہر

کرچکی ہوں۔

اجازت کے بعد خولہ بنت حکیم حضرت ابوبکر کے گھر میں آئیں اور حضرت ام رومان کو مژدۂ

خیر وبرکت کے ساتھ آنحضرت کی طرف سے پیام دیا مگر اُسوقت حضرت ابوبکر گھر میں نہ تھے

اسلیے کچھ دیر انتظار کرنا پڑا جب آپ تشریف لائے تو دوبارہ یہ پیغام دیا گیا آپ نے فرمایا

کہ بھلا بھائی کی بیٹی سے بھی کہیں نکاح ہوا کرتا ہے (حضرت ابوبکر کا تفقہ اس واقعہ سے

اچھا خاصا نظر آتا ہے یعنی آپ برادر دینی کی اولاد کو ایک دوسرے پر حرام جانتے تھے

جسکے یہ معنی ہوے کہ غیر مذہب کے سوا مسلمان کا عقد ہی نہو سکتا) آنحضرت ؐ سے

جب اس خواب کا ذکر آیا تو آپ نے فرمایا کہ ابوبکر برادر دینی ہیں اور ایسے بھائیوں کی

اولاد سے عقد ہوسکتا ہے۔ حضرت عائشہ[1] کی نسبت جبیر بن مطعم کے لڑکے سے ٹھہر چکی

تھی اسلیے حضرت ابوبکر کو دوبارہ بھی تشویش لاحق ہوئی مگر یہ نسبت جلد قطع ہوگئی

اور ماہ شوال میں عقد ہوگیا۔

یہ عقد نہایت خاموشی سے عمل میں آیا یہانتک کہ حضرت عائشہ کو بھی اسکا مطلق علم

نہ تھا چنانچہ آپ فرماتی ہیں کہ جب میرا نکاح ہوا ہے اُسوقت میں لڑکی یا لڑکوں[2] کے ساتھ

کھیل رہی تھی پھر مجکو پردہ میں بٹھایا گیا تو میں سمجھی کہ میرا نکاح ہوگیا ہے اسکے بعد میری

ماں نے مجھ سے بتا بھی دیا اسی طرح رخصتی میں ولیمہ کا رسم بھی ادا نہیں کیا گیا اگرچہ اور

تمام نکاحوں میں آنحضرت ؐ نے یہ رسم پوری کی ہے۔ اسماء بنت[3] عمیس ناقل ہیں کہ حضرت عائشہ

کے ولیمہ میں صرف ایک دودھ کا پیالہ تھا جو خود آنحضرت ؐ نے نوش فرمایا اور کچھ حصہ حضرت

عائشہ کو دیا۔ مہر بھی آپ کا حیرت ناک ہے جو تمام ازواج نبی میں کسی سے نسبت نہیں رکھتا

[1] طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۳۹ [2] اصابہ ج ۸ ص ۱۴۰ [3] طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۳۹ -

درانحالیکہ کہا جاتا ہے کہ شوق سے آنحضرتؐ نے صرف یہی نکاح کیا تھا اور یہی بی بی آپ کی محبوب بی بی ہو کر ہم ردیف رہیں اور باقی سب تو صرف برائے بیت تھیں۔ لیکن تمام ازواج کا مہر کم سے کم چارسو درہم تھا اور حضرت عائشہؓ کا مہر صرف گھر گرستی کے اشیاء پر باندھا گیا تھا جسکی قیمت پچاس یا پچاس درہم سے بھی کم تھی جو ہمارے یہاں کے حساب سے کل بارہ تیرہ روپیہ کے برابر ہوتا ہے اور اتنا مختصر مہر متعہ کے سوا نکاح کے لیے موزوں نہیں کہا جاسکتا آپ کی کمسنی کے کھیل کود کے قصے طولانی ہیں جنکا سلسلہ آپ کے دولتسرا (مکہ) سے خانۂ رسالت (مدینہ) تک مسلسل نظر آتا ہے چنانچہ آپ نکاح کے وقت بھی کھیل رہی تھیں اور دولتسرائے نبوت میں بھی آپ کی ہمجولیاں جمع رہتی تھیں اور گڑیوں کا کھیل ہوتا تھا یہ گڑیاں مکان کے ایک حصہ میں اپنا پرستان الگ جمائے رہتی تھیں اُن میں ایک پر دار گھوڑا بھی تھا جسکو دیکھ کر آنحضرتؐ نے ایک روز پوچھا کہ یہ گھوڑے کے پر کیسے تو حضرت عائشہؓ نے کہا یہ حضرت سلیمانؑ کا گھوڑا ہے اسپر آنحضرتؐ ہنسنے لگے۔

حضرت عائشہؓ نے گھوڑے کے پروں کی جو وجہ بیان فرمائی یہ نہ تو صداقت پر محمول ہے نہ اسمیں آپ کے اُس علم کا اظہار ہے جو زنان عالم کے علم سے راجح تھا اسلیے کہ حضرت سلیمانؑ کے پاس کوئی گھوڑا ایسا نہیں بتایا جاتا۔ البتہ اولاد کی تعلیم سے بیخبر ماں باپ رات دن جھوٹی کہانیاں کہہ کر یا اپنی اولاد کو جاہلوں کی صحبت میں چھوڑ کر بچپنے ہی سے ایسے جاہلانہ خیال پیدا کرا دیتے ہیں۔ آج بھی ہندوستان کے سیکڑوں بچے راجہ اندر کی طلسمی زندگی اور پُر اسرار قوت کے دل سے قائل ہیں۔ اور جب وہ اپنے وہم کو رسا کرتے ہیں تو خواجہ عمر بن اُمیہ ضمیری زنبیل سمیت اُڑتے ہوئے تخت پر افراسیاب کے پل پر پرداد اور دریائے خوان رواں کے پار نظر آتے ہیں۔ درانحالیکہ اسکا وجود کسی فہیم انسان کے ذہن میں نہیں ہے۔ حضرت عائشہؓ بھی بچہ تھیں اور جاہل عربوں کی صحبت میں رہی تھیں

اگر انکے خیال میں کسی پردار گھوڑے کی تصویر ہو تو کوئی تعجب خیز بات نہیں ہے اسی طرح حضرت عائشہ کو عرب کے اُن تمام کھیلوں میں حصہ لینے کا حق تھا جسکو اطفال عرب کھیلتے تھے اسلیے کہ سوسائٹی کا اثر ناگزیر ہے مگر سمجھ میں نہیں آتا کہ آنحضرتؐ سے موحد نے اس بت پرستانہ کھیل کی اجازت کیونکر دی اور پھر لطف یہ کہ آپ سوال فرما کر او جواب پر ہنس ہنس کر ہمت افزائی بھی فرماتے رہے۔ میں تو حرم خدا کے بعد حرم رسول کو دوسرے درجہ پر جانتی ہوں اور مسجد سے کچھ کم محترم نہیں سمجھتی میں نہیں جانتی کہ خانۂ خدا سے آنحضرتؐ نے پتھر کے بت کیوں نکالے اور اپنے گھر میں ان کپڑے کے بتوں کو کیوں جگہ دی اگر گھر میں ان کو امان دیجا سکتی تھی تو نمازیوں کی آستین کے آشیانوں میں بھی رہنے دیا ہوتا۔ میں کیا کروں کہ مجھے اس روایت پر اعتبار نہیں ہوتا چاہے حضرت عائشہ کے اظہار محبت کو نقصان ہی کیوں نہ پہونچے لیکن یہ حدیث صحیح نہیں کہی جا سکتی اسپر دلیل یہ ہے کہ اگر یہ کھیل جائز و قابل پسند ہوتا تو کمسن زوجہ کے علاوہ چھوٹی سی بیٹی (فاطمہ) بھی کھیلتی حسنؑ و حسینؑ و زینبؑ و ام کلثومؑ کے یہاں بھی گڑیاں گڈے ہوتے مگر آپ یقین رکھیں کہ بت شکن علیؑ کا گھر ان نجاسات سے پاک و پاکیزہ تھا اور یہی بڑی دلیل ہے کہ جب اولاد اور بیٹی کو ایسے کھیلوں کی اجازت نہ تھی تو حضرت عائشہ ماں ہو کر کیونکر کھیل سکتی نہیں۔ اور اسکو آپ خود تجویز فرمائیں کہ حضرت عائشہ و سیدہ میں کس کا فعل قابلِ تقلید کہا جا سکتا ہے۔

ان ہی محبت کے کرشموں میں یہ واقعہ بھی یاد رکھنے کا ہے کہ خدا نے حضرت جبرئیل کے ہاتھ ایک پارچہ حریر پر حضرت عائشہ کی تصویر کھینچ کر بھیجی یہ گویا ابتدائے عشق کا نظارہ تھا اور اس سے بھی بالاتر یہ کہ آنحضرتؐ کو فراق خدیجہ میں ملول پا کر حضرت جبرئیل حضرت عائشہ کا ہنڈولا اُٹھا لائے اور آنحضرتؐ کو صورت دکھا کر فرمایا کہ یہ تمھارے غم کو دور کرے گی اور خدیجہ کی بعدیت کا شرف حاصل کرے گی اس دن سے آنحضرت خانہ

حضرت ابوبکر کے پھیرے لگانے لگے اور حضرت عائشہ کی والدہ (ام رومان) سے انکی حراست و
حفاظت کی وصیتیں فرمانے لگے ان وصیتوں نے حضرت عائشہ کی منزلت اُنکے گھر والوں میں بڑھادی تھی اسی زمانے میں ایک روز آنحضرتؐ تشریف لائے تو آپ نے حضرت عائشہ کو اُنکے دروازے پر دردناک انداز سے روتے دیکھا (حضرت عائشہ سی محبوب روے اور آنحضرتؐ نہ روئیں یہ ناممکن تھا) چنانچہ آپ بھی رونے لگے اسکے بعد سبب پوچھا تو حضرت عائشہ نے اپنی ماں کی شکایت کردی آنحضرتؐ نے ام رومان سے کہا کہ تم نے میری وصیتوں کو ضائع کردیا (عائشہ کو رولادیا) ام رومان نے عرض کی یا رسول اللہؐ یہ (عائشہ) اپنے باپ (ابوبکر) سے میری چغلی کھاتی ہیں اور وہ مفت مفت مجھ پر غصہ اُتارتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ چاہے انکی چغل خوری بھی جاری رہے مگر تم انکو نہ رولاؤ۔

اس روایت سے اگر حضرت عائشہ کو ہوائے پر جبرئیل کھلانا اور مختصر سی معراج سے آنحضرتؐ کا ہمردیف بنانا اور خانہ حضرت ابوبکر کو مہبط ملک مقرر کرنا اور آنحضرت کی انتہائی محبت کا اعلان کرنا مقصود ہے تو کوئی نقصان نہیں حضرت عائشہ ہمارے پیمبر کی زوجۂ محترمہ ہیں انکے فضائل کی کثرت ہمارے لیے باعث فخر و مسرت ہے اور اس سے بھی قطع نظر کرلی جائے تو یہ معتقدات ہیں جن میں فرقہ وارانہ جذبات کا ہونا ضروری ہے اور پھر یہ روایت تو خصوصیت سے حضرت عائشہ کے خاندانی غلام سے مروی ہے اور اگر اُسنے خلاف واقعہ بھی بیان کرکے اپنے مالکوں کی عزت افزائی چاہی ہو تو یہ اسکی نمک حلالی اور وفاداری کی اچھی نظیر کہنے کے قابل ہے۔ حقیقۃً اس روایت میں تھوڑے سے کذب کی گنجائش نظر آتی ہے خصوصاً وہ مقام جہاں فرشتہ (جبرئیل) کی زبان سے کہلوایا گیا ہے کہ حضرت عائشہ خدیجہ کی بعدیت کا شرف حاصل کریں گی اسلیے کہ یہ بالکل واقعہ کے خلاف ہے اور یہ بعدیت کا شرف صرف سودہ بنت زمعہ کے لیے تھا اور اگر اس سے عموم بعدیت مقصود ہے تو ...

نسب خدیجہ کے بعد تھیں لیکن ظاہر ہے کہ حدیث بیان کرنے کی جلدی میں ماحول پر نظر کرنا اور واقعہ کو بھول جانا کوئی قابلِ گرفت غلطی نہیں ہے ایسا تو ہوتا ہی آیا ہے لیکن اسکا افسوس ضرور ہوتا ہے کہ اس واقعہ سے آنحضرت ص کی منزلت کا تناسب قائم نہیں ہوتا۔ آپ کا حضرت عائشہ کے لیے حضرت ابوبکر کے گھر کے چکر لگانا بغیر نکاح و متعہ کسی شریف گھر کی لڑکی سے اظہار محبت کرنا پھر انتہائے محبت میں چغل خوری ایسی بدعادت سے چشم پوشی کرنے کا فتویٰ دیدینا جو نتیجہ میں حضرت عائشہ کے لیے مضرت رساں بھی ہو نہایت نامناسب الزام ہیں جو غیر قوموں کے لیے بات کا تبنگڑ بنانے میں مددگار ثابت ہونگے۔

رہا میرا فرقہ (شیعہ) وہ اخلاق کے لیے نقطۂ عدالت تجویز کرتا ہے تو نبی کا عاشق ہونا کہاں تسلیم کرے گا اسلیے کہ عشق افراط محبت کا نام ہے اور افراط و تفریط دونوں اخلاقی کمزوریاں ہیں لیکن اسقدر میں ضرور عرض کرونگی کہ حضرت عائشہ کی محبت دوسرے طریقوں سے بیان ہو سکے تو کبھی ایسا طرز اختیار نہ کرنا چاہیے جس سے وہ نبوت ہی مٹ جائے جس کا اتصال خود حضرت عائشہ کی دھوم دھام کا سبب ہے حضرت عائشہ کی رضاعت کا فرض ابوالقعیس[1] وائل کی بی بی نے پورا کیا اور آپ کے رضاعی چچا حضرت افلح[2] شادی کے بعد بھی حضرت عائشہ کے پاس آتے جاتے رہتے تھے اور آپ ان کے سامنے ہوتی تھیں حضرت افلح کی آمد و رفت نے بڑے بڑے صحابہ سے گہری محبت و الفت پیدا کر دی تھی۔

ہجرت حضرت عائشہ اپنے[3] بھائی حضرت عبداللہ بن ابی بکر کے ہمراہ مکہ معظمہ سے مدینۂ مشرفہ تشریف لائیں راہ میں میدان[4] منیٰ میں ایک حادثہ پیش آیا یعنے جس اونٹ پر آپ اپنی والدہ کے ہمراہ سوار تھیں وہ بھڑک اُٹھا اور دونوں ماں بیٹیوں کو لے کر تیزی سے بھاگا حضرت ام رومان اس سے بہت پریشان ہوئیں اور ہائے مری بچی ہائے میری دلہن کہہ کہہ کر رونے لگیں (کیونکہ رخصتی کا زمانہ قریب تھا اور آپ کو شادی کی بڑی آرزو تھی) غرض خدا نے اپنا

---

[1] صحیح بخاری [2] ایضاً [3] طبقات ج ۸ ص ۴۳ [4] ایضاً۔

قتل کیا اور ساوٹ آپ نے سفر تمرنے سے باز آیا اور یہ لوگ صحیح سالم مدینہ منورہ میں پہونچ گئے اور محلہ بنو حارث میں حضرت ابوبکر کے ساتھ رہنے لگے یہ وہ زمانہ تھا جب مسجد نبوی کے گرد مکان بنائے جا رہے تھے اسوقت حضرت اہلبیت ہمراہ تھے اور اصحاب مختلف محلوں میں جہاں بھی گنجائش تھی مقیم تھے - اسی زمانے میں حضرت عائشہ پر دوسرا حادثہ یہ پیش آیا کہ اب سخت علیل ہوئیں اور بیماری کی شدت میں سر کے بالوں نے بھی ساتھ چھوڑ دیا۔

رخصتی } مدینہ منورہ میں تشریف لاکر آنحضرتؐ کی بیچارگی کے مصائب تو ختم ہو گئے تھے مگر آپ کی کد و کاوش کے مرحلے روزانہ تازہ بتازہ اور نو بنو تھے آپ کے سامنے ایک عظیم الشان نقشۂ عمل تھا جسکا تعلق آپ کی ذات کے علاوہ تمام اُس قوم سے تھا جو آپ کے ہاتھ یا آپکے نام پر ایمان لانے والی تھی آپ کا تخیل مدینہ و مکہ یا عرب کے جزیرہ نما ہی تک محدود نہ تھا بلکہ کسریٰ پرویز کے عجمی قصر اور روما کے سُنہری محل اور ہندوستان کی راجدھانیاں اسکے حصار میں محصور تھیں - اتنے بڑے کام کا تہیہ کرنے والا حضرت عائشہ کی طرف متوجہ ہونے کا کسقدر وقت پا سکتا ہے۔ یہ اس سے ظاہر ہے کہ آنحضرت برابر سات ماہ تک حضرت عائشہ کا کوئی ذکر نہ کر سکے یہانتک کہ آخر حضرت ابوبکر کو خود ہی رخصتی کی دعوت دینی پڑی اور آپ نے عرض کی کہ یا رسول اللہؐ اب آپ اپنی عروس کو رخصت کیوں نہیں کرائے آپ نے پھر بھی عذر فرمایا اور کہا میرے پاس ادائے مہر کے لیے کچھ نہیں ہے حضرت ابوبکر نے کہا کہ (اُلٹا) مہر بھی میں حاضر کرتا ہوں - یہ واقعہ بھی جلد ایمان لے آنے کے قابل نہیں ہے حضرت عائشہ کا مہر بیان ہو چکا - یہاں راوی حضرت ابوبکر کی منزلت کو نہیں سمجھتا لاکھ دوستی و محبت سہی لیکن کوئی بیٹی کا باپ اپنے لخت جگر کی رخصتی کا تقاضہ نہیں کر سکتا اور پھر وہ بھی خود والد سے - پھر اگر غریب گھر کی لڑکی ہو تو کہا جا سکتا ہے کہ مفلسی نے مجبور کر دیا حضرت ابوبکر کی دولت کے ڈنکے آجتک گرج رہے ہیں - البتہ یہ ممکن ہے کہ حضرت ام رومان کے اصرار نے آپ کو مجبور کیا ہو کیونکہ ماں کی حسرت اگر دنیا میں کچھ ہو سکتی ہے تو وہ صرف اولاد کا

سلہ ارشاد الساری شرح صحیح بخاری سلہ طبقات ج ۸ ص ۴۳ -

[illegible]

اسی سبب سے حضرت ام رومان حضرت عائشہ کو موٹا کرنے کی لگاتار زحمت اُٹھا رہی تھیں تاکہ جلدی سے رخصتی کر سکیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا خود فرماتی ہیں کہ مجھے میری ماں ککڑی اور کھجوریں کھلایا کرتی تھیں تاکہ میں جلدی سے موٹی ہو جاؤں اور یہ علاج مفید بھی ہوا میں جلدی سے موٹی تازی ہو گئی۔ چونکہ یہ واقعہ حضرت عائشہ کی کمسنی کا تھا اسلیے آپ کو صرف دو ہی چیزیں ککڑی اور کھجوریں یاد رہیں ورنہ حضرت ابوبکر کے گھر ہُن برس رہا تھا ایسی معمولی چیزیں تو اُنکے لونڈی غلام کھاتے ہوں گے اور حضرت عائشہ کے لیے سیکڑوں مقویات ہر وقت موجود رہتے ہوں گے۔

آخر یہ مرادوں کا دن ماہ شوال میں آیا یہ وہی شوال تھا جسکی ربیع اول میں آنحضرت صلعم نے ہجرت فرمائی تھی گویا آٹھ ماہ کے بعد حضرت عائشہ کی خاموش رخصتی عمل میں آئی۔ آپ کا عقد بھی شوال میں ہوا اور رخصتی بھی شوال میں ہوئی اسلیے آپ چاہتی تھیں کہ اور شادیاں بھی اسی مہینے میں ہوا کریں چنانچہ فرمایا کرتی تھیں کہ تم لوگوں نے کیا نہیں دیکھا کہ آنحضرت کے ازواج میں مجھ سے بڑا اور کوئی دوسرا حصہ دار نہ تھا اور میرا نکاح و رخصتی دونوں اسی (شوال) ماہ میں ہوئے تھے۔

آپکی آمدنی و مالیات

آنحضرت صلعم کے ذاتی فقر و فاقہ کا اعتبار ہماری روحانیت میں اسطرح راسخ ہے کہ ازواج نبی و امہات مومنین کی دولتمندی کا یقین آنا دشوار ہے مگر کیا آپ اپنے عقیدے کو کبھی یوں بھی صرف کر سکتے ہیں کہ آنحضرت صلعم عامۂ اسلام کے لیے رحمت تھے آپ کی ذات کسی کے لیے باعث زحمت نہیں ہو سکتی۔ یہ ظاہر ہے کہ جس شخص کے پاس ایک بیوی کے کھلانے کو پیسہ نہو وہ متعدد ازواج کرنے میں حق بجانب نہیں کہا جا سکتا اسلیے ہرگز یہ خیال نہیں کیا جا سکتا کہ آپ کے ازواج سخت تنگ دست اور محتاج تھے بلکہ آپ نے اُنکے

[illegible]

نفقہ کے لیے بڑی بڑی زمینیں عطا کر دی تھیں اور وہ اُسمیں اچھی طرح بسر کرتی تھیں۔ رہے خود آنحضرتؐ اور وہ خاندان والے جو فطرت نوری سے لے کر انتقال جسم عنصری تک نوری شخصیت کے مالک تھے وہ بحکم یا ایھا الرسل کلوا من الطیبات الخ اپنی غذا آسانی سے دو وقتہ حاصل نہ کر سکتے تھے اسلیے کہ اکل حلال و اکل طیب میں عظیم فرق ہے۔ اسی بنا پر آنحضرتؐ فاقے بھی کرتے تھے اور آپ کی زندگی بھی محتاجی کے اصول پر سادہ تھی اور صرف آپ کی عترت اس مرتبہ میں آپ کے ساتھ تھی۔ ازواج نبی عمدہ لباس سے بھی آراستہ رہتی تھیں اور طلائی و نقرہ زیور بھی استعمال کرتی تھیں مگر سیدۂ عالم نہ خود یہ اشیاء استعمال کرتی تھیں اور نہ اُنکے لیے اسکا حکم تھا اسلیے کہ یہ ذوات مقدسہ جسطرح نشاۃ نور میں متحد الحال تھے اسی طرح دُنیائے آب و گل میں بھی ایک ذرہ برابر آنحضرتؐ کے اور اپنے درمیان تمیز و امتیاز پیدا نہیں کر سکتے تھے۔ یہی بنا ہے کہ آیۂ مباہلہ میں نہ کوئی محبوب زوجہ جان و روح نبی اور نہ کوئی گہرا یا اچھا دوست نفس رسولؐ ہو سکا وہی علیؑ مقام نفس پر آئے جنکے لیے آیت قرآن سے پہلے آنحضرتؐ فرما چکے انت منّی و انا منک (تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں) پھر ایک ایسی ہی حدیث اور وارد ہوتی ہے جو اس پنجتنی سلسلہ کی آخری کڑی سے تعلق رکھتی ہے حسینؑ منّی و انا من الحسین (حسینؑ مجھ سے ہیں اور میں حسینؑ سے) پہلے علیؑ کے لیے کہا گیا اور پھر حسینؑ کے لیے کیونکہ جو نفسیت اول و آخر میں سرایت کرتے نظر آئے گی اوساط (فاطمہؑ و حسنؑ) میں بھی اُسکا ہونا یقینی ہے۔

حضرت عائشہ کی فارغ البالی حیات رسولؐ میں بھی تھی اور آپ کے بعد برابر زیادہ ہوتی گئی سہم خیبر کے زمینات سے آپ کو اچھی رقم ملتی تھی اُسپر حضرت عمر نے ازواج کی بہ نسبت آپ کو سالانہ دو ہزار درہم زیادہ دینا منظور فرمائے تھے تمام ازواج کو دس دس ہزار اور حضرت عائشہ کو بارہ ہزار درہم ملا کرتے تھے اور جب اسکا سبب دریافت کیا گیا تو حضرت عمر نے فرمایا کہ حضرت عائشہ آنحضرتؐ کی پیاری بیوی ہیں اسکے علاوہ مزید رعایات بھی آپکی طرف سے

روادار کھے جاتے تھے مال غنیمت (جسکا عہد حضرت عمرؓ میں کوئی ٹھکانا نہ تھا) میں سے بھی اکثر

نایاب ونادر اشیا حضرت عائشہ کو تحفۃً تحفۃً دیدیے جاتے تھے جیسے غارت ایران سے ایک

موتی[۵۱] کی ڈبیا آئی تھی اور وہ حضرت عمرؓ نے حضرت عائشہ کے حوالے کردی۔ یہ رعایت صرف

حضرت عمرؓ کی مہربانی کے اجتہادات تھے جنکا مدعا بار احسان سے دبا لینا تھا ورنہ مال غنیمت میں

تصرف کرنا یا زیادتی تنخواہ کا سبب زیادتی محبت رسولؐ کو قرار دینا کوئی شرعی مطابقت

پیدا کرنے سے قاصر ہے اور نہ یہ دستور خلافت کے کسی دور میں برتا گیا ورنہ شاید کوئی اور بھی

ایسا مل سکتا جس سے آنحضرتؐ کی محبت اتنی زیادہ تھی کہ خود حضرت عائشہ بھی قائل تھیں

اسکے علاوہ ہدیہ بھی کثرت سے لیے جاتے تھے اور یہ رقم لاکھوں کے وارے نیارے

کرنے میں حضرت عائشہ کی معین تھی۔ یہ ہدیہ تقریباً ویسے ہی ہوتے تھے جیسے خداوندان

لندن کو ہندوستان کے کالے آدمی ڈالیاں دیا کرتے تھے اور جبکو اب قانون نے ممنوع

قرار دیدیا ان ہندی ڈالیوں اور عربی ہدیوں میں اتنا ہی فرق ہے جیسا کہ ایک اور غریب کے ذائقہ میں

غرض ان تمام رقموں کی آمد سے آپ کی ڈھیوڑی آباد رہتی تھی اور اس کا بڑا حصہ

حدیث کے راویوں اور آپ کے خاندان والوں پر صرف ہوتا تھا۔ آپ خود بھی خوش خوراک

وخوش پوشاک تھیں عطر وزعفران کا استعمال کثرت سے پایا جاتا ہے لباس اسقدر گلنار اور

شوخ[۵۲] رنگ ہوتا تھا کہ راوی اسکو شعلۂ جوالہ[۵۳] سے تعبیر کرتا ہے انمیں بعض دوپٹے زرتار اور خز

کی بھی تھیں جو قیمتی اور عمدہ کہی جا سکتی ہیں اور ان کو آپ حالت احرام میں بھی اوڑھتی تھیں

اسی اعتبار سے طلائی قلادہ کنگن[۵۴] پازیب[۵۵] اور گھر گرستی کے اشیا رکھی امیرانہ ٹھاٹھ سے موجود تھے

آپ کی سخاوت کی سب سے بڑی سخاوت یہ ہے کہ آپنے حضرت عمرؓ کو آنحضرتؐ کے قریب اپنے

حجرے میں اور اس زمین پر قبر عطا کی جو اپنے لیے رکھ چھوڑی تھی اور یہ معاملہ حضرت عمرؓ نے اپنے

---

۵۱ مستدرک حاکم ۱۲ ۵۲ طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۴۶ - ۵۳ ایضاً ۵۴ روضۃ الصفا ج ۲ صفحہ ۲۴۷

اپنے صاحبزادے حضرت عبداللہ کی معرفت اپنی حیات ہی میں طے کر لیا تھا مجھے یہ نہیں معلوم کہ حضرت عائشہ نے یہ زمین گوہری ڈیہ اور تحفہ جات لینے سے پہلے عطا فرمائی تھی یا بعد لیکن آپ نے ابتداءً یہ عذر ضرور کیا تھا کہ یہ جگہ تو میں نے اپنے لیے رکھی تھی پھر آپ راضی ہوگئیں۔

زر گر بہر فولاد نہی نرم شود

حضرت عروہؓ بن زبیر (آپ کے بھانجے) ناقل ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ کو ستر ہزار درہم بیک وقت تقسیم کرتے دیکھے اس حالت میں کہ آپ اپنا دامن اٹھائے ہوئے تھیں۔

ام درہؓ ایک لاکھ درہم لائیں آپنے سب کے سب تقسیم کر دیے۔ ام درہ نے کہا کہ آپنے انمیں سے اتنا تو رکھ لیا ہوتا کہ افطاری کے لیے گوشت آجاتا۔ آپنے فرمایا کہ تم نے پہلے کہا ہوتا تو یہ بھی کرتی۔ یہ واقعات بھی ازواج نبیؐ کی فارغ البالی کے لیے دلیل ہیں۔

عبادت و للہیت عنؓ قاسم بن محمد بن ابی بکر ان عائشۃ کانت تصوم الدھر حضرت عائشہ کے بھتیجے فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہ ہمیشہ روزہ رکھتی تھیں آپ کے مزاج میں نسیان نہ تھا کیونکہ آپ سے اسقدر حدیثیں روایت کی گئی ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ کے سوا کوئی دوسرا آپ کا جواب نہیں دے سکا مگر یہ واقعہ کم سے کم اکیلی شہادت پیش کرتا ہے کہ آپنے اور حضرت حفصہؓ نے ساتھ ساتھ روزہ رکھا اتفاق سے اس دن کوئی ایسا مزے دار کھانا سامنے آگیا جو آپ دونوں کو بہت پسند تھا لہٰذا آپ دونوں نے روزے توڑ ڈالے۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ جب آنحضرتؐ تشریف لائے تو حضرت حفصہ نے مجھ سے پہلے یہ مسئلہ اُن سے پیش کر کے پوچھ لیا کہ اسکی قضا رکھنا چاہیے کیونکہ وہ اپنے باپ کی بیٹی تھیں (یعنے نہایت چالاک)۔ آنحضرتؐ ماہ مبارک رمضان کی آخری تاریخوں میں اعتکاف فرمایا کرتے تھے حضرتؓ عائشہ فرماتی ہیں کہ ایک روز آنحضرت جو برآمد ہوئے تو انھوں نے

۱؎ طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۴۵ ۲؎ اصابہ ج ۸ ص ۱۴۱۔ ۳؎ طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۴۷۔

میرا اور حفصہ اور حضرت زینب بنت حجش کے خیمہ اعتکاف الگ الگ دیکھ کر اصحاب سے فرمایا کیا تم یہ جانتے ہو کہ یہ خیمہ ثواب کی نیت سے کھڑے کیے گئے ہیں یعنی ان میں للّٰہیت تو شاک نہیں ہوتا یہ کی صندم ضدا ہے۔

مذاح و حاضر جوابی ایک عورتؓ نے آپ کو ماں کہہ کر پکارا آپ نے فرمایا میں تمہاری نہیں تمہارے مردوں کی ماں ہوں۔ ایک روز حضرت عائشہ نے آنحضرتؐ سے پوچھا کہ یا رسول اللہؐ اگر آپؐ ایسے دو درختوں کے پاس پہونچیں جنمیں سے ایک درخت سے لوگ اپنے اونٹ چرا چکے ہوں اور ایک سے نہ چرایا ہو تو آپ اپنا اونٹ کس سے چرائینگے آنحضرتؐ نے فرمایا ایسے درخت سے اپنے اونٹ کو چراؤں گا جس سے کسی نے نہ چرایا ہو حضرت عائشہ نے یہ تلمیح اپنی سوتوں کے لیے کی تھی کیونکہ اور سب دوہاجرا اور آپ کنواری تھیں جب حضرت معاویہ نے سیاسی مصالح کے ماتحت زیادؓ ابن ابیہ کو اپنا بھائی تسلیم کرلیا تو زیاد نے چاہا کہ وہ حضرت عائشہ سے فرضی سند حاصل کرلے چنانچہ اُس نے حسب قاعدہ عرب ایک خط لکھا جس کے سرنامہ پر لکھا گیا کہ یہ خط ہے زیاد ابن ابی سفیان کی طرف سے مقصود یہ تھا کہ حضرت عائشہ جواب میں اسکو لکھ دیں کہ یہ خط ہے زیاد ابن ابی سفیان کی طرف مگر آپ اس رمز کو سمجھ گئیں اور آپ نے لکھا کہ من عائشہ ام المومنین الی ابنہا زیاد۔

پردہ داری ایک مرتبہؓ اسحٰق نابینا حضرت عائشہ کی خدمتمیں تشریف لائے تو حضرت عائشہ چھپ گئیں اسحٰق نے عرض کی کہ میں تو نابینا ہوں آپ نے پردہ کیوں کیا حضرت عائشہ نے فرمایا اگر تم مجھ کو نہیں دیکھ سکتے تو میں تو تم کو دیکھ سکتی ہوں۔ مجھے نہیں معلوم کہ یہ واقعہ جنگ جمل سے قبل کا ہے یا بعد کا جبکہ آپ ہزاروں نامحرموں میں کھڑی ہوئی اصحاب امیرالمومنین کی صفوں پر سنگ ریزے پھینک رہی تھیں۔

لیکن چاہے عام اُمت سے پردہ ہو یا نہو کم سے کم آپ حسنینؑ سے پردہ کرتی تھیں ابن عباس

کی بچاتے تھے کہ نواسوں سے پردہ نہیں چاہیے ہے لیکن آپ پردہ کرتی تھیں۔ میرے خیال میں آپ کو اپنا چہرہ دکھانا چاہیے شریعت کے اعتبار سے جائز ہو مگر آپ کے حالاتِ قلب حسنین ع کا چہرہ دیکھنے کی اجازت نہ دیتے ہونگے اس مقام پر پردہ کا حکم جو امام مالک و امام ابوحنیفہ کی طرف سے دیا گیا ہے نقل کر دینا مناسب ہے۔

قال ابو حنیفة و مالك الرجل یتزوّج للمراة فلا یحلّ لولده ولا لولد ولده من الذکور ان یتزوّجها ابدا الا ھم ولا اولادھم ولا اولاد بناتھم وھذا المجمع علیه	امام ابوحنیفہ اور مالک فرماتے ہیں کہ (زید) نے جس عورت سے نکاح کیا وہ عورت نہ تو زید کے بیٹے پر حلال ہے نہ پوتے پر نہ عقاب زید پر وہ سب کے لیے حرام موبد ہے اور نہ زید کے نواسوں پر حلال ہوگی یہ مسئلہ مجمع علیہ ہے۔
آنحضرت کی محبت { عن عمر ابن عاص قال قلت رسول اللہ ص ای الناس احب الیك قال عائشة قلت فمن الرجال قال ابوھا۔	حضرت عمر عاص فرماتے ہیں کہ میں نے آنحضرت سے پوچھا کہ تمام لوگوں میں آپ کسکو زیادہ چاہتے ہیں آپنے فرمایا عائشہ کو میں نے پوچھا کہ میرا مطلب مردوں سے تھا آپنے فرمایا کہ عائشہ کے باپ کو

حضرت عمر عاص جس شخصیت کے بزرگ ہیں اس سے انصاف پسند طبقہ کافی طور سے آگاہ ہے اور جو آپ کی سیرت کا مطالعہ کرنا چاہے وہ میدان صفین میں آپ کو ایک نظر دیکھ لے یہی وہ میدان ہے جسمیں بقول خود آپ نے اپنے دین (طرفداری علی ع کو) اپنی دُنیا (ہمراہی معاویہ) کے ہاتھ چند روپوں پر بیچ ڈالا تھا جو شخص ایسی کمزور طبیعت و شہرت و لالچ کا مالک ہو اگر اس نے حضرت معاویہ کے حدیث ساز عہد میں اُنکی لمیٹڈ کمپنی کا کوئی حصہ اس مختصر قول کے عوض مول لے لیا ہو تو چنداں قابل تعجب نہیں ہے اسلیے کہ یہ قول خود حضرت عائشہ اور دیگر اصحاب کے قول کے خلاف ہے حضرت عائشہ سے جب یہی سوال ہوا ہے تو آپ نے عورتوں میں حضرت سیدہ عالم اور مردوں میں اُنکے شوہر علی ع ابن ابیطالب کو محبوب ترین اشخاص بتایا ہے۔ لیکن حضرت عمر عاص روشن خیال و زمانہ شناس آدمی تھے آپ حضرت معاویہ کے عہد میں علی ع و فاطمہ ع کو آنحضرت ص کا سب سے زیادہ محبوب بتا کر اپنے مالیات کو

کمزور نہ کر سکتے تھے۔

(۲) عن ہشامؒ بن عروۃ عن ابیہ عروۃ عن
عائشۃ کان الناس یتحرون بھدایاھم یوم
عائشۃ قال قالت فاجتمع صواحبی الی اُم
سلمۃ فذکرالحدیث وفیہ فقال رسول اللہ
لا تؤذینی فی عائشۃ فانہ واللہ ما نزل علیّ
الوحی وانا فی لحاف امراۃٍ منکن غیرھا۔

ہشام بن عروہ نے اپنے باپ عروہ سے نقل کیا ہے کہ لوگ
آنحضرت کی خدمتمیں حضرت عائشہ کی باری کے دن ہدیے
لایا کرتے تھے اسپر ناراض ہوکر میری تمام سوتیں ام سلمہؓ کے
یہاں جمع ہوئیں اور یہ قصہ چھڑ گیا آنحضرت نے فرمایا
کہ دیکھو تم لوگ مجھے عائشہ کے بارے میں ایذا
نہ دیا کرو خدا کی قسم مجھپر وحی نازل نہیں ہوئی جب میں
عائشہ کے علاوہ تم میں سے کسی عورت کے لحاف میں ہوتا تھا۔

یہ روایت بیان فرماکر حضرت ہشام نے حضرت عائشہ کو تو ایک خاص عزت عطا فرمائی مگر حضرت حفصہ وغیرہا کو صاف صاف ذلت دی آپ کو خاص کر یہ نہ چاہیے تھا اسلیے کہ ان دونوں خاندانوں کی قدیم محبت کی تو ہین ہے

(۳) آنحضرت حضرت عائشہؓ سے فرمایا کرتے تھے کہ میں تمہاری رضا و رغبت کو پہچان جاتا ہوں حضرت عائشہ نے پوچھا کہ یہ کیونکر آپنے فرمایا کہ جب تم خوش ہوتی ہو برب محمد کہکر قسم کھاتی ہو اور اگر ناراض ہوتی ہو تو برب ابراہیمؑ کہتی ہو۔ حضرت عائشہ کس خوشنمائی سے اظہار ناراضی فرمائی تھیں لیکن یہ آپ ہی کو زیب تھا کہ نام رسولؐ کو ترک کریں یا عوض و بدل مقرر فرمائیں اسلیے کہ آپ آنحضرتؐ سے برابر کا رشتہ اور بالکل مساوی منزلت رکھتی تھیں چنانچہ آپ کو اسرار وحی میں شریک بتایا گیا ہے۔ ہم ایسی غریب مسلمان عورتیں اس کی تقلید نہیں کر سکتیں اگرچہ حضرت ابراہیمؑ آنحضرتؐ کے جد امجد سہی مگر ہمارے نزدیک وہ غریب بھی اپنے پوتے کی منزلت میں مساوی نہ تھے۔

عن اسحٰقؒ بن طلحۃ اخبرت ان رسول اللہ
قال لقد رأیتھا فی الجنۃ لیھوّن بذلک علیہ
موتی کانی اری کفیھا

اسحٰق بن طلحہ کہتے ہیں کہ مجھے (کسی خاص ذریعے) خبر دیگئی ہے کہ
آنحضرت نے فرمایا کہ مجھے (وقت نزع) جنت میں (اسلیے) حضرت
عائشہ دکھائی گئیں تاکہ مجھپر موت آسان ہوجائے گویا میں
انکی ہتھیلیاں دیکھ رہا ہوں۔

پہلی روایت حضرت زبیر کے صاحبزادے کی تھی اور یہ روایت اُنکے پہلو نشین حضرت طلحہ کے صاحبزادے کی ہے جو اداے حق میں اپنے بھائی سے کم نہیں رہے - حدیث کیسی ہی سہی ناظرین کے سامنے ہے مگر افسوس تو اُس بے دردی پر ہے جو آنحضرتؐ کے ساتھ برتی جاتی ہے - او مسلمانوں تمہارے نبی کی معرفت الٰہی کا بھرم صرف اسقدر تھا کہ اگر اُنکو جنت میں ایک عورت نہ دکھائی جاتی تو وہ لقاے الٰہی سے گریز کر جاتے اور اگر مرنا ضروری ہی تھا تو ناچار مرتے مگر دم مشکل سے نکلتا

انا للہ وانا الیہ راجعون

(۵) عن[۱] عائشۃ قالت خرجت مع رسول اللہ حتی اذا کنا بالقاحۃ سال علی وجہی من راسی صفرۃ مما جعلت فی راسی من الطیب حین خرجت فقال ان لونک الان یا شقیرا احسن

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ (ایک سفر میں) میں آنحضرتؐ کے ساتھ چلی جب موضع قاح پر پہونچی تو میرے چہرہ پر وہ زردی بہ آئی جو میں نے چلتے وقت خوشبو (کیلئے) سر پر لگائی تھی آنحضرت نے یہ دیکھکر فرمایا کہ اے لال بھبھو کا عورت اب تیرا رنگ (خوب نکھرا) بہت اچھا ہے

(۶) عن[۲] عائشہ قال سابقنی رسول اللہ فسبقتہ

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ آنحضرتؐ میرے ساتھ دوڑے مگر میں اُن سے نکل گئی -

اسپر حاشیہ اور لطیف ہے یعنی یہ اُسوقت کا قصہ ہے جب حضرت عائشہ دُبلی تھیں اور جب آپ موٹی ہوگئیں تو یہ دوڑ پھر ہوئی اور اس مرتبہ آنحضرتؐ نکل گئے اور آپ نے فرمایا کہ پہلی دوڑ کا بدلا ہے -

مجھے ایک ہی مرتبہ آنحضرتؐ کے دوڑنے کا یقین نہیں آتا مگر محشی صاحب اس لطف کو مکرر دیکھنا چاہتے ہیں حضرت عائشہ کی محبت کے لیے یہ دوڑ دھاڑ جائے ہے قیچہ غرض ہو مگر راوی صاحب سے یہ ضرور دریافت طلب ہے کہ آنحضرتؐ و حضرت عائشہ دونوں کی عمروں کا لحاظ کرتے ہوئے کیا یہ فعل آنحضرتؐ سے منسوب کرنے کے قابل ہے - اور ذرا آنکھیں بند کرکے تصور صادق اس

---

[۱] طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۵۰ [۲] ابن ماجہ کتاب النکاح باب حسن معاشرۃ النساء ۱۲

دوڑ کو ملاحظہ فرمائیے تو کہ ایک کمسن لڑکی آگے آگے بھاگ رہی ہے اور ایک سنجیدہ ساٹھ سالہ مرد پیچھے پیچھے جا رہا ہے کیا مہذب دُنیا اسپر قہقہہ تو نہ اُڑائے گی مگر آپ کا تو مطلب یہ ہے کہ حضرت عائشہ چہیتی بی بی ثابت ہو جائیں چاہے عزت نبوت رہے چاہے جائے۔ برایں عقل و دانش بباید گریست

مجھے افسوس ہے کہ اسکے بعد ثبوت محبت عائشہ میں ایسے خلاف تہذیب قصّے نقل کیے گئے جنکو کوئی مہذب سوسائٹی دیکھنا پسند نہیں کر سکتی اسلیے میں اس باب کو اس مقام پر ختم کر دینا مناسب جانتی ہوں۔ اسکے بعد یہ ایک عجیب و غریب بات ہے کہ تعلقات زن و شو کی فحش الفاظ احادیث تقریباً جسقدر بھی ہیں اُنکی روایت حضرت عائشہؓ سے کی جاتی ہے اور ان واقعات کو نہ صرف عورتوں سے بلکہ غیر مردوں سے آپ نہایت بیباکی سے بیان کرتی ہیں جسکو ہمارا کہنا کذب و افترا معلوم ہو وہ صحیح بخاری شریف کے اُن ابواب کو دیکھ لے جنکا تعلق عورتوں سے ہے۔ ان ابواب کے دیکھنے اور حضرت عائشہ کی سیرۃ پیش نظر رکھنے کے بعد اسمیں شک نہیں رہتا کہ آں حضرتؐ نے ان ضروری مسائل کے بیان کرنے کے لیے صرف آپ کا تعلق باقی رکھا تھا کیونکہ آپکے خاندان کی عورت ان مسائل کو یہ کہہ کر کہ مجھپر ایسا ہی عمل ہوتا تھا بیان نہیں کر سکتی تھی بلکہ ارادۂ بیان ہی پر اُسکا مرجانا زیبا تھا۔ خدا اُس طبقہ پر رحم کرے جو ان مسائل کو الم نشرح کرنے کے بعد بھی حضرت عائشہ کی غیرت و حیا کا قائل ہے۔

آنحضرت کے نصائح

عن عروۃ بن زبیر عن عائشہ قالت قال لی رسول اللہؐ یا عائشہ ان اردتِ اللحوق بی فلیکفیک من الدنیا کزاد الراکب وایاک ومجالسۃ الاغنیاء ولا تستخلقی حتی ترقعیہ	حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے مجھ سے فرمایا کہ اے عائشہ اگر تم مجھ سے جنت میں ملنا چاہتی ہو تو تم کو دُنیا میں سے اُتنا لینا چاہیے جو ایک مسافر کی زاد سفر ہو اور تم کو غنی لوگوں کی صحبت سے خاصکر منع کرتا ہوں اور دیکھو پیوند دار لباس ہی پہنا کرو

عن ابن عباسؓ قال قال رسول اللہ — ابن عباس ناقل ہیں کہ آنحضرت نے اپنے ازواج سے فرمایا

لنسائه ليت شعري ايتكن صاحبة الجمل الادبب تخرج فتنبحها كلاب الحوئب يقتل عن يمينها ويسارها قتلى كثيرة وتنجو بعد ما كادت تقتل فقيل ان عائشة لما وصلت الى مياه بني عامر ليلا نبحت ها الكلاب فقالت ما هذا قالوا الحوئب قالت ما اظنني الا راجعة ان رسول الله صلعم قال لنا ذات يوم كيف باحدكن اذا نبح عليها كلاب الحوئب

کاش میں جانتا کہ تم میں زیادہ دُموں والے اونٹ کی سوار کون ہے جو نکلے گی تو اسپر مقام حوآب کے کتے بھونکیں گے اسکے دہنے بائیں کثرت سے کشتہ (پڑے ہوں گے) اور وہ خود بھی قتل ہوتے ہوتے بچ جائے گی (کہتے ہیں) کہ جب حضرت عائشہ ابنی عامر (حؤب) پر پہونچیں تو وہاں کے کتے بھونکنے لگے آپنے پوچھا یہ کون جگہ ہے لوگوں نے کہا حؤب آپ نے کہا کہ بس اب میرا مصمم قصد پلٹ جانے کا ہے اسلیے کہ آنحضرتؐ نے ایک روز ہم سب سے فرمایا تھا کہ تم میں سے اُس ایک عورت کا کیا حال ہوگا جسپر حؤب کے کُتے بھونکیں گے۔

(۳) عن ام سلمه قالت قال رسول الله لعائشه لا تكوني صاحبة كلاب الحوئب ولا يغرنك الزبير والطلحه فانهما لا يغنيان عنك من الله شيئا

ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ آنحضرتؐ نے عائشہ سے کہا کہ تم حؤب کے کتوں (میں گزرنے والی عورت) نہونا اور زبیر وطلحہ کے بھڑکانے میں نہ آجانا یہ دونوں عذاب خدا سے تمکو نہیں بچا سکتے۔

(۴) عن عبد الله ابن عمر قال قال النبي خطيبا فاشار نحو مسكن عائشه فقال ههنا الفتنه ثلثا من حيث يطلع قرن الشيطان۔

حضرت عبد اللہ ابن عمر کہتے ہیں کہ آنحضرتؐ خطبہ فرمانے کھڑے ہوئے اور آپ نے مکان مسکونہ حضرت عائشہ کی طرف اشارہ کرکے تین بار یہی فرمایا کہ فتنہ یہیں ہے فتنہ یہیں ہے فتنہ یہیں ہے اور اسیطرف سے شیطان کا سینگ نکلے گا۔

علامۂ قسطلانی نے ہہنا کے بعد لکھا ہے کہ (الی جانب المشرق) یعنی یہ اشارہ مشرق کی طرف کیا گیا خدا کرے یہ معنی خود تصنیف نہوں اسلیے کہ آپ خود تو اشارۂ رسولؐ دیکھنے کو موجود نہ تھے اور خود آپ کو یہ پتہ کس نے دیا اسکا نشان نہیں دیتے لیکن اگر یہ صحیح ہے تو حضرت عبد اللہ ابن عمر کو

حضرت عائشہ کے دشمنوں میں لکھ لینا چاہیے کہ انھوں نے مشرق چھوڑ مسکن عائشہ فرما کر مسلمانوں

کو آپ کی طرف سے شبہ میں مبتلا کر دیا بھلا حضرت عبداللہ ابن عمر جیسے شخص پر ایسی گھبراہٹ دیسہ

کہ آپ پورب پچھم کا فرق بھول جائیں اسکے بعد علامہ وامام بخاری سے بھی شکایت ہے کہ آپ نے

اس حدیث کو کتاب جہاد میں لا ڈالا ہے ذرا ناظرین غور کریں کہ اس حدیث کو جہاد سے کیا ربط

ہے ہاں یہ ممکن ہے کہ اس فتنہ پر غازیوں کی تلواروں کا پردہ ڈالا گیا ہو۔

حضرت عائشہ کے متعلق معززین کی رائے

اس باب کو ناظرین پڑھیں اور اگر حقیقت کے خلاف شاعرانہ مبالغہ پائیں تو قلمزد فرمائے جائیں

حضرت[1] مسروق جب آپ سے روایت کرتے ہیں تو ادباً نام نہیں لیتے بلکہ فرماتے ہیں حدثتنی

صادقہ ابنتہ الصدیق حبیبتہ حبیب اللہ (مجھ سے سچے باپ کی سچی بیٹی اور حبیب خدا کی

پیاری نے حدیث بیان کی ہے) یہی مسروق کہتے[2] ہیں کہ بڑے بڑے صحابہ آپ سے فرائض

دریافت کرتے تھے یعنی فقہ میں آپ سب سے بہتر تھیں اور عطا بن رباح کا قول ہے کہ حضرت[3] عائشہ

نہ صرف فقہ بلکہ جمیع علوم میں اور اصابت رائے میں سب سے بہتر ہیں عروہ بن[4] زبیر کہتے ہیں کہ آپ

برمحل شعر پڑھا کرتی تھیں اور علم شعر میں بلند پایہ رکھتی تھیں زہری تمام[5] ازواج بلکہ تمام عالم نسائیت

کے علم سے آپ کے علم کو افضل جانتے ہیں ہشام[6] بن عروہ کہتے ہیں کہ میں نے فقہ وطب وشعر میں

(اپنی نانی) حضرت عائشہ سے اعلم کسی کو دیکھا ہی نہیں حضرت عبداللہ ابن زبیر آپ سے کبھی

بدعقیدہ نہیں ہوے یعنی آپ کو روایت میں حضرت عائشہ کا نام سن لینا کافی تھا آپ[7]

فرماتے تھے کہ حضرت عائشہ آنحضرت پر کبھی جھوٹ نہیں باندھ سکتیں حضرت عائشہ نے ایک

روز حضرت ابو ہریرہ کو آپ کی مشہور حدیث بازی پر ڈانٹا کہ یہ تم کیا کیا اڑاتے پھرتے ہو ان میں

سے اکثر حدیثیں ایسی ہیں جنکی کانوں کان مجھ کو بھی خبر نہیں ہے حضرت ابو ہریرہ نے فرمایا کہ

۱؎ اصابہ ج ۸ ص ۱۴۰ ۲؎ استیعاب ج ۲ ص ۷۶۵ ۳؎ ایضاً ۴؎ ایضاً ۵؎ ایضاً ۶؎ اصابہ ج ۸ ص ۱۴۰

کہ اماں جان آپ کو رسول اللہ ص کیلئے زینت کرنے اور کنگھی سرمہ دانی سے اتنی فرصت ہی
کہاں تھی کہ آپ حدیثیں سننے بیٹھتیں اور مجھے یہ موانع نہیں تھے یعنے صرف حضرت ابوہریرہ
حدیث میں اپنی اعلمیت کے قائل تھے مگر زوجہ نبی کے سامنے میں انکی بات نہیں مان سکتی۔
حضرت عائشہ ایک بڑے خاندان کی بیٹی تھیں اور حضرت ابوہریرہ ایک روٹی روز پر اونٹ
چرایا کرتے تھے۔

حضرت عائشہ کی معاشرت اپنی سوتوں سے

حضرت خدیجہ کو اگرچہ آپ نے خانۂ رسالت میں نہ دیکھا تھا مگر
آپ انکے لیے کریہہ الفاظ برابر استعمال کرتی رہتی تھیں جو آنحضرت
کے رنج کا بھی باعث ہوتا تھا حضرت سودہ سے انکی باری حاصل کر لینے کے بعد بھی آپ انکو
حاسدہ فرماتی تھیں حضرت ام سلمہؓ سے اکثر امیرالمومنین علی کے معاملات میں جھڑپ ہو جایا کرتی
تھی حضرت حفصہ البتہ کلہ بکلہ جواب دیتی تھیں یہ تذکرے اپنے مقام پر (انشاءاللہ) آئینگے
حضرت صفیہ کو آپ ہمیشہ یہودی بچی کے لقب سے پکارا کرتی تھیں اسکی تفصیل بھی آئندہ ہوگی
ان ازواج میں حضرت زینب بنت جحش اپنے حسن و جمال سے اکثر حضرت عائشہ پر مفاخرت کیا
کرتی تھیں اور آپ کو ان سے یہ شکوہ انکی زندگی تک رہا اگرچہ انھوں نے آپ پر ایک طرح
احسان بھی کیا تھا یعنی واقعۂ افک میں اپنی بہن کے خلاف حضرت عائشہ کی برأت پر گواہی
دی تھی اور یہ انکی شرافت طبیعت کا اعلیٰ نمونہ تھا ورنہ اس نازک وقت میں عامیانہ طبیعت
رکھنے والیاں کیا کچھ نہیں کر گزرتیں مگر انھوں نے برابر کی رقیب کی نزاکت حالات سے فائدہ
نہیں اٹھایا اور انھوں نے اس رفاقت کا کوئی صلہ بھی نہیں لیا لیکن ایکمرتبہ آنحضرت ص جب
حضرت زینب سے کچھ کشیدہ ہو گئے تو حضرت زینبؓ نے حضرت عائشہ کو بیچ میں ڈال کر آنحضرت
سے صفائی چاہی حضرت عائشہ نے سفارش تو کی مگر انکی باری کا دن اجرت میں وصول کر لیا
اسیطرح حضرت عائشہ کی باری کے روز آنحضرت جناب زینب سے التفاتاً گفتگو کرنے لگے تو

آپ فوراً ناراض ہوگئیں اور حضرت زنیب سے جنگ زرگری شروع کردی یہ رات کا واقعہ ہے مجھے جنگ کی ابتدا کا وقت نہیں معلوم لیکن نماز صبح کا وقت آگیا تھا اور یہ چیخ پکار برابر جاری تھی یہانتک کہ حضرت ابوبکر نماز کے لیئے آئے تو آپ نے بھی یہ غوغا سُنا اور فرمایا یا رسول اللہ آپ ان دونوں کے مُنھ میں خاک جھونکیے اور نماز پڑھانے باہر تشریف لائیے۔

آنحضرت نے مستعیذہ (نام اہل تاریخ کو بھی معلوم نہیں) سے نکاح کیا یہ صورت شکل کی بہت اچھی عورت تھی حضرت عائشہ دیکھکر دنگ ہوگئیں ممکن ہے کہ اپنے چراغ محبت کو بجھتے دیکھا ہو اسلیے حضرت حفصہ سے سانٹھ گانٹھ کرکے دونوں بی بیاں اس غریب ناواقف عربن کے پاس آئیں ایک کنگھی کرنے لگی اور دوسری اُسکی زینت میں مصروف ہوئی وہ کیا جانتی تھی کہ یہ مہربانی نری کھری دشمنی ہے اور ایں ہمہ شکل برائے اکل ہے ان کو مہربان پاکر وہ بھی خوش ہوگئی حضرت عائشہ کی تعلیم سے حضرت حفصہ نے اُسکو سکھا دیا کہ جب آنحضرت تمھارے پاس آئیں تو اُن سے کہدینا اعوذ باللہ منک تم سے خدا کی پناہ " وہ اس فقرے سے بہت خوش ہوتے ہیں اُس ناواقف نے یہی عمل کیا آنحضرت نے فرمایا کہ تونے بڑے کی پناہ مانگی اور یہ کہکر واپس ہوگئے اور یہ غریب آنحضرت کے گھر میں نہ رہ سکی۔ سوال یہ ہے کہ اس فعل کو ہماری اُردو زبان میں سچائی کہتے ہیں یا دغابازی۔

احادیث مناقب

(۱) ابو سلمہ عن عائشہ قالت ان رسول اللہ قال یوماً یا عائش هذا جبرئیل یقرئك السلام فقلت وعلیه السلام ورحمة اللہ وبرکاته وتری مالا اری	خود حضرت عائشہ ناقل ہیں کہ آنحضرت نے ایکروز فرمایا کہ اے عائشہ یہ جبرئیل ہیں تم کو سلام کہہ رہے ہیں میں نے جواب سلام دے کر کہا یا رسول اللہ جو آپ دیکھتے ہیں میں نہیں دیکھتی۔

اس آخری شکایت کو ایک دوسری حدیث نے رفع کردیا ہے اگرچہ آپ شریک نبوت نہ تھیں مگر کیونکہ نہ صرف آپ جبرئیل کو دیکھتی تھیں بلکہ اُن کی باتیں سُن کر اسرار الٰہی سے بھی واقف ہوجاتی تھیں

جسپر خود آنحضرتؐ کو بھی تعجب ہوتا تھا اور اسپر آپ کو فخر بھی تھا وثئیت جبرئیل ولم تراہ امراۃ غیری میرے سوا کوئی عورت جبرئیلؑ کو نہ دیکھتی تھی - یہ شرکت نبوت صرف محدثین کے بل بوتے پر نہ تھی آپ اعجاز میں بھی آنحضرتؐ کی ہمرنگی چاہتی تھیں چنانچہ جنگ بدر میں جس طرح آنحضرتؐ نے کفار قریش کی طرف سنگ ریزے پھینک کر شاہت الوجوہ کہا ہے آنحضرت کا یہ فعل ایک طرف تو خدا نے اپنی طرف منسوب کر لیا اور آیت اُتری ما رمیت اذ رمیت لکن اللہ رمیٰ اے رسولؐ تم نے (یہ سنگ ریزے) نہیں پھینکے بلکہ خدا نے پھینکے اور دوسری طرف کفار قریش اس معجزے کے اثر سے مارے گئے یا فرار ہوئے - بالکل اسیطرح جنگ جمل میں حضرتؓ عائشہ نے بھی سنگریزے طلب فرما کر انصار و اصحاب امیرالمومنینؑ کی طرف شاہت الوجوہ کہکر پھینکے مگر آپ کو اُلٹی شکست بھی ہوئی اور آپ کے ہزاروں فوجی بھی قتل ہوئے کوئی آیت بھی نہ اُتری البتہ ایک آئی پر نہ چوکنے والے نے پکار کر کہا ما رمیت اذ رمیت ولکن الشیطان رمیٰ اسیطرح جبرئیل والی روایت میں ایک پوشیدہ جوش ہے جسکا اظہار اُس مقام پر ہو گیا جہاں آپ نے فرمایا ہے کہ مَیں حضرت خدیجہ سے جسقدرؓ سوتاپے کا حسد رکھتی تھی اُتنا مجھے کسی سے نہ تھا حضرت خدیجہ کے لیے سلام جبرئیل و خدا ہو اور آپ کے لیے نہو یہ کیونکر ممکن ہو سکتا ہے رہی خدیجہ کو بشارت جنت اُسکا جواب دوسری حدیث میں ہو گیا ہے -

(۲) ابن مسروقؓ قال قال رسول اللہؐ عائشہ زوجتی فی الجنہ

ابن مسروق سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ میری بی بی عائشہ جنتی ہیں -

(۳) عن عائشہ قالت لعشر فذکرت مجی جبرئیل بصورتھا قالت ولم ینکح بکرا غیری ولا امراۃ ابواھا مھاجران وانزل اللہ براتی من السماء

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ دس فضیلتوں نے مجھے افضل کیا پھر آپ نے جبرئیل[1] کے تصویر لانے کا ذکر کیا اور کہا کہ آنحضرت نے میرے سوا کسی کنواری[2] سے نکاح نہیں کیا جسکے ماں باپ دونوں[3] مہاجر ہوں اور خدا نے میری براۃ آسمان[4] سے

لہ طبقات ابن سعد ص ۳۳۷ ؎ اعثم کوفی مطبوعہ مطبوعہ بمبئی ص ۱۵۱ ؎ صحیح ترمذی مطبوعہ فخر المطابع

وکان ینزل علیہ الوحی وھو معی وکنت
اغتسل انا وھو من اناء واحد
وکان یصلی وانا معترضۃ بین یدیہ
وقبض بین نحری وسحری فی بیتی و
فی لیلتی ودفن فی بیتی

نازل کی اور اُنپر اسوقت وحی(۵) نازل ہوتی تھی جب وہ میرے
ساتھ ہوتے تھے اور ہم دونوں ایک ہی ظرف(۶) سے غسل کرتے تھے
اور جب آنحضرتؐ نماز پڑھتے(۷) ہوتے تھے میں اُنکے سامنے ہوتی تھی
(یا روکتی تھی) اور اُنکا انتقال ہوا جبکہ اُنکا(۸) سر میرے سینہ پر
تھا اور اُن کا انتقال میرے گھر میں اور میری(۹) باری کی رات
میں ہوا اور میرے ہی گھر میں دفن(۱۰) ہوے۔

اس فہرست فخر میں چھٹا فخر شرمناک پہلو رکھتا ہے جو حضرت عائشہ سی غیرت دار بی بی کو بیان نہ کرنا چاہیے تھا اور ساتواں فخر قابل غور ہے جسکا مقصود یہ ہے کہ آنحضرتؐ مجکو سجدے کرتے تھے نواں فخر بھی شاید عرب کے رواسم کی بنا پر فخر کہا جاسکے ہماری وفا پرست ہندوستانی بہنیں تو اُس تاریخ ووقت ومقام کو منحوس جانتی ہیں جسمیں اُنکا عزیز شوہر اُن سے جدا ہو۔

(۴۹) عن[1] انس قال قال رسول اللہ فضل عائشہ علی النساء کفضل الثرید علی سائر الطعام

بقول انس آنحضرتؐ نے فرمایا کہ حضرت عائشہ کو تمام عورتوں پر وہ فضل حاصل ہے جو شوربے میں بھیگی روٹی کو تمام کھانوں پر حاصل ہے۔

گویا آنحضرت بھی آپ کی روحانیت کو اسقدر کم پاتے ہیں کہ مثال کے لیے بھی عالم عقل سے کوئی چیز نہیں ڈھونڈھی جاتی بلکہ معقولات چھوڑ کر مشتبہات ہی پر اکتفا کی جاتی ہے اور کھانے پینے کی چیز سے تشبیہ پوری کی جاتی ہے ظاہر ہے کہ غذا کا ترک (روزہ) عبادت ہے اور کثرت خوراک ہرطرح مضرت رساں۔

افک یعنی تہمت } جنگ بنی مصطلق میں حسب[2] نتیجہ قرعہ اندازی حضرت عائشہ آنحضرتؐ کے ہمرکاب تھیں چونکہ ۵ھ سے پردہ کا حکم نازل ہوا ہے اسلیے حضرت عائشہ ہودج میں سوار تھیں فتح جنگ کے بعد واپسی میں ایک منزل پر قافلہ نے صبح کو صداے الرحیل دی مگر آپ قضاے حاجت کو جنگل گئی ہوئی تھیں جب واپس ہوئیں تو خود فرماتی ہیں کہ میں نے

---

[1] صحیح ترمذی ص ۶۳۸ [2] روضۃ الصفا مطبوعہ لکھنؤ ج ۲ ص ۳۴۷

اپنے گلے پر جو ہاتھ پھیرا تو طلائی گلوبند (طوق) غائب ملا سونے کی چیز کا کھو جانا جسقدر آپکے لیے باعث فکر و ملال ہو سکتا تھا اُسقدر آپ مغموم ہوئیں اور اُسکی تلاش میں پھر اُسی طرف تشریف لے گئیں جدھر قضائے حاجت کو گئی تھیں خدا کا لاکھ لاکھ شکر کہ وہ قلادہ مل گیا مگر آپ جب واپس تشریف لائیں تو قافلہ نہ ملا آپ جنگل میں اکیلی رہ گئیں جس ہودج میں آپ سوار کی جاتی تھیں وہ بھی روانہ ہو گیا تھا حضرتِ عائشہ فرماتی ہیں کہ چونکہ میں لاغر اندام تھی اسلیے ہودج کے بار کرنے والوں کو خالی اور بھرے ہوئے ہودج کا امتیاز نہوا اور اُنھوں نے خالی ہودج کو بھرا ہوا سمجھ کر بار کر دیا۔ حضرت عائشہ کا استقلال مزاج اس مقام سے خوب واضح ہوتا ہے کہ آپ اکیلے جنگل میں مطمئن ہو کر بیٹھ گئیں اور یہ خیال کر لیا کہ جب دوسری منزل پر مجکو نہ پائیں گے تو اہلِ قافلہ خود ڈھونڈھنے آئینگے قافلہ سے چھوٹ جانا مردوں کے لیے باعثِ مصیبت ہوا کرتا تھا مگر آپ نے عورت ہو کر بے نظیر استقلال سے کام لیا آپ اُسی مقام پر بیٹھ گئیں۔

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ میں بیٹھے بیٹھے سو گئی یہانتک کہ صفوان بن معطل سلمی (جو مصالح لشکر سے ساقہ پر معین کیے گئے تھے) پہونچے اور مجھے پہچان کر اُنھوں نے باواز بلند انا للہ وانا الیہ راجعون کہا اُن کی آواز استرجاع سے میری آنکھ کھل گئی اور میں نے (جلدی جلدی) اپنے خمار سے اپنا مُنھ چھپایا صفوان عاقبت اندیش تھے وہ آپ کے قریب بھی نہ آئے دور کھڑے رہے اپنا اونٹ بٹھایا اور کہا کہ آپ سوار ہو جائیے جب میں سوار ہو گئی تو اُنھوں نے ناقہ کی مہار تھام کر اُس منزل تک پہونچایا جہاں آنحضرت اور آپ کے اصحاب دوپہر کی گرمی سے بچنے کے لیے اُتر پڑے تھے۔

حضرت عائشہ کے اکیلے جنگل میں رہ جانے اور اتنی دیر تک غائب رہنے اور پھر صفوان کے ساتھ آنے نے منافقوں میں بات کا تبنگڑ بنایا اور اسی منزل سے چہ میگوئیاں شروع

سلہ ارشاد الساری شرح صحیح بخاری الحدیث قسطلانی مطبوعہ کانپور ج ۶ ص ۲۷۵۔ سلہ ۵۲ ، ونسیم الریاض ج ۲ ص ۳۴۷۔

ہوگئیں عبداللہ ابن ابی سلول منافق اس معاملہ میں سب سے پیش پیش تھا غرض یہ افواہ مدینہ بھر میں پھیلادی گئی اور آخر بعض زود عقیدہ مسلمان بھی اُس سیہ انجام منافق کے ہمخیال ہوگئے یہ حسان بن ثابت (مشہور شاعر) و مسطح بن اثاثہ تھے ان کے بعد حمنہ خواہر ام المومنین حضرت زینب بنت جحش بھی انکی جماعت میں شریک ہوگئیں یہ خبر حضرت عائشہ ہی کے لیے نہیں بلکہ عصمت نبوت و شان رسالت پر بھی ایک شدید ضرب کی صورت میں استعمال کی جارہی تھی حضرت عائشہ سے آنحضرت صلعم نے نہ کچھ راستے میں دریافت فرمایا نہ مدینہ پہونچکر البتہ حضرت عائشہ آپ کو برہم پاتی تھیں اور وہ لطف و کرم جو اس زمانہ سے پہلے تھا وہ اسوقت نظر نہ آتا تھا اگرچہ حضرت عائشہ گھر پہونچ کر بیمار بھی ہوگئیں تھیں حضرت عائشہ چونکہ ناکردہ گناہ تھیں اسلیے ان کو آنحضرت صلعم کی برہمی کے ساتھ اُس افواہ کی بھی متعلق خبر نہ تھی جو مدینہ کے بازاروں میں عام تھی اسلیے آپ فکرمند تھیں اور آنحضرت صلعم کی برہمی کا ارادہ دریافت کرنے کی آرزومند" یہ راز آپ کو مادر مسطح بن اُثاثہ سے معلوم ہوا چونکہ آپ یقینی طور سے بیگناہ تھیں اور آنحضرت صلعم سے برابر کا رشتہ اور خدائی معاملات میں برابر کی دلجوئی کی خواستگار" اسلیے شاید آپنے عذر و معذرت سے اُلجھے ہوئے معاملہ کو صاف کرنے کی کوشش نہیں کی بلکہ جس طرح اکثر بڑے گھر کی بیٹیاں شوہر سے لڑکر ڈولی چڑھ میکے آجایا کرتی ہیں اسیطرح آنحضرت صلعم سے کہہ کر گھر چلی آئیں آپ اس چلے آنے کا سبب اس واقعہ کی تفصیل طلبی کو قرار دیتی ہیں۔ گھر آکر آپ نے اپنی والدہ ام رومان سے دریافت فرمایا تو اُنھوں نے اس اتہام کا راز سوتوں کی کثرت کو ٹھہراکر آپ کو تسکین دی کیونکہ حضرت ام المومنین زینب کی بہن منافقین کا نقل قول کررہی تھیں ادھر آنحضرت صلعم نے ایک بزم شوریٰ مقرر فرمائی جسمیں حضرت علیؑ اور اسامہ بن زید تھے یہ آنحضرت صلعم کے دریافت پر اُسامہ نے کہا کہ میں آپ کے ازواج میں بدی کا گمان نہیں کرسکتا اور امیرالمومنینؑ نے فرمایا کہ آپ پر خدا نے سلسلہ ازدواج کو تنگ نہیں کیا ہے عائشہ کے علاوہ بھی

بہت سی غور میں ہیں اور آپ اس معاملہ میں بریرہ کنیز حضرت عائشہ سے دریافت فرمائیے وہ
صحیح حالات بتا سکیں گی اسکے بعد حضرت عمرؓ و عثمان سے بھی آپ نے مشورہ کیا اور ان سب نے
بھی مختلف دلائل سے یہ ثابت کیا کہ آپ کی عزت رسالت اس سے بالاتر ہے کہ آپ پر ایسے
اتہام صحیح ہو سکیں اُمید کہ اس معاملہ میں خدا وحی نازل کرے گا پھر آنحضرت نے ام المومنین
زینبؓ سے دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ میں نے حضرت عائشہ میں کبھی یہ عیب نہیں دیکھا حضرت
عائشہ فرماتی ہیں کہ اگرچہ زینب ہی اپنے حُسن و جمال سے مجھ پر مفاخرت کرتی تھیں مگر خدا نے
ان کو جھوٹ سے محفوظ رکھا اگرچہ اُنکی بہن اس افواہ میں شریک تھیں پھر بریرہ کنیز حضرت
عائشہ کو بُلایا گیا اور اُن سے دریافت کیا گیا بریرہ نے کہا یا رسول اللہ اُس خدا کی قسم جس نے
آپ کو بصدق و راستی مبعوث کیا ہے میں نے عائشہ میں کبھی کوئی عیب نہیں پایا البتہ آٹا
گوندھ کر اکثر سو جاتی ہیں جسکو بکریاں دا بنا مال جان کر کھا جاتی ہیں - آنحضرت ان گواہوں
سے مسرور ہوے اور خانہ حضرت ابوبکر میں آئے جہاں حضرت عائشہ اپنی ہمدرد ایک زن
انصاریہ کے ساتھ رو رہی تھیں حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ آنحضرت اس واقعہ کے بعد میرے
پاس آکر پہلی بار بیٹھے اور فرمایا کہ اے عائشہ اگر تم سے یہ خطا ہو گئی ہے تو توبہ و انابت یہ دانائیت کرو اور
اگر ایسا نہیں ہے تو خدا اس معاملہ کو صاف کرے گا حضرت عائشہ چونکہ اس اتہام سے بیگناہ
نہیں لہذا آپ نے اپنی خودداری کے ماتحت حضرت رسالتمآب سے بات کرنا بھی پسند نہیں
فرمائی اور اپنے والد سے فرمایا کہ آپ جواب دیجیے حضرت ابوبکر نے کہا کہ جب میں بُت پرست
و کافر تھا اُسوقت بھی کسی نے ایسے الزام میرے خاندان پر نہیں لگائے تھے اور اب تو خدا کی
شان سے مسلمان ہو چکا ہوں میں نہیں جانتا کہ کیا جواب دوں پھر حضرت عائشہ نے اپنی ماں سے
کہا کہ آپ کچھ کہیے لیکن اُنھوں نے کہا کہ میری سمجھ میں کچھ بھی نہیں آتا کہ کیا جواب دوں اُسوقت
حضرت عائشہ نے مجبور ہو کر فرمایا کہ یا رسول اللہ صلعم اگر میں یہ کہتی ہوں کہ میں نے یہ جرم نہیں کیا

۱؎ روضۃ الصفا جلد ۲ صفحہ ۳۴۷ ۲؎ ارشاد الساری ج ۶ ص ۲۷۵

(اور خدا گواہ ہے کہ میں نے ایسا نہیں کیا) تو آپ میرے اس قول کو منظور نہ کریں گے کیونکہ افواہ عام نے
آپ کے دل میں گھر کر لیا ہے اور اگر اقرار کر لوں تو خلاف واقع ہے لہذا میرے آپ کے درمیان
میں قول پدر یوسف ہے فصبر جمیل حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ اسوقت میں اسقدر پریشان
تھی کہ غور کرنے پر بھی حضرت یعقوبؑ کا نام یاد نہ آیا اور میں نے آخر پدر یوسف کہکر صبر کیا اور
آنحضرت کی طرف سے منہ پھیر کر اور تکیہ لگا کر میں بیٹھ رہی۔

ادھر آنحضرت پر آثار وحی نازل ہونے لگے حضرت ام رومان نے ایک ریشمی تکیہ
آپ کے سرھانے رکھ کر دوائے یمانی اڑھادی جب آپ عالم وحی سے بیدار ہوئے تو آپ نے
فرمایا کہ اے عائشہ خدا مبارک کرے کہ اس نے تم کو اس جرم سے بری کر دیا پھر آپ نے آیات
ذیل کی تلاوت فرمائی (جو اسیوقت نازل ہوئی تھیں)

ان الذین جاءو بالافک عصبۃ منکم	بیشک جس نے تہمت لگائی وہ تمھیں میں سے ایک گروہ ہے
لا تحسبوہ شرا لکم بل ھو خیر لکم	اسکو اپنے حق میں برا نہ سمجھو بلکہ وہ تمھارے حق میں بہتر ہے
لکل امرئ منھم ما اکتسب من الاثم	انمیں سے ہر شخص نے جو گناہ کیا ہے وہی اسکے لیے ہے اور جسنے انمیں سے
والذی تولی کبرہ منھم لہ عذاب عظیم	بڑا گناہ کیا ہے اسکے لیے بڑا عذاب ہے۔

یہ آیات سورہ نور کی ہیں چونکہ میں نے طے کر لیا ہے کہ اس فصل میں شیعوں کی تاریخ و تفسیر سے کام
نہیں لیا جائے گا اس لیے ان آیات کی تفسیر شیعہ حضرت ماریہ قبطیہ کے تذکرہ میں بیان ہوگی۔

ان آیات کے نازل ہونے پر حضرت ام رومان نے حضرت عائشہ سے کہا اے بی بی اٹھو
اور آنحضرت کا شکریہ ادا کرو آپنے فرمایا کہ میں ان کا شکریہ کیوں ادا کرنے لگی شکر کروں تو کروں اپنے
خدا کا کروں جس نے میری بے جرمی ثابت کی اسکے بعد آنحضرت صنے چار شخصوں پر حد قذف
اسی اسی کوڑے لگوائے اور یہ لوگ عبداللہ بن ابی سلول و حسان بن ثابت و مسطح بن اثاثہ
و حمنہ خواہر ام المومنین زینب ہیں۔ اسمیں شک نہیں کہ اس معاملہ میں حضرت عائشہ پر تہمت

لگائی گئی تھی اور آپ بالکل بیجرم تھیں جسکا گواہ قرآن مجید ہے مگر ارباب سیرۃ نے واقعہ افک کو جو حضرت عائشہ کی فضیلت میں سب سے بڑا فضل مانا ہے اسکو میں درست نہیں جانتی اول تو ان آیات کے نزول کا تعلق براہ راست عزت رسالت سے ہے حضرت عائشہ پر منحصر نہیں ہے اگر آنحضرت صلعم کے گھر کی کسی لونڈی پر بھی ایسی تہمت لگائی جاتی تو وہ آنحضرت کی غیرت و حمیت کے لیے منافی تھی اور اسکی تردید فلکی ضروری تھی اور پھر کلام مجید کی تو یہ عادت ہے کہ اپنے بیگناہ نبیوں کی برائت اور گناہگاروں کے استغفار اور قبول توبہ وغیرہ کی خبریں ضرور دیتا ہے جو رحمت الٰہی کی نادر مثال ہے اور ایسے واقعات اکثر کلام مجید میں موجود ہیں۔ لیکن حضرت عائشہ کی بیجرمی پر ایمان لانے کے بعد بھی اس واقعہ سے جہاں تک آپ کے اخلاق کا تعلق دیکھا جاتا ہے خصوصاً وہ طریقہ جو آپ نے آنحضرت صلعم کے ساتھ برتا کچھ قابل مدح و ستائش نظر نہیں آتا آپ کے اخلاق ایسے ضرور رہے ہیں جیسے کہ ایک تندخو اور غیر تعلیم یافتہ بی بی کے رہنا چاہیے لیکن میں آپ سے اس سے بالاتر اخلاق کی اُمیدوار ہوں جسمیں صرف زن و شو کے تعلقات کا اظہار نہیں بلکہ معرفت و قدر و منزلت نبوت کی بھی جھلک ہونا چاہیے

ایلاو تخییر ﴿ ایلا لغت میں عموم قسم کھانے کے معنی میں ہے اور زبان شرع میں عورت سے جدائی کی قسم کھانے کو ایلا کہتے ہیں اس قسم کی مدت چار ماہ ہے اگر اسمیں رجوع واقع ہوا تو خیر ورنہ طلاق بائن ہو جاتا ہے اگرچہ درمیان علماے اسلام اس مدت میں اختلاف ہے مگر رجوع میں قسم کا کفارہ دینا ہوتا ہے چنانچہ روایت ہے:۔

عن[۱] عائشۃ قالت آلیٰ رسول اللہ من نسائہ وحرم فجعل الحرام حلالاً فجعل فی الیمین کفارۃ

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلعم نے اپنے ازواج سے جدا رہنے کی قسم کھائی اور حرام ٹھیرایا پھر حرام کو حلال کرلیا (رجوع) اور قسم کا کفارہ دیا

اس واقعہ کی تفصیل میں دُنیا و آخرت کا اجمال ہے اسمیں شک نہیں کہ نسبت زوجیت سے

---

۱ صحیح ت[illegible] ۲ ایضاً مطبع فخر المطابع دہلی ۱۲

آنحضرتؐ کے تمام ازواج عامۂ اُمت کے لیے محترم تھے لیکن انسان تھے اور نوع بشر سے اُنکا سیدھا سیدھا تعلق تھا اسلیے اُن میں دولت پسندی دُنیا طلبی فطری تھی جو آنحضرتؐ کی شخصیت نوری کو پسند نہ تھی اور بحیثیت رسالت آپ کی کوشش تھی کہ ان پتھروں کو جِلا دے کر جواہر اور ان خاک کی پتلیوں کو اونچا کر کے حوروں کا ہم پلو نشین کر دوں اُنکی فطرت کچھ اور چاہتی تھی آپ اُنکو اپنے نقش قدم پر اُسطرح چلانا چاہتے تھے جس طرح آپکی ہم فطرت اولاد آپ کے مختاری جادہ پر تیزی سے گامزن تھی وہ دُنیا کے ۵ پر نہیں اُسکے چھٹ جانے پر مسرور ہوتی تھی جیسے سیدہؑ کو لونڈی کے عوض تسبیح بتادی گئی تو اُنھوں نے شوہر سے آکر باپ کا شکریہ ادا کیا اور اس شدت سے اس تسبیح خوانی کے دونوں پابند رہے کہ تا مدت حیات ترک نہ کیا سیدہؑ پہلے تاگے پر گرہیں لگا کر پڑھا کرتی تھیں اور شہادت حضرت حمزہؓ کے بعد اُنکی قبر سے مٹی لا کر اور دانے بنا کر پڑھتی رہیں آج مسلمانوں کے ہاتھ کی تسبیح سیدہؑ کی ایجاد کی ممنون ہے۔

ظاہر ہے کہ لونڈی کی ضرورت تسبیح سے پوری نہو سکتی تھی اور یہ تعلیم تسبیح لونڈی کے دینے سے بھی انکار تھا اور انکار باعث رنج ہوتا ہے مگر سیدہ اسپر مسرور رہیں۔ ازواج و بنات نبی کی زندگی کا ممتاز فرق یہی ہے جو اہلِ بصیرت سے پوشیدہ نہیں ہے حضرت سیدۂ عالم کے گھر میں فاقہ کے ساتھ عبادت اور عبادت کے ساتھ مسرت ہوتی تھی اور ازواج کے یہاں شکم سیری کے ساتھ دولت اور دولت پر کثرت طلبی تھی وہ آنحضرتؐ کی زاہدانہ زندگی کو اپنے لیے پسند نہ کرتی تھیں اُنکے یہاں خادمہ بھی تھے مال و زر بھی تھا گہنا پاتا بھی تھا اور اسی اعتبار سے اُنکی غذا بھی جو کی روٹی اور کاسنی کے ساگ پر ختم نہو سکتی تھی وہ آنحضرتؐ سے نفیس غذائیں عمدہ لباس بہترین زیورات کی طالب تھیں اور جب اُنکی آنکھوں کے سامنے مال غنیمت ملتا تھا تو وہ اور بھی حصہ لگانے کی اُمیدوار ہو جاتی تھیں چنانچہ کبھی کبھی ان

۵ روضۃ الصفا ج ۲ ص ۲۲...

فرمائشات آنحضرت کی استطاعت بشری کو بھی پھاند جاتی تھیں۔

ایلا بھی اس قسم کے واقعات میں سے ایک مشہور واقعہ ہے ازواج نے فرمائشات شروع کردیے تھے اور آپ اُنکے درمیان سرخم اور خاموش بیٹھے ہوے تھے جو صحابی اسوقت آئے وہ بے حصول شرف قدمبوسی واپس کردیے گئے جب حضرت ابوبکر و عمر آئے تو وہ حجرۂ آنحضرت ص میں گئے اور اُنھوں نے ازواج کا ہجوم آنحضرت ص کی پریشانی و ملال سب کچھ دیکھا اور حیران رہ گئے حضرت ابوبکر تو ایک سادہ طبیعت اور بزرگ آدمی تھے اسلیے خاموش رہے مگر حضرت عمر نے بہت جلد رنگ محفل دیکھ لیا اور برجستہ ایک دروغ مصلحت آمیز سے آراستہ و پیراستہ پُرمذاق فقرہ تصنیف فرمایا آپ فرمانے لگے کہ یارسول اللہ ص آپ ہوتے تو ملاحظہ فرماتے کہ آج بنت خارجہ (زوجہ حضرت عمر) نے جب مجھ سے نفقہ مانگا ہے تو میں نے اُنکی گردن پر کیسا ہاتھ رسید کیا ہے آنحضرت ص اسپر مسکرادیے اور فرمانے لگے کہ یہاں بھی یہ سب اسی لیے بیٹھی ہیں اور مجھسے ایسی چیزیں طلب کررہی ہیں جو میری استطاعت سے باہر ہیں۔ یہ سنتے ہی دونوں بارِ وفادار بجبین ہوگئے اور حضرت ابوبکر نے حضرت عائشہ کی گردن پر ایک مُکّہ مارا اور حضرت عمر نے حضرت حفصہ کی گردن پر ایک مُکّہ مارا اور کہا خبردار اب ایسی حرکت نہ کرنا خدا جانے یہی دونوں حضرات فقط زیادہ طلبی کررہی تھیں یا اور ازواج بھی مگر ان دونوں کو سزا مل جانے کے بعد پھر کوئی تیسری آواز آنحضرت ص سے اصرار کرنے والی سنائی نہیں دیتی۔

اسپر بھی آنحضرت ص کا ملال کم نہوا اور آپ مسجد کے بالاخانے پر رہنے لگے اور اعلان فرمادیا کہ ایک ماہ تک آپ ازواج کے پاس نہ جائینگے بالاخانہ کے دروازے پر آپنے رباح نامے غلام کو مقرر کردیا کہ کوئی شخص بے اجازت نہ آنے پائے ایک طرف تو اس ترک ملاقات سے اصحاب کا یہ حال ہوا کہ منبر کے پاس جوق جوق بیٹھ کر رونے لگے اور دوسری طرف مدینہ میں طلاق ازواج کی افواہ اُڑ گئی حضرت عمر سا دوست کئی بار ملاقات کا متمنی ہوا لیکن اجازت حاصل نہ ہوئی اور آپ کی مجبوری اور مایوسی بڑھتا۔ آخر آپ نے خیال کیا کہ کہیں آنحضرت ص نہ

جانتے ہوں کہ عمر حفصہ کی سفارش کے لیے آرہا ہے اس لیے آپ ایک روز صحن مسجد سے غل مچایا کہ اے رباح کہدینا کہ عمر حضوری کی اجازت چاہتا ہے مگر اسلیے نہیں کہ حفصہ کی خطا بخشوائے بلکہ اگر آپ کا اشارہ پائے تو عمر حفصہ کا سر اڑا دینے پر تیار ہے حضرت عمر کا یہ خیال صحیح ثابت ہوا اور آنحضرت صلعم نے آپ کو بلا لیا حضرت عمر نے جا کر دیکھا کہ آپ ایک[1] بانڈوں کی کھرّی چارپائی پر لیٹے ہیں تمام جسم مبارک میں بانڈوں کے نشان پڑ گئے ہیں کچھ مٹی کے برتن ادھر اُدھر بے ترتیبی سے پڑے ہوئے ہیں حضرت عمر نے پوچھا کہ یارسول اللہ ؐ کیا آپ نے ازواج کو طلاق دیدی آپ نے فرمایا نہیں حضرت عمر نے باواز بلند تکبیر کہی اور جسکو اس جدائی سے قلق و تعلق خاطر تھا فقط اُسی (ام سلمہ) نے یہ آواز سُنی آنحضرتؐ تشریف لائے تو حضرت عائشہ نے پہلا سوال جو کیا وہ یہ تھا کہ ابھی تو مہینہ میں ایک دن اور باقی تھا کُل اُنتیس ۲۹ ہی دن ہوئے ہیں آنحضرتؐ نے فرمایا کہ ہاں مہینہ کبھی اُنتیس ۲۹ دن کا ہوتا ہے اور کبھی تیس ۳۰ روز کا۔

اسکے بعد آنحضرت[2] صلعم نے ایک روز حضرت عائشہ سے فرمایا میں تم سے ایک بات کہتا ہوں اسکے جواب میں جلدی نہ کرنا بلکہ اپنے ماں باپ سے مشورہ کرکے رائے قائم کرنا حضرت عائشہ نے پوچھا کہ وہ کیا آپ نے آیت ذیل پڑھی۔

یا ایہا[3] النبی قل لازواجك ان کنتن تردن	اے نبی تم اپنے ازواج سے کہدو کہ اگر تم دُنیا اور
الحیوۃ الدنیا و زینتہا فتعالین امتعکن	اسکی زینت چاہتی ہو تو آؤ میں تمکو نفع پہونچا دوں اور
واسرحکن سراحا جمیلا وان کنتن تردن	پھر تم کو خوبصورتی سے رخصت کر دوں اور اگر تم خدا و رسول
اللہ ورسولہ والدار الاخرۃ فان اللہ اعد	اور خانہ آخرت کی طلبگار ہو تو تم میں سے ہر نیک بی بی
للمحسنات منکن اجرا عظیما یانساء	کے لیے خدا نے بڑا ثواب مہیا کیا ہے اے نبی کی بیویو
النبی من یات منکن بفاحشۃ مبینۃ	تم میں سے جو کھلی ہوئی بدی کرے گی

[1] صحیح مسلم و ابوداؤد باب الایلا [2] طبقات ابن سعد ج ۸ صفحہ ۴۷ [3] سورۂ احزاب پارہ ۲۱-

یضاعف لها العذاب ضعفین وکان — اس کو دونا عذاب دیا جائے گا اور خدا پر

ذلک علی اللہ یسیرا — یہ بالکل آسان ہے۔

حضرت عائشہ نے فرمایا کہ میں اسمیں ماں باپ سے کیا پوچھوں میں خدا اور رسول کو اختیار کرتی ہوں اسکے بعد تمام ازواج نے بھی یہی کہا مگر میرے یہاں کی روایت کافی یہ کہتی ہے کہ حضرت ام سلمہ نے سب سے پہلے اس اختیار میں سبقت کی غرض بقول حضرت عائشہ آنحضرت کو اختیار کر لینے سے تمام ازواج طلاق سے بچ گئے شاید کسی شخص کو اسپر بھی طلاق کا گمان ہوا ہے اسلیے حضرت عائشہ نے ان لفظوں سے اُسکے خیال کو دفع بھی کیا۔

عن ابن مسروق عن عائشۃ قالت خیرنا رسول اللہ فاخترناہ افکان طلاقاً — آپ فرماتی ہیں کہ بیشک آنحضرتؐ نے ہمکو رہنے اور طلاق حاصل کر لینے کا اختیار دیا تھا مگر ہم نے جب آنحضرت کو اختیار کر لیا تو پھر کیا یہ طلاق ہو سکتا ہے۔

غور طلب

(۱) کیا آنحضرت ازواج کے وسط میں مجبوراً بٹھائے گئے تھے یا منہوماً خود سے بیٹھے ہوئے تھے پہلی صورت میں جبر گیری اور دوسری میں ایذا رسولؐ کا کون باعث تھا اور کیا یہ سب کچھ قابل مدح ہے (۲) حضرت عمر کو ایک جھوٹ بات کہنا کیا کسی تادیل سے جائز تھا اور پھر دربار رسالت میں اور پھر آنحضرتؐ کا اُسپر مسکرانا درست ہو سکتا ہے (۳) حضرت ابو بکر و عمر نکاح سے قبل اپنی صاحبزادیوں کی زدوکوب کا استحقاق رکھتے تھے مگر بعد نکاح خود آنحضرتؐ کے سامنے مارنا کیا کوئی خوبصورت بات ہے اور جب ضربِ غلام اہانت مالک ہے تو زوجہ کو مارنا کیا شوہر کے لیے باعث شرف ہے (۴) ازواج سے ناراضی کی وجہ تو ظاہر ہے اصحاب سے ترک ملاقات کہیں اسی مارپیٹ کے صلہ میں تو نہیں ہے یا آنحضرت فعل عبث بھی کرتے تھے (۵) حضرت عائشہ کی یاد دہانی کہ ابھی تو ایک دن اور نہ آنا چاہیے تھا کیا ظاہر نہیں کرتی کہ آپ کو آنحضرتؐ کے آنے نہ آنے کی پرواہ نہ تھی (۶) اگر خدانہ کردہ یہ طلاق واقع ہو جاتی تو آیہ تطہیر

ازواج کے ہمراہ کس کس محلہ جاتی۔

حضرت عائشہ اور خلفائے عہد کے تعلقات

حضرت عائشہ ۵۸ھ تک عالم حیات میں تھیں اسلیے آپنے خلافت راشدہ کا پورا دور دیکھا حضرت ابوبکر و حضرت عمر و حضرت عثمان حضرت علیؑ و حضرت حسن سب کی زندگی آپ کے سامنے ختم ہوئی۔

حضرت ابوبکر تو آپ کے پدر بزرگوار ہی تھے لیکن حضرت عمر نے عقیدت یا آپ کی زود رنجی سے خائف ہو کر آپ سے خاص رعایت کی آپ کو تمام ازواج سے زیادہ وظیفہ دیا تحفہ جات میں لحاظ رکھا جسکے سبب سے حضرت عائشہ آپ کی دعاگوئی میں مصروف رہیں اور آخر میں تو یہ کثرت احسان ہوئی کہ آپ فرمانے لگیں کہ ابن خطاب نے مجھپر[1] اسقدر احسان کیے ہیں کہ کاش آئندہ احسان لینے کے لیے میں زندہ نہ رہوں البتہ حضرت عثمان و علیؑ نے خودداری برتی اور ان ہی دونوں کی آپ دشمن ہوگئیں حضرت عثمان نے زر نقد[2] کی زیادتی سے صاف انکار کردیا اور کہدیا کہ حضرت ابوبکر و عمر جو دیتے تھے وہ ندیا جائے گا علیؑ تحفہ و ہدایا کیوں دینے لگے تھے اگر وہ کھاتے پیتے دیکھ کر چشم پوشی کر سکتے تو حضرت معاویہ ہی سے کیوں چھڑتی غرض اسی پر ناراض ہو کر اور غالباً اس رقم کے روکے جانے سے قریب آپ حضرت عثمان کے پاس آئیں اور آپ نے فرمایا کہ تم نے[3] بیت المال کو اپنا سمجھ رکھا ہے اور امت رسولؐ کو فقر و فاقہ میں مبتلا کر دیا ہے اپنے سگوں کو ایک طرف بیت المال پر قبضہ اور دوسری طرف ممالک کی گورنریاں دے کر مرفہ کر رکھا ہے جسطرح آپنے انکو زمینوں پر مسلط کیا ہے اور انکی حکومت دی ہے اسی طرح خدا آسمان و زمین سے محروم کرے اگر تم میں سیرۂ اہل اسلام نہوتی اور نماز پنجگانہ ادا نہ کرتے ہوتے تو اونٹ کی طرح حلال کر دیا جاتا حضرت عثمان نے اسکے جواب میں آیت ذیل پڑھی۔

ضرب اللہ مثلا للذین کفروا امراۃ نوح	خدا کافروں کے لیے مثال قائم کرتا ہے زوجۂ نوح و زوجۂ لوط کی
وامراۃ لوط کانتا تحت عبدین من عبادنا	جو ہمارے بندوں میں سے دو نیک بندوں کی تھیں

[1] مستدرک حاکم کتاب صحابیات ۱۲ [2] اعثم کوفی مطبوعہ بمبئی ۱۳۲ [3] ایضاً

صالحین فخانتھما فلم یغنیا عنھما — لیکن اُن دونوں نے خیانت کی تو وہ دونوں نبی بھی
من اللہ شیئاً و قیل ادخلا النار مع — خدا کے عذاب کو اُن دونوں سے نہ روک سکے اور اُنسے
الداخلین — کہدیا گیا کہ آگ (دوزخ) میں جانے والوں کے ساتھ چلی جاؤ۔

گویا حضرت عثمان نے بتایا کہ تم رسولؐ کی بی بی ہونے سے اپنی نجات کا یقین نہ کرلینا دیکھ لو کہ نوحؑ ولوطؑ کی بی بیاں بھی داخل جہنم کردی گئیں اسلیے کہ اُن دونوں نے اپنے پیمبر شوہروں سے خیانت کی تھی یعنی اُنکے دین میں رخنہ ڈالے تھے حضرت عثمان کا حضرت عائشہ سے ایسا کچھ فرمادینا خدا جانے گستاخی تھا یا حقیقت۔ چونکہ معاملہ ایک خلیفہ اور ایک زوجۂ نبی کا ہے اسلیے مجھ سی ناچیز کیا فیصلہ کرسکتی ہے کہ حق پر کون تھا۔

یہ دشمنی کی ابتدا تھی اور جب عالم اسلام کے حالات بھی آپکے موافق ہوگئے یعنے اہل مصر اور بعض صحابی و تابعین مخالفت قرآن کا حکم لگا کر حضرت عثمان کی شہادت کے درپے ہونے لگے تو آپ نے بھی اُنکی کافی مدد کی۔ مدینہ میں ایک یہودی لمبی داڑھی کا آدمی نعثل نام رہتا تھا آپ نے اُسکی پھبتی حضرت عثمان پر کہی اور فرمانا شروع کردیا اقتلوا نعثلا قتل اللہ نعثلا عثمان کو قتل کرڈالو خدا اُسکو مارے آپ برابر مسلمانوں کو حضرت عثمان پر اُبھارنے لگیں فرماتی تھیں کہ ابھی آنحضرتؐ کا پیراہن بھی بوسیدہ نہیں ہوا اور شریعت میں تبدیلی پیدا ہوگئی یہانتک کہ خانہ حضرت عثمان کے محاصرہ کا زمانہ قریب آپہونچا اور لوگ آمادۂ قتل ہوگئے اُسوقت آپنے مکۂ معظمہ جانے کی ٹھہرائی حضرت مروان بن الحکم یہ خبر سُنکر دوڑے اور عرض کی کہ اماں جان حج سے زیادہ ثواب تو یہ ہے کہ اس بیچارے عثمان کو قتل سے بچا لیجیے اور یہیں ٹھہر کر اس آتش فتنہ و فساد کو بجھانے کی کوشش فرمائیے مگر آپ نے انکار فرمایا اور کہا میں نے تو حج فرض کرلیا ہے یہ سُنکر حضرت مروان نے یہ شعر پڑھا حرّق قیس علی البلاد ۔ حتی اذا اضطرمت اجحما قیس نے دُنیا میں آگ لگائی اور جب خوب بھڑک اُٹھی تو خود الگ ہوگیا یہ عرب کی مثل ہے اور

اسی معنی میں ہمارے یہاں اُردو میں کہا جاتا ہے کھُس میں چنگی ڈال بی جمالو الگ کھڑیں) پھر
حضرت مروان نے کہا تم عثمان کو پھنسا کر خوب چلیں آپ نے فرمایا کہ بیشک کیا تم جانتے ہو کہ میں نے
ابتک عثمان کو نہیں پہچانا میری تو آرزو ہے کہ عثمان کو لپیٹ کر میرے گلے میں باندھ دیا جائے
اور میں (سات سمندر پار) بحر خضر میں پھینک آؤں حضرت مروان نے کہا آخر تم اپنی دشمنی کو
پوشیدہ نہ رکھ سکیں آپ نے فرمایا بیشک ایسا ہی ہے پھر حضرت ابن عباسؓ سے ایک چلتی ہوئی
ملاقات ہوئی اور حضرت عائشہ نے اُنکو نصیحت فرمائی کہا کہ اے ابن عباسؓ تم کو خدا نے عقل و دانش
و فضائل قوت بیانیہ عطا کی ہے تم اس طاغی (حضرت عثمان) کے قتل کی ممانعت ہرگز نہ کردینا اپنی
قوم کے لیے ویسا ہی منحوس ہے جیسا ابو سفیان اپنی قوم کیلئے روز بدر منحوس تھا یہ کہکر آپ مکہ تشریف
لیگئیں اور اس کوشش وسعی کی سیڑھی پر چڑھکر لوگوں نے حضرت عثمان کو شہید کرڈالا اور جب مکہ
میں آپ کو یہ خبر ملگئی تو آپ بہت مسرور ہوئیں اور فرمایا بعدہ اللہ بما قدمت یداہ والحمد للہ
الذی قتلہ جسکو دُنیا کے ہاتھوں نے پیش پیش کیا تھا خدا نے اُسکو دور کردیا اُس خدا کا شکر جس نے
اُسکو قتل کرادیا شکر کے بعد لعنت و نفرین میں بھی آپ نے کوئی کسر نہ اُٹھا رکھی - یہاں شہادت
حضرت عثمان کی صبح کو امیر المومنین علی ابن ابیطالبؓ کے ہاتھ پر بیعت ہوئی اسلیے جب حضرت
عائشہ شکر سے فارغ ہوئیں تو آپ نے اس خبر کے لانے والے ابن کلاب سے پوچھا کہ اسکے بعد کیا ہو
اُس نے کہا علیؑ کے ہاتھ پر باجماع بیعت ہوگئی عائشہؓ گفت کاشکے آسمان بر زمین افتادی تا
ایں روز را نہ دیدمی وایں نہ شنیدمی بخدا عثمان را بظلم کشتند وخون او بیجرم ریختند واللہ کہ یکروز
از عمر عثمان از جملہ عمر علیؑ بہتر بود از پائے نہ نشینم تا خون عثمان طلب نہ کنم حضرت عائشہ نے فرمایا کاش
آسمان زمین پر گر پڑا ہوتا تاکہ یہ روز بد میں نہ دیکھتی اور یہ خبر نہ سُنتی خدا کی قسم عثمان کو مظلوم قتل کر ڈالا اور
بیگناہ اُن کا خون بہایا گیا خدا کی قسم حضرت عثمان کی عمر کا فقط ایک دن علیؑ کی تمام عمر سے بہتر تھا میں
اُسوقت تک دنچلی نہ بیٹھونگی جب تک کہ خون عثمان کا عوض نہ لے لونگی - اسی عرصہ میں

حضرت طلحہ و زبیر بھی مکہ پہونچ گئے جنکے آنے سے آپ بہت خوش ہوئیں اور بنی اُمیہ کے گروہ کو آپ نے اُنکا طرفدار بنا دیا یہ خیال رکھنا چاہیے کہ اور تاریخیں حضرت طلحہ و زبیر کو بدنام کرتی ہیں کہ اُنھوں نے حضرت عائشہ کو آمادہ فساد کیا اور اعثم کوفی کا قول بالا بتاتا ہے کہ آپ بے شرکت غیرے یہ نمایاں خدمت اسلام خود پوری کی غرض جو کچھ بھی سہی اسمیں ہماری تاریخ شریک نہیں ہے۔

اسی طرح اسمیں بھی اختلاف ہے کہ یہ خبر آپ نے کہاں سُنی اکثر مورخین کا خیال ہے کہ آپ مدینہ واپس جا رہی تھیں اور نصف راستہ طے کر چکی تھیں کہ یہ خبر سُنی اور آپ نے انا للہ و انا الیہ راجعون فرما کر کہا کہ اگر جواد دُنیا میں ہمیشہ رہ سکتے تو حضرت عثمان بھی زندہ رکھے جاتے مگر کیا جائے کہ ہر ذیحیات کو آخر مرنا ہے۔ ناظرین اس دورنگی پالیسی پر حیران ہوں گے کہ خود ہی قتل کا فتویٰ دیا خود ہی انتقام کی طالب ہو بیٹھیں لیکن درحقیقت آپ قتل حضرت عثمان سے متاثر نہ تھیں بلکہ آپ کو سیاسیات میں دخل دینے کا شوق ہو گیا تھا اور آپ ایسی حکومت چاہتی تھیں جو آپ کے ہاتھ میں کٹھ پتلی کے فرائض پورے کر سکے حضرت عثمان نے اچھا یا بُرا جو کچھ کیا اُسکے نقد و تبصرہ کا یہ محل نہیں ہے لیکن اُنکی ایک پالیسی مستقل ضرور رہی اور وہ اپنے آخر دم تک خاندان پروری کرتے رہے اگرچہ اسی خاندان پروری کا سارا فساد تھا لیکن حضرت عثمان نے حکومت اسلامیہ کو ایک عورت کے ہاتھ میں دے کر اپنی ذات کو اُنکے احکام کی تعمیل کے لیے وقف نہیں کیا اور یہ اُن کی خودداری پر دال ہے اسلیے حضرت عائشہ ان سے راضی نہ رہیں اور حکومت علیؑ کی خبر نے تو آپ کے حواس پراگندہ کر دیے اسلیے کہ آپ اور تمام دُنیا شریعت کے معاملہ میں اُنکی حقیقت گیری سے واقف تھی آپ نے فوراً یقین کر لیا کہ حضرت عثمان ایک حد تک چشم پوشی بھی کر سکتے تھے مگر علیؑ حق سے ذرہ بھر ادھر اُدھر نہیں ہو سکتے اور انکی حکومت میں میری گنجائش محال ہے اسلیے آپ کو اپنی پالیسی کی ہوا کا رُخ بدلنا پڑا لیکن حضرت عثمان سے

آپ کی دشمنی پوشیدہ چیز نہ تھی اسلیے اکثر نے آپ کو سمجھایا چنانچہ آپ مکہ میں ام المومنین حضرت ام سلمہ کے پاس بھی امداد طلبی کے لیے گئیں تو ام سلمہؓ نے صاف صاف انکار کیا اور کہا کہ کیا وہ دن بھول گئیں جب تم اقتلوا نعثلاً کا نعرہ مارتی پھرتی تھیں دیکھو اے عائشہ تم بصرہ کا ارادہ نہ کرو اور اس روز کو یاد کرو جب آنحضرتؐ نے فرمایا تھا کہ تم میں سے ایک عورت تیز رو اونٹ پر ہوگی اور اسکے گرد بیشمار کشتے ہونگے اور اسپر مقام حوأب کے کتے بھونکیں گے۔ اے عائشہ تم کو یاد ہوگا کہ جب آنحضرت یہ حدیث فرمارہے تھے میں ایک پیالہ ہاتھ میں لیے ہوے تھی اور اس ڈر سے کہ شاید وہ عورت میں ہی ہوں میں اتنا لرزی کہ میرے ہاتھ سے پیالہ گر کر ٹوٹ گیا تو آنحضرتؐ نے مسکرا کر فرمایا کہ وہ تم نہ ہوگی یہ حمیرا (عائشہ) ہوگی۔

حضرت ام سلمہؓ کے علاوہ بعض آپ کے عزیزوں نے بھی سمجھایا چنانچہ جب آپ نے جنگ جمل کیلیے لوگوں کو آمادہ کرنا شروع کیا تو عبید بن سلمہؓ جو آپ کے عزیز بھی تھے اس دورنگی پالسی سے سخت رنجیدہ ہوے اور انھوں نے آپ سے کہا کہ سب سے پہلے تم ہی نے قتل عثمان کا فتوی دیا اقتلوا نعثلا فانہ قد کفر (عثمان کو قتل کر ڈالو یہ کافر ہو گیا ہے) اور اب انتقام کی فکر کر رہی ہو اس معاملہ میں انھوں نے شعر بھی نظم کیے مگر جب حضرت عائشہ نے اپنا طرز نہ بدلا تو انھوں نے قطع آمدورفت کر دی مگر حضرت عائشہ راضی نہ ہوئیں اور قرن فی بیوتکن کی دیوار پھاند کر مقام حوأب کے کتوں کا نغمہ سنتی ہوئی بصرہ پہونچیں اور حضرت طلحہ و زبیر کے لیے خلافت کی قربانگاہ پر تیرہ ہزار طرفین کے قتیل بھینٹ چڑھا دیے گئے اور بعض مورخین کے نزدیک صرف لشکر حضرت عائشہ کے سترہ ہزار آدمی قتل ہوے۔ یہ لڑائی حق و باطل سے قطع نظر کرکے بھی آپ کے لیے شرمناک تھی اس لیے کہ ساس کو داماد پر چڑھائی کرنا کسی طرح مناسب نہ تھا اور زوجۂ رسول کی حیثیت سے آپ کا نامحرموں کے مجمع میں ایک محمل میں تشریف لانا کسی طرح قابل مدح نہیں کہا جاسکتا اسی پہلو پر نظر کرتے ہوے ایک مسلمانؓ نے آپ سے پکار کر کہا کہ اے ام المومنین خدا کی قسم

آنحضرت کے نزدیک اس عثمان سے آپ کا یوں تشریف لانا شدید مصیبت ہے آپ نے پردہ کا احترام اُٹھا دیا بھلا آپ کو یہ زیبا ہے کہ آپ دو لشکروں کے درمیان ایک اونٹ پر بیٹھی ہوئی (اپنی آواز سُنا رہی) ہیں اگر آپ اپنی خواہش سے آئی ہیں تو بھی پلٹ جائیے اور اگر آپ کو زبردستی لایا گیا ہے تو ہم سے مدد حاصل کر کے پلٹ جائیے پھر اُسی شخص نے طلحہ و زبیر کو آواز دی کہ تم تو حواری رسولؐ کہلاتے ہو کیا آنحضرتؐ کے حقوق یہی تھے کہ اپنی بیبیوں کو تو پردہ میں بٹھا آئے ہو اور اُنکی زوجہ کو لیے لیے پھرتے ہو (تم کو شرم نہیں آتی)

پھر لطف یہ کہ ایام جنگ کے قریب آپ نے اپنی اُس کوشش کا بھی اکثر اقرار کیا ہے جو آپ نے قتل حضرت عثمان پر صرف کی تھی چنانچہ جب کعبؓ بن اسود کو اپنا شریک بنانے اُن کے گھر پر آپ بہ نفس نفیس تشریف لے گئی ہیں تو آپ نے اقرار فرمایا ہے۔

مگر امیر المومنینؑ نے عداوت و حسد کے اس پھیلے ہوئے دھوئیں میں بھی انصاف کی آنکھیں بند نہیں کیں عین عالم جنگ میں حضرت محمدؒ بن ابی بکر کو حکم دیا تھا کہ دیکھو تم اپنی بہن کے ہودج کے قریب قریب رہو اور کسی نا محرم کو نزدیک نہ آنے دو اور اُن کو بے پردہ اور زخمی ہونے سے بچاؤ چنانچہ محمد ہودجؑ پر ہاتھ رکھے جنگ کر رہے تھے اور جب حضرت عائشہ کا اونٹ پے ہوا ہے اور آپ کا ہودج گرنے لگا تو محمد نے سنبھال کر اُتارا اس ہول جول میں محمد کا ہاتھ حضرت عائشہ کے جسم پر لگ گیا تو حضرت عائشہ نے فرمایا یہ کون ہے جو میرے اُس جسم سے ہاتھ مس کرتا ہے جسکو آنحضرت کے سوا کسی نے مس نہیں کیا تھا۔ محمد نے کہا کہ میں ہوں آپکا بھائی اور سب سے زیادہ آپ کا دشمن۔ آخر حضرت عائشہ کو شکست ہوئی امیر المومنینؑ آپ کے ہودج کے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ آنحضرتؐ مجھے یہ سب بتا گئے تھے اور حکم دے گئے تھے کہ فتح کے بعد اُن کو گھر واپس کر دینا لہذا اے عائشہ تم مدینہ جانے کے لیے تیار ہو جاؤ۔ مگر حضرت عائشہ بصرہ سے واپسی پر آمادہ نہ ہوتی تھیں چنانچہ ابن عباسؓ نے امیر المومنین اور دیگر صحابہ نے

بہت کچھ نصیحت کی مگر ان کی کوششیں آپ کی ضد کے سامنے بیسود ثابت ہوئیں - آخر میں ایک روز امام حسنؑ پہونچے جسوقت آپ کنگھی کر رہی تھیں اور نصف بالوں میں کنگھی کر چکی تھیں اور نصف بال کنگھی کے آرزومند تھے کہ امام حسنؑ نے چند جملے فرمائے اور آپ گھبرا کر اُٹھ کھڑی ہوئیں اور فرمانے لگیں کہ میری سواری فوراً تیار کرو - ایک زن مہالبہ نے قسمیں دے کر اس راز کو دریافت کیا کہ آپ اور لوگوں کے کہنے سے تو آمادہ نہوئیں یہ امام حسنؑ نے کیا کہدیا کہ آپ نے پوری کنگھی بھی نہ فرمائی اور چلنے پر آمادہ ہوگئیں آپ نے فرمایا کہ ایک روز مال غنیمت آیا ہوا تھا اور میں اُسمیں سے بعض چیزیں لینے کے لیے آنحضرتؐ سے لڑ رہی تھی اُسوقت آنحضرتؐ نے علی ابن ابیطالبؑ کو اپنے بعد تمام ازواج[1] طلاق کا اختیار دیدیا تھا اسوقت امام حسنؑ وہی پیغام لائے ہیں کہ اگر ابھی تم مدینہ نہ گئیں تو اپنے اُس اختیار (طلاق) سے کام لوں گا جو آنحضرتؐ مجھے دیگئے ہیں اے زن مہلبہ اگر اب میں نہ گئی تو علی طلاق دیدینگے اور میں ازواج پیمبر سے خارج ہو جاؤں گی - اسکے بعد حضرت عائشہ روانہ ہوگئیں اور امیر المومنینؑ نے آپ کے پردہ کا خاص اہتمام فرما دیا -

اس جنگ کی دشمنی حضرت عائشہ کے دل میں جاگزین رہی اور آپ کو علیؑ کا نام لینا بھی گوارا نہ تھا چنانچہ آپ کی خبر شہادت سُن کر حضرت عائشہؓ نے اپنی بیحد مسرت کا اظہار فرمایا اور (مبارکباد) میں کچھ اشعار بھی فرمائے آپ نے ابن مسروقؓ سے اپنے غلام عبشی کو دکھا کر فرمایا کہ تم کو معلوم ہے کہ میں نے عبد الرحمن اسکا نام کیوں رکھا ہے انھوں نے کہا نہیں تو آپ نے فرمایا اسلیے کہ قاتل علیؑ (ابن ملجم) کا یہی نام تھا -

اسباب بغض علیؑ اسمیں شک نہیں کہ حضرت عائشہ فاطمہ زہرا کی سوتیلی ماں تھیں اور ایسی ماں کہ جو اپنی سوت کو بے دیکھے اور معاملات میں اُنکی شرکت کے بغیر اُن پر طعنہ زن تھیں نیاز فتحپوری کا دعویٰ ہے کہ آپ (حضرت عائشہ) غیبت و بدگوئی سے بری تھیں اور اس کثرت روایات پر

---

[1] اعثم کوفی صہ ۱۳۸ [2] صحیح بخاری کتاب الوضو باب الغسل والوضو فی المخضب و کتاب الاذان باب حد المریض

... آپ ... کو بُرا کہنا ... اتفاق سے نہیں بلکہ ہماری کو ...
سے اُنھیں کتابوں سے (جو سیرۃ نویسی میں آپ کے زیرِ مطالعہ تھیں) ہم نے ایسی اکثر حاشیں پیش کر دیں ہیں جن میں آپ نے زندہ لوگوں سے قطع نظر کر کے مُردوں کا خاکہ اُڑایا ہے نیاز صاحب کو حضرت عائشہ کی طرف سے شرمانا چاہیے اور آیندہ اس طرح کے دعوؤں سے پرہیز کرنا چاہیے آپ واقعات کو نرم کر کے لکھنے کے مختار ہیں لیکن اُن کا گم کر دینا آپ تو کیا بڑے بڑوں سے ممکن نہوا۔
حضرت خدیجہ کو بھی آپ برابر بُرا کہتی تھیں ظاہر ہے کہ کسی کی ماں کو بُرا کہا جائے تو وہ کہانتک صبر کر سکتا ہے حضرت فاطمہؑ آپ سے برابر ملول رہتی تھیں اور اسی وجہ سے حضرت ابوبکر و عمر کے ہمراہ آپ کو بھی اپنی میت پر آنے سے منع فرما دیا تھا حضرت عائشہ حسنینؑ کا مُنھ دیکھنا بھی گوارا نہ کرتی تھیں اور اسمیں اجتہادی پردہ کا حیلہ تھا علیؑ ابن ابیطالب سے آپ کے پدر بزرگوار کے مفاد لڑتے رہے اسلیے آپ کو جنبہ داری نے ان کا بھی دشمن کر دیا چنانچہ جنگ جمل میں جب امیر المومنینؑ سے اسبابِ بغض عائشہ دریافت کیے گئے تو آپ نے ذیل کے واقعات کا ذکر فرمایا:۔

(۱) آپ نے فرمایا کہ ایک روز میں آنحضرتؐ کی خدمتمیں حاضر ہوا آپ نے مجھے اپنے اور حضرت عائشہ کے درمیان میں جگہ دی اور میری ران پر اپنی کہنی ٹیک کر آہستہ آہستہ باتیں کرنے لگے یہ رازداری حضرت عائشہ کو ناگوار ہوئی اور آپ مجھپر غصہ کرنے لگیں کہ اے پسر ابوطالب تو میرے اور آنحضرتؐ کے درمیاں کیوں آ بیٹھا اور اب تو آنحضرتؐ کو دن رات کسی وقت تنہا نہیں چھوڑتا آنحضرتؐ نے فرمایا (اے عائشہ ذرا سنبھل کے) کوئی شخص علیؑ کے برابر نہیں ہو سکتا اسلیے کہ یہ سب سے پہلے ایمان لائے، حوض کوثر پر سب سے پہلے آئیں گے قیامت میں سب سے پہلے مجھ سے مصافحہ کرینگے۔

(۲) آنحضرتؐ نے پہلے سورۂ براۃ دے کر حضرت ابوبکر کو روانہ مکہ کیا پھر بحکم وحی مجھے بھیجا کہ تم ابوبکر سے سورۂ براۃ لے کر اہل مکہ کو پہونچاؤ۔

(۳) روزے تک میں نے آنحضرتؐ سے کہا کہ آپ عائشہ کے محتاج نہیں اور عورتیں بھی نکل کیلیے

موجود ہیں۔

(۴۴) آنحضرت نے تمام اصحاب کو چھوڑ کر مجھے وصی بنایا۔

امیرالمومنین علیؑ ابن ابیطالب کی شہادت کے بعد امام حسنؑ خلیفہ ہوئے اور بہت جلد حضرت معاویہ کی سیاست دانی پر زہر نے آنحضرتؐ کے بڑے نواسے کی قربانی چڑھادی۔ امام حسینؑ حضرت عائشہ کے پاس تشریف لائے اور آپ سے حسب وصیت امام حسنؑ آنحضرت کے قریب دفن کرنے کی اجازت چاہی آپ نے اجازت دیدی لیکن جب قبر کھدنے لگی تو آپ باشارہ سعید بن العاص گورنر مدینہ یا حسب رضا جوئی حضرت مروان ابن الحکم خچر پر سوار ہو کر ممانعت کے لیے نکلیں اور بنی اُمیہ و بنی ہاشم میں تیر بازی ہونے لگی یہانتک کہ حسنؑ مظلوم و مسموم کے تابوت پر تیر پیوست ہوگئے اور امام حسینؑ نے بھائی کی وصیت کی بنا پر غصہ کو ضبط کر کے ماں کے پہلو (بقیع) میں دفن فرمایا

ظاہر ہے کہ مورخین نے مروان و سعید بن العاص کے اُبھارنے کا ذکر کرکے حضرت عائشہ کی بات بنائی ہے درانحالیکہ وہ حجرہ حضرت عائشہ کا کہلاتا ہے میں نہیں جانتی کہ مالک مکان سے بڑھکر کسی دوسرے کو منع و دخل کا اختیار رہو در حقیقت اجازت دے کر آپ کو اپنی قوت کا مظاہرہ کرنا خود مقصود تھا اس پر ابن عباس کا قول دلیل ہے کہ آپنے حضرت عائشہ ہی سے فرمایا کہ تم دو روز گھر سے نکلیں ایک روز اونٹ پر (جنگ جمل) اور دوسرے روز خچر پر مگر تمہارا مقصود دونوں دن ایک ہی تھا یعنے حق کو مٹانا اور باطل کو اُسکی جگہ نصب کرنا۔

حضرت معاویہ کے عہد میں آپ کی خاطر ویسی ہی ہونے لگی جیسا کہ آپ چاہتی تھیں اور اُن سے کبھی آپ سے رنج نہوتا لیکن حضرت معاویہ نے جب راستہ صاف دیکھا تو محمد بن ابی بکر کو عالم عطشی میں قتل کیا اور گدھے کی کھال میں رکھکر جلادیا محمد عائشہ کے بھائی تھے آپ کو سخت ملال ہوا اُس روز سے آپ نے زندگی بھر بھنا ہوا گوشت نہیں کھایا اور ہر نماز کے بعد آپ حضرت معاویہ اور حضرت عمر عاص کے لیے بددعا کیا کرتی تھیں اسلیے آپ نے ولیعہدی یزید میں

مخالفت کی اور اچھی خاصی تکرار ہوئی، پھر ایک خبر یہ بھی ہے کہ حضرت یزیدؒ نے آپ سے نکاح کرنا چاہا تھا مگر جب اُسکو بتایا گیا کہ ازواج نبی سے نکاح حرام ہے تو وہ خاموش ہو گیا۔

غنیمت ہے کہ حضرت ام المومنین کا وصال عہد حضرت معاویہ ہی میں ہو گیا ورنہ حضرت یزید اپنے زور سلطنت میں کس سنت کے پابند اور کس حرمت کے قائل تھے جو اُن سے احترام حضرت عائشہ کی اُمید یقینی ہوتی یہ ولیعہدی کی نیت کا ذکر ہے جب آپ باپ کے اختیار میں تھے۔

حضرت عائشہ کی شرمندگی } آپ کی سیرت کو اگر ناظرین نے قصہ کہانی کی طرح پڑھا ہے اور کوئی نتیجہ اخذ کرنے کی کوشش نہیں کی ہے تو وہ اس فصل سے کوئی لطف نہیں اُٹھا سکتے اور اگر نتیجہ اخذ کیا گیا ہے تو بہت جلد معلوم ہو جائے گا کہ شرمندگی کے پردہ سے حضرت عائشہ کی دانش بھی نکلی پڑتی ہے آپ نے اظہار شرمندگی کیا ہے مگر یہ ظاہر نہیں ہونے دیا کہ ایک ہی غلطی آپ سے ہوئی تھی یا متعدد ندامتیں تھیں۔ اگر آپ یہ ظاہر کر دیتیں تو شاید آپ کے بعد کی دُنیا دھوکے کی اندھیری سے روز روشن کے سائے میں آسکتی لیکن آپ اسکو صاف نہ کر سکتی تھیں اسلیے کہ ان واقعات سے صرف آپ ہی نہیں بلکہ آپ کے بعض مقدس عزیزوں اور دوستوں کی پردہ دری کا بھی اندیشہ تھا۔

(۱) عن عائشہؓ قالت حین حضرة الوفاة یالیتنی لم اخلق یالیتنی کنت شجرة اسبح واقضی ما علی	جب موت آپہونچی تو حضرت عائشہ فرمانے لگیں کہ کاش میں پیدا ہی نہ ہوتی کاش میں (انسان کی جگہ) ایک درخت ہوتی اور خدا کی تسبیح کرتی رہتی اور جو چاہے مجھپر گذر جاتی۔
(۲) عن عائشہؓ قالت انی وددت اذا مت کنت نسیاً منسیا۔	حضرت عائشہ نے فرمایا مجھے بہت مرغوب تھا کہ مرنے کے بعد نسیاً منسیا ہو جاؤں (ناقابل ذکر ہو جاؤں)
(۳) ان عائشہؓ قالت واللہ لوددت انی کنت شجرة واللہ لوددت انی کنت مدرة واللہ	حضرت عائشہ نے فرمایا کہ مجھے محبوب تھا کہ میں شجر (نبات) ہوتی یا کنکر پتھر (حجر) ہوتی مجھے محبوب تھا کہ خدا کبھی مجھے

لو ددت ان اللہ لم یکن خلقنی شیاً قط — کچھ بھی پیدا نہ کرتا

ڈبویا مجکو ہونے نے نہوتا میں تو کیا ہوتا

(۴) عین اسی[1] وقت ابن عباس آئے اور اُنھوں نے آپ کی اضافی تعریف وتوصیف سے آپ کی ڈھارس باندھنا چاہی تو آپ نے فرمایا کہ اے ابن عباس میری تعریف نہ کرو مجھے تو اسوقت یہ محبوب ہے کہ میں کچھ بھی نہوتی (اس روایت کا ترجمہ نیاز صاحب نے جس قابلیت کے ساتھ فرمایا اُسکے الفاظ قیامت تک خود داد دیں گے)۔

(۵) آپ (عائشہ[2]) جب کلام مجید میں وقرن فی بیوتکن (اے ازواج نبی اپنے گھروں میں بیٹھی رہو) پڑھتی تھیں تو اسقدر روتی تھیں کہ آپ کا آنچل بھیگ جاتا تھا۔

(۶) عن اسمعیل[3] بن قیس قال قالت عائشہ عند وفاتھا انی قد احدثت بعد رسول اللہ فادفنونی مع ازواج النبیؐ

اسمعیل بن قیس ناقل ہیں کہ حضرت عائشہ نے قریب وفات فرمایا کہ میں نے آنحضرتؐ کے بعد دین میں ایک نیا شگوفہ کھلایا (مجھے آنحضرت سے شرم آتی ہے آنحضرت کے ساتھ دفن نہ کرنا) ازواج نبی کے ساتھ دفن کرنا۔

(۷) حضرت عائشہ فرماتی تھیں کہ کاش میں آنحضرتؐ سے فرزند جنتی اور وہ مرجاتے مگر جنگ جمل[4] نہ لڑتی

(۸) آپ[5] نے وقت وفات فرمایا کہ اسوقت روز جمل میرے گلے میں پھنس رہا ہے۔

(۹) آپ[6] عبداللہ ابن عمر سے کہتی تھیں کہ تم نے کبھی مجکو نہ روکا اگر تم روکتے تو میں علی سے نہ لڑتی۔

(۱۰) آپ[7] نے یوم جمل فرمایا کہ کاش میں آج سے بیس برس پہلے مرگئی ہوتی۔

وصیت کہ آپ نے فرمایا کہ میرے جنازے کے ساتھ آگ نہ لے جانا (مشعل) اور قبر میں قطیفہ سرخ نہ بچھانا افسوس کہ آپ کی وصیتوں کا لحاظ نہ کیا گیا مشعل بھی روغن زیت[8] سے بنائی گئی اور کپڑا بھی قبر میں بچھایا گیا۔

---

[1] طبقات ابن سعد ج ۸ صہ ۵۱ [2] ایضاً ص ۵۶ [3] ایضاً [4] نصائح الکافیہ مطبوعہ بمبئی صہ ۲۶ منقول از ربیع الابرار

عمر و وفات ۱۷ رمضان المبارک شب سہ شنبہ ۵۸ھ بعد نماز وتر آپ نے داعی اجل کو لبیک کہا اسوقت آپ کی عمر ۶۶ یا ۶۷ سال کی تھی چھ یا سات برس کی عمر میں نکاح اور نو برس کی عمر میں رخصتی ہوئی اور نو سال آپ آنحضرت کے ہمراہ رہیں حضرت ابو ہریرہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور راتا رات آپ کو سپرد خاک کیا گیا آپ کے بھائی محمد بن ابی بکر اور اولاد زبیر بن العوام نے قبر میں اتارا (محمد بن ابی بکر کو حضرت معاویہ جلوا چکے تھے آپ کی ہڈیاں بھی ۵۸ھ میں موجود نہ تھیں یہ نام قابل نظر ہے) کہا جاتا ہے کہ مدینہ میں کسی شب اتنا مجمع نہ دیکھا گیا تھا جیسا آپ کی مشایعت جنازہ میں تھا حضرت ابن مسروق فرماتے ہیں کہ اگر مصالح مانع نہ ہوتے تو میں حضرت ام المومنین کے لیے مجلس ماتم مقرر کرتا۔

نماز صبح کے وقت حضرت ابن عباس کو خبر دی گئی کہ (راوی نے کسی بی بی کا نام نہیں لیا ہے صرف قرائن شاہد ہیں) کہ فلاں زوجہ نے ازواج نبی میں سے انتقال کیا آپ نے یہ سُن کر سجدہ شکر کیا جب اسکی وجہ پوچھی گئی تو آپ نے فرمایا کہ کیا تم نے نہیں سنا کہ آنحضرت نے فرمایا ہے کہ جب آیات الٰہی میں سے کوئی آیت (تیز آندھی یا چاند گہن و سورج گہن و زلزلہ وغیرہ) دیکھو تو سجدہ کرو زوجہ نبی کے انتقال سے بڑی اور کون آیت ہو سکتی ہے

حضرت عائشہ اور آنحضرت کی اطاعت نیاز صاحب معترف ہیں کہ حضرت عائشہ نے کامل طور سے آنحضرت کی اطاعت فرمائی لیکن اگر اطاعت کا انحصار اسی پر ہے کہ ایک مرتبہ انھوں (حضرت عائشہ) نے آنحضرت کا کمل دھو دیا یا روٹی پکا کر رکھی اور آنحضرت کا انتظار کرتے کرتے سو گئیں تو ہم کو بھی اعتراف ناگزیر ہے لیکن آنحضرت کی نہ سالہ معیت میں کم از کم حضرت عائشہ کو تین مرتبہ طلاق کی دھمکی دی گئی اگر حالت اطاعت میں طلاق دینے کی دھمکی دی گئی تو آنحضرت معاذ اللہ جبر گیر اور اگر عدم اطاعت پر ایسا کیا گیا تو کم از کم ہر تین سال کے بعد طلاق کا وقت آتا تھا اور یہ اطاعت گذاری کی مثال نہیں ہو سکتی حضرت خدیجہ پچیس برس ہمراہ رہیں اور ایک مرتبہ بھی طلاق کا نام نہ آیا آپ کے نزدیک دونوں میں کس کو اطاعت گزار کہا جا سکتا ہے ذرا غور کرنا چاہیے۔

ام المومنین حضرت حفصہ بنت عمر ابن الخطاب

نام ونسب } نام حفصہ ہے اور آپ مشہور ومعروف حضرت عمرؓ کی بیٹی ہیں آپ کی ماں زینب[1] بنت مظعون خواہر عثمان بن مظعون (صحابی) ہیں آپ کے ہم بطن[2] بھائی حضرت عبداللہ ابن عمر ہیں جن سے تاریخ اسلام اچھی طرح روشناس ہے آپ کے شجرۂ نسب میں اختلاف ہے اور حضرت عمرؓ سے آگے بڑھکر یہ سلسلہ پیچ در پیچ ہو جاتا ہے جس کا ذکر ہماری کتاب کے تحمل سے باہر ہے۔

ولادت } آپ ہجرت سے پانچ سال[3] قبل پیدا ہوئیں آپ کے اسلام کا زمانہ معین کرنے میں تاریخی روشنی مدد نہیں کرتی البتہ خیال ہے کہ آپ اپنے پدر بزرگوار کے ہمراہ دولت اسلام سے مستفیض ہوئی ہوں گی۔

نکاح } آپ کا پہلا نکاح خنیس[4] بن حذافہ یا حصن[5] بن حذافہ سے ہوا خنیس بدری[6] سپاہی اور مہاجر[7] حبشہ بھی تھے انھیں کے ساتھ حضرت حفصہ نے مدینۂ منورہ کی ہجرت فرمائی تھی حضرت خنیس بدر کی لڑائی میں زخمی ہوئے۔ مدینہ پہونچکر یہی زخم جنت اور شہادت کی دستاویز بن گئے حضرت حفصہ نے ایام عدت پورے کیے تو حضرت عمر کو عقد ثانی کی فکر پیدا ہوئی جو منزلت آج ہماری آنکھوں کے سامنے ہے اسکا تقاضا یہ تھا کہ خود پیام پر پیام آنے لگیں مگر سوء اتفاق سے خود حضرت عمر کو پیامبری کا کام انجام دینا پڑا آپ نے سب سے پہلے حضرت ابوبکر کو نکاح[8] پر آمادہ کرنا چاہا مگر انکے سکوت پر غضبناک ہو کر حضرت عثمان کو دعوت[9] دی مگر انھوں نے بھی جب صاف جواب دیدیا تو آپ کا غصہ اور بڑھا اور آپ نے آنحضرتؐ سے حضرت عثمان کی شکایت[10] فرمائی آنحضرتؐ نے اس آپس کی پھوٹ کو (خود نکاح فرماکر) دفع کردیا یہ نکاح ماہ شعبان ۲ھ یا ۳ھ[11] میں واقع ہوا۔

۱؎ اصابہ ج ۸ ص ۱۵ ۲؎ اسد الغابہ ج ۵ ص ۴۲۵ ۳؎ اصابہ ج ۸ ص ۵۱ ۴؎ اسد الغابہ ج ۵ ص ۴۲۵ ۵؎ اصابہ ج ۸ ص ۵۱ ۶؎ اخبار الدول ۷؎ ناسخ التواریخ جلد رسالت ۲ ب ص ۱۲۱ ۸؎ طبقات ابن سعد ج ۸ صفحہ ۵۶ ۹؎ ایضاً ۱۰؎ الفیاد استیعاب ۱۱؎ حبیب السیر مطبوعہ بمبئی ج ا جز ۳ ص ۵۵ ۱۲؎ طبقات ابن سعد ج ...

صحیح بخاری شریف میں ہے کہ حضرت ابوبکر نے آنحضرتؐ سے نکاح ہو جانے کے بعد معاملہ کو صاف کرلیا آپ نے فرمایا کہ مجھ سے آنحضرتؐ اس نکاح کے متعلق فرما چکے تھے اسلیے میں نے کوئی جواب نہ دیا اور آنحضرتؐ کے راز کو بھی افشا کرنا پسند نہ کیا۔ اس واقعہ کا جہانتک سیرۃ سے تعلق ہے اُس سے آنحضرتؐ کے اخلاق حضرت ابوبکر سے پست نظر آئیں گے اسلیے کہ آنحضرتؐ نے حضرت ابوبکر کی صاحبزادی (عائشہ) پر سوت لانے کا ذکر کرکے ان کو رنج دیا اور حضرت ابوبکر نے اس رنج کو بھلا کر آپ کے راز کا افشا انہوں نے نہ کیا۔ میں نہیں جانتی کہ اس روایت کو علامۂ بخاری نے کس طرح قابل قبول سمجھا

واقعہ تحریم آنحضرتؐ کو حلوا اور شہد مرغوب تھا اور آپ بعد نماز عصر خانۂ ازواج میں تشریف لیجایا کرتے تھے ایک روز آنحضرتؐ زینب بنت جحش کے پاس کسی نے تھوڑا شہد بھیجدیا حضرت زینب نے تنہا خوری پسند نہ فرمائی اور آنحضرتؐ کی آمد کا انتظار کرتی رہیں جب آنحضرت تشریف لائے تو آپ نے ایک با محبت بی بی کی طرح وہ شہد پیش فرمایا آنحضرتؐ نے اُسکو نوش فرمایا اسلیے کہ آپ عموماً انسان کے ہدایا واپس کرکے اُنکی دلشکنی نہ فرماتے تھے حضرت زینب تو بی بی ہی تھیں (شہد نوش فرمانے کے بعد بھی آپ کچھ دیر تک حضرت زینب ہی کے پاس بیٹھے رہے (اسلیے کہ اخلاق) کا جواب اخلاق سے دینا تھا) حضرت عائشہ کو آپ کی دم بھر کی نشست کھل گئی (کیونکہ آپ کا مذاق نفسی نفسی کا تھا) اور اتفاق سے آپ کو بیٹھ جانے کا سبب بھی معلوم ہوگیا حضرت عائشہ نے حضرت حفصہ اور حضرت سودہ کو تعلیم دی کہ جب آنحضرتؐ تشریف لائیں تو اُنسے (معاذ اللہ) گندہ دہنی کی شکایت کرنا اور کہنا کہ آپ کے مُنھ سے مغافیر کی بو آتی ہے (مغافیر ایک بدبودار پھول ہوتا ہے جس سے شہد کی مکھی رس حاصل کرتی ہے) جب آنحضرت تشریف لائے تو بمصداق

در پس آئینہ طوطی صفتم داشتہ اند — آنچہ استاد ازل گفت ہماں میگویم

حضرت حفصہ و سودہ نے حسب قرارداد بدبو کی شکایت کی چونکہ آنحضرتؐ کی نفاست طبع پر بدبو گراں ہوا کرتی تھی اور آپ اُس سے متنفر تھے اسلیے آپ نے شہد کو اپنے اوپر حرام فرمالیا

اور دوسرے روز حضرت زینب نے شہد پیش فرمایا تو آپ نے نوش کرنے سے انکار فرمادیا

اسپر آیات ذیل نازل ہوئیں:-

یا ایھا النبی لم تحرم ما احل اللہ لك تبتغی مرضات ازواجك واللہ غفور رحیم قد فرض اللہ لكم تحلة ایمانكم واللہ مولٰكم وھو العلیم الحکیم	اے نبی جو خدا نے تم پر حلال کیا ہے اُسکو (اپنے اوپر) کیوں حرام کرتے ہو کیا تم اپنی بی بیوں کی خوشنودی چاہتے ہو اور اللہ بڑا بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔ خدا نے تمہارے لیے (کفارہ دیکر) قسموں کا توڑ دینا حلال کیا ہے اور اللہ تمہارا مالک اور بڑا جاننے والا اور حکمت والا ہے۔

اس واقعہ کے علاوہ اور ایک روایت ایک دوسرا قصہ سناتی ہے اور یہ پہلے سے صحیح معلوم ہوتا ہے اسلیے کہ سورۂ تحریم کی دو مندرجہ آیتوں کے بعد تیسری آیت کا تعلق صرف اس آخری واقعہ سے پیدا ہوتا ہے - کہا جاتا ہے کہ حضرت حفصہ نے اپنی باری کے روز آنحضرت[1] کو حضرت ماریہ قبطیہ سے ہنستے دیکھ لیا تھا فوجدن تھا معه تضاحکه (حضرت حفصہ نے آپ سے ماریہ قبطیہ کو ہنستے ہوئے دیکھ پایا) اسپر آپ ناراض ہوگئیں اور غل مچانے لگیں آنحضرت نے ماریہ قبطیہ کو اپنے اوپر حرام فرما لیا پھر حضرت حفصہ سے فرمانے لگے

الا ابشرك قالت بلی قال یلی ھذا الامر من بعدی ابوبکر ثم یلیه بعد ابی بکر ابوك فاکتمی ھذا علی فخرجت حتی دخلت علی عائشة فقالت الا ابشرك یا بنة ابی بکر قالت بما ذا فذکرت ذلك لھا قالت قد استکتمنی فاکتمیه	کہ کیا تجکو مژدہ دوں حفصہ نے کہا ہاں آپنے فرمایا کہ میرے بعد خلافت کو ابوبکر لینگے اور اُنکے بعد تمھارے باپ (عمر) حاصل کرینگے اس راز کو ظاہر نہ کرنا پھر حضرت حفصہ حجرہ سے نکلیں اور حضرت عائشہ پاس آکر کہنے لگیں کہ اے ابوبکر کی بیٹی تمکو کوئی مژدہ دوں حضرت عائشہ نے کہا وہ کیا حفصہ نے تمام کھول دیا اور یہ بھی سمجھا دیا کہ مجھ سے چھپانے کو کہا گیا ہے تم بھی چھپا رکھنا اسپر سورۂ تحریم کی آیتیں نازل ہوئیں

[1] سورۂ تحریم ... [illegible]

فانزل الله تعالیٰ یا ایھا النبی لم تحرم الخ

اور اس آیت کا لہجہ خود اس واقعہ کی طرف اشارہ کر رہا ہے

واذ اسر النبی الی بعض ازواجہ حدیثا فلما نبات بہ واظھرہ الله علیہ عرف بعضہ واعرض عن بعض فلما نباھا بہ قالت من انباك ھذا قال نبانی العلیم الخبیر ان تتوبا الی الله فقد صغت قلوبکما وان تظاھرا علیہ فان الله ھو مولاہ وجبرئیل وصالح المؤمنین والملائکۃ بعد ذلك ظھیر عسی ربہ ان طلقکن ان یبدلہ ازواجا خیرا منکن مسلمات مومنات قانتات تائبات عبدات سئحت ثیبت وابکارا

اور جسوقت نبی نے اپنی کسی بی بی سے کوئی راز کی بات کہی اور اُس (بی بی) نے اُس راز سے کسی اور کو آگاہ کردیا اور اللہ نے نبی پر (افشائے راز کا معاملہ) کھولدیا تو نبی نے کچھ حصہ تو اُسکا جتلا دیا اور کچھ حصہ سے چشم پوشی کی پھر جسوقت نبی نے (اُس عورت کو) اس سے مطلع کیا تو کہنے لگی کہ آپ کو یہ کس نے بتایا آپ نے فرمایا کہ مجکو بڑے جاننے والے اور بڑے خبر رکھنے والے نے بتایا اگر تم دونوں خدا کی درگاہ میں توبہ کرلو تو اچھا ہے اور یقیناً تم دونوں (کے) دل حق سے منحرف ہوگئے ہیں اور اگر تم دونوں (ہمارے رسول کے خلاف) ایک دوسرے کی پشت پناہ بنو تو کچھ پروا نہیں) خدا اور جبرئیل اور صالح المومنین اور اُسکے بعد کل فرشتے اُس کے (آنحضرتؐ) مددگار ہیں اور اگر وہ تم کو طلاق دیدے تو قریب ہے کہ اُسکا پروردگار بدلے میں ایسے ازواج دیدے جو تم سب سے بہتر ہوں فرمانبرداری کرنے والیاں ایمان والیاں اطاعت کرنے والیاں توبہ کرنے والیاں عبادت کرنے والیاں روزہ رکھنے والیاں دوہاجو اور کنواریاں (ہوں)

پہلا واقعہ جو میں نے لکھا اسمیں بعض صاحبان دل راویوں نے حضرت حفصہ سے اس الزام کو دور کرنے کی ناکام کوشش کی ہے لیکن جب حضرت عمرؓ سے سوال کیا گیا ہے تو آپ نے خود بھی حضرت حفصہ وعائشہ کا نام بتایا ہے اور علامہ قسطلانی نے بھی اسکی تردید کی ہے اور کہا ہے کہ شہد پلانے والی حضرت زینب تھیں اور حضرت حفصہ وعائشہ اس سازباز کی کارکن۔ علامہ قسطلانی نے ذیل کی عبارت اپنی تائید میں پیش کی ہے۔

عن عائشۃ ان نساء النبی کن حزبین فحزب فیہ عائشۃ وحفصۃ وسودۃ وصفیۃ فی حزب وزینب بنت جحش وام سلمۃ والباقیات

حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ ہم ازواج نبی میں دو پارٹیاں تھیں میں اور حفصہ وسودہ وصفیہ ایک پارٹی میں تھیں اور زینب بنت جحش و ام سلمہ اور باقی سب دوسری پارٹی میں۔ علامہ قسطلانی کہتے ہیں کہ

فی حزب وھٰذا یرجح ان زینب ھی صاحبۃ العسل ولذا اغارت عائشہ منھا لکونھا من غیر حزبھا

یہ دلیل راجح ہے کہ زینب ہی شہد پلانے والی تھیں اور اسی سے حضرت عائشہ کو رشک پیدا ہوا کہ زینب آپ کی پارٹی کی نہ تھیں

علامۂ قسطلانی کی تحریر کے موافق یہ راز بھی پردہ سے باہر آ گیا کہ آنحضرتؐ کا گھر جہاں مہبط ملک و منزل جبریئل تھا وہاں پارٹیشن کے برکات سے بھی خالی نہ تھا (خدا رحم کرے) اس گروہ بندی میں حضرت عائشہ حضرت صفیہ کو اپنی پارٹی کا رکن بتاتی ہیں لیکن واقعات اسکو بھی غلط ثابت کرتے ہیں کیونکہ حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ دونوں صفیہ کو برا کہا کرتی تھیں۔

دوسرا ناشدنی واقعہ جو حضرت ماریہ قبطیہ سے متعلق ہے اسمیں قرآن نے آکر بتایا کہ آنحضرت قسم کا کفارہ دیں لیکن حضرت ماریہ کو اپنے اوپر حرام نہ کریں اگرچہ ماریہ قبطیہ کنیز ہیں لیکن حضرت ابراہیم انھیں کے بطن سے تھے اور خدیجہؑ کے بعد صرف ماریہ ہی کو یہ شرف حاصل ہے کہ آنحضرتؐ کے یہاں اُن سے صاحبزادہ پیدا ہوا اور اس حقیقت کی بنا پر ماریہ کو تمام ازواج نبی پر ناقابل عذر فضیلت حاصل ہے اور شاید اسی بنا پر قرآن نے اُن کی تائید۔ اور بالمقابل حضرت حفصہ و حضرت عائشہ کی خوشنودی کی تردید کی اور نہ صرف تردید بلکہ اُن میں سے بعض کی خیانت (آنحضرتؐ کے راز میں) توبہ کا وجوب "حق سے اُنکی بازگشت" منافقین سے اُنکے ساز باز کا اعلان کیا اور طلاق کی دھمکی دی۔ اعلام النبوۃ اور اکثر تفاسیر میں یہ واقعہ موجود ہے۔ البتہ نیاز صاحب اس راز کو نامعلوم سمجھ کر تحریر سے گریز کرتے ہیں کیونکہ اسمیں شبہات کی گنجائش ہے جن کو شیعہ طبقہ صاف صاف لکھتا ہے کہ حضرت حفصہ نے حضرت عائشہ سے کہا اور حضرت عائشہ نے اپنے پدر بزرگوار سے اور اُنھوں نے حضرت عمرؓ سے اور انکے بعد حصول خلافت کے لیے آنحضرتؐ کو بیچ سے ہٹانے کی ضرورت محسوس ہوئی اور آپ کو زہر دینے کا ارادہ کر لیا گیا جسکی خبر آنحضرتؐ کو خدا نے دی اور یہ منصوبہ خاک میں مل گیا

لیکن شیعوں کے یہاں صرف منسوبے کا ذکر ہے مگر صحیح بخاری شریف کی ایک حدیث کچھ اور ہی کہتی ہے یہ روایت حضرت عائشہ سے منقول ہے آپ فرماتی ہیں کہ ہم آنحضرت کو دوا پلایا کرتے تھے آپ نے منع فرمایا کہ اب دوا نہ دی جائے ہم سمجھے کہ دوا سے ویسی ہی کراہت ہے جیسے کہ عام مریضوں کو ہوا کرتی ہے ہم نے دوا پلائی - ابوذر کہتے ہیں کہ دوا پلانے والی حضرت عائشہ ہی تھیں اور علامہ قسطلانی بتاتے ہیں کہ آپ کو یہ دوا بے اختیاری (بیہوشی) میں پلائی گئی اور آپ کے دہن اقدس کے ایک جانب ڈالدی گئی - غرض جب آنحضرتؐ ہوشیار ہوئے تو آپ نے فرمایا کہ تم نے میری ممانعت پر کیوں دوا پلائی اب اسکی سزا یہ ہے کہ میرے چچا حضرت عباس کے سوا سب گھر والے میرے سامنے یہی دوا پئیں میں دیکھ رہا ہوں - علمائے عامہ اس سزا کو ہلکا کرنا چاہتے ہیں وہ اسکا تعلق دوا کی بدمزگی کو قرار دیتے ہیں مگر میں حیران ہوں کہ اسکو کیا کہوں اور کیا سمجھوں - اچھا ایسا ہی ہوگا پھر کس کس نے اس دوا کو پی کر اپنا منھ کڑوا کر کے آنحضرتؐ کی خاطر پوری کی درحقیقت اسکا صاف جواب یہ ہے کہ ایک نے بھی دوا کا ایک قطرہ نہیں پیا - مجھے کوئی حق نہیں ہے کہ کسی پر کوئی نا دیدہ الزام قائم کروں لیکن صحاح ستہ کی شش جہت میں اتنا اندھیرا ضرور ہے کہ راہ چلنے والے ٹھوکریں کھاتے ہیں

پھر نیاز صاحب و مولانا سعید انصاری صاحب اپنے اپنے الفاظ میں اس مطلب کو لکھتے ہیں کہ آیت کا اشارہ منافقین سے ہے یعنی اگر حضرت عائشہ و حفصہ مظاہرہ کریں اور منافقین سازش کر کے اُس سے فائدہ اُٹھانا چاہیں تو بھی خدا و ملائکہ اور خدا کے نیک بندے آنحضرت کی مدد کریں گے غنیمت ہے کہ یہ دونوں بزرگ حنفی المذہب ہیں مگر اسکے قائل ہیں کہ منافقین ان دونوں بی بیوں سے سازش کا فائدہ اُٹھا سکتے تھے - کیا اچھا ہوتا اگر نیاز صاحب یہ بھی بتا دیتے کہ یہ ازواج منافقین تک جاتی تھیں یا یہ پردہ نشینی کا احترام کرتی تھیں اور منافقین انکے پاس آتے تھے اور وہ کون منافقین تھے جنکی روک ٹوک خانہ رسالت میں نہ تھی

اسلیے کہ سازش کے لیے ملنا جلنا سُن گُن لینا جسقدر ضروری بات ہے وہ واضح ہے - اور جب منافقین

کی نامزدگی ہو جائیگی تو صالح المومنین کے تعارف میں زیادہ آسانی ہوگی البتہ صالح المومنین کے

معنے "نیک بندے" لینا عجیب دلچسپ منطق ہے -

یارب چہ عذاب ست برایں مرغ گرفتار بسمل نہ پسندند و پریدن نہ گزارند

ان ہر دو واقعات کا تعلق حضرت عائشہ و حضرت حفصہ و حضرت سودہ سے ہے اور انھیں

تینوں بی بیوں کو طلاق دیدی گئی البتہ حضرت عائشہ کو طلاق لینے کا اختیار دیا گیا تھا میں

نہیں جانتی کہ آنحضرتؐ نے قرآن کی دھمکی پوری کی تھی اور یہ سب طلاق ایک ہی فسانہ کے مختلف

حصے ہیں یا یہ جدا جدا واقعات ہیں اسلیے کہ حضرت حفصہ کے طلاق کی وجہ بالکل مخفی رکھی گئی

ہے اور حضرت سودہ کا طلاق بڑھاپے کے جرم سے بتایا جاتا ہے جو ایک طرح کی بیجری ہے

اگر بڑھاپا ہی سبب طلاق ہوتا تو آنحضرتؐ ام سلمہؓ سے کیوں نکاح کرتے جبکہ اُنھوں نے

مطلع بھی کر دیا تھا کہ میرا سن زیادہ ہے میں یہ نہیں کہتی کہ آپ میرے ہمخیال ہو جائیے لیکن

ضرور ہے کہ جو باتیں میں لکھ رہی ہوں انپر کتابوں سے مدد لے کر غور کرنا آپ کا کام ہے اور تحقیق

کے بعد ہر شخص کی سیرۃ سے نتیجہ نکالنا فرض -

حضرت حفصہ کی معاشرت ایک روز آنحضرتؐ نے فرمایا کہ امید ہے اصحاب بدر و

حدیبیہ جہنم میں نہ بھیجے جائیں حضرت حفصہ نے اعتراض فرمایا کہ خدا تو کہتا ہے وان منکم

الا واردھا "تم میں سے ہر ایک وارد جہنم ہوگا" آپ نے فرمایا کہ ہاں مگر یہ بھی تو ارشاد ہے

ثم ننجی الذین اتقوا و نذر الظلمین فیہا جثیا "پھر ہم پرہیزگاروں کو نجات دینگے اور

ظالموں کو گھٹنے کے بل اُسمیں پڑا رہنے دینگے" اس واقعہ کو آپ کے تفقہ کی دلیل کہا جاتا ہے

اور آپکی زبردست تعلیم میں شفا بنت عبداللہؓ سے چیونٹی کے کاٹے کا منتر سیکھنا بتایا جاتا

ہے مگر جس روز سے آپ نے اسکی تعلیم تمام کی اُس روز سے مدینہ میں کسی کو چیونٹی نے بھی نہیں کاٹا

اسلیے کہ علاج کا کوئی واقعہ پیش نظر نہیں ہے حضرت عبداللہ بن عمر آپ کے بھائی جنگ صفین میں غیر جانب دار تھے اگرچہ حضرت عبید اللہ ابن عمر حضرت معاویہ کی طرف سے لڑکر قتل ہو چکے تھے یہ آپ کی علم دوستی ہے کہ آپ نے حضرت عبداللہ کو بھی جنگ صفین میں شرکت پر ابھارا تا کہ لوگ حضرت عبداللہ کی رائے سے بھی فائدہ اٹھائیں خدا جانے اس میں جذبہ انتقام کسقدر تھا حضرت حفصہ سے ۶۰ حدیثیں کتب احادیث میں نقل کیگئی ہیں

آپکی معاشرت آنحضرت سے بقول حضرت عائشہ آپ اپنے باپ کی بیٹی تھیں یعنی تند خو اور جلد باز (مولانا سعید انصاری صرف غصہ ور لکھتے ہیں) اسی بنا پر حضرت حفصہ آنحضرت سے زبان لڑانے میں کبھی وقار رسالت کا خیال نہ فرماتی تھیں چنانچہ حضرت عمر کو صاحبزادی کی اس زبان درازی کی خبر اپنی بیوی سے معلوم ہوئی آپ نے سُنا کہ آنحضرت کو دن بھر زخم زبان کا صدمہ ہوتا ہے آپ فوراً حضرت حفصہ کے پاس آئے اور فرمایا کہ کیا تم آنحضرت سے زبان لڑاتی ہو حضرت حفصہ نے کہا بیشک آپ نے فرمایا کہ دیکھ بیٹی میں تجھے عذاب جہنم سے ڈراتا ہوں اور دیکھ تو اُس عورت کے گھمنڈ میں نہ آجانا جسکے حسن وجمال نے آنحضرت کو فریفتہ کرلیا ہے (یعنے حضرت عائشہ زبان درازی کریں تو کرنے دو کیونکہ آنحضرت عشق سے مجبور اور بے قابو ہیں (خدا رحم کرے) البتہ اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر کے نزدیک آنحضرت سے بد زبانی باعث عذاب وجہنم ہے اور حضرت حفصہ وعائشہ اسکی مرتکب تھیں ایک (حضرت عمر) فاروق اعظم ہیں اور یہ دونوں ازواج نبی اور مجتہدہ اور دونوں کا فیصلہ متضاد ہے ان میں سے کس کی تقلید کیجائے گی اور آنحضرت سے بدزبانی باعث ثواب ہوگی یا باعث عذاب۔ نیاز صاحب نے اس تمام واقعہ کو لکھا ہے مگر آخری فقرہ جس میں حضرت عائشہ کے جمال اور آنحضرت کی فریفتگی کا ذکر ہے کس مصلحت سے ترک کردیا ہے آپ کو چاہیے کہ آپ علم حدیث کی کتابوں کا مطالعہ کرکے یہ معلوم کریں کہ حدیث کا ایک جز قابل

قبول اور ایک جز قابل طرح ہو سکتا ہے یا نہیں آپ کو شرم آئی تھی تو کاش اس پوری روایت کو ترک کر دیا ہوتا اسلیے کہ اگر یہ آخری فقرہ آنحضرتؐ کی شان کے قابل نہ تھا تو کیا آپ سے بدزبانی کا ہونا ام المومنین اور آنحضرتؐ دونوں کے لائق تھا،

ایک سفر میں حضرت حفصہ و حضرت عائشہ دونوں آنحضرتؐ کے ہمرکاب تھیں آنحضرتؐ (شاید اسی عشق کی وجہ سے جسکا ذکر اوپر ہو چکا) حضرت عائشہ کے اونٹ کے ساتھ ساتھ باتیں کرتے ہوئے شب روی فرمایا کرتے تھے حضرت حفصہ نے اسکو محسوس کیا اور دوسرے روز حضرت عائشہ کو اونٹ بدل لینے کی صلاح پر راضی کر لیا حضرت عائشہ حضرت حفصہ کے اونٹ پر آ بیٹھیں اور حضرت حفصہ حضرت عائشہ بن بیٹھیں (یہ جمل کے معاملہ میں دوسری خطاے اجتہادی تھی) آنحضرتؐ حسب عادت اسی اونٹ کے پاس تشریف لا کر باتیں کرنے لگے جسپر روز حضرت عائشہ سوار ہوتی تھیں اور آج اسپر حضرت حفصہ ان کی جانشین تھیں رات گذرنے لگی اور آنحضرتؐ تشریف نہ لائے تو حضرت عائشہ کو فریب حضرت حفصہ کی خبر ہوئی آپ صبح کو اونٹ سے اُتریں اور مارے غصہ کے اپنے پاؤں اذخر گھاس میں ڈال کر کوسنے پیٹنے لگیں خداوندا مجھے بچھو کاٹ لے۔ خداوندا مجھے سانپ ڈس لے مگر اب کیا ہوتا ہے سانپ نکل گیا تھا اور لکیر باقی تھی[1]"،

طلاق خدا جانے اس بدزبانی پر یا واقعہ تحریم پر یا کسی تیسرے سبب پر مگر آنحضرتؐ نے حضرت حفصہ کو طلاق دیدی[2] یہ سنکر حضرت عمر سر پر خاک اڑانے لگے (کہ ہاے اب میری کیا منزلت باقی رہتی[3]) حضرت حفصہ کے دونوں ماموں عثمانؓ و قدامہ بھی اس حادثہ جانکاہ کی خبر سنکر آئے حضرت حفصہ چیخ چیخ کر رونے لگیں آپ فرماتی تھیں کہ خدا کی قسم آنحضرتؐ نے مجھ سے سیر ہو کر طلاق نہیں دی ہے (لیکن کسی خطا کا ذکر بھی نہیں فرمایا) پھر آنحضرتؐ تشریف

[1] صحیح بخاری شریف ج ۲ ص ۷۰۰ [2] اسد الغابہ وغیرہ ج ۵ ص [3] تاریخ التواریخ طبع حیات آنحضرتؐ

تشریف لائے اور کہا جاتا ہے کہ آپ پر وحی نازل ہوئی اور حکم دیا گیا کہ رجوع کر لو کہ حفصہ صائم النہار وقائم اللیل ہیں اور یہ جنتی بی بی ہیں۔ ایک روایت یہ ہے کہ حضرت عمرؓ پر رحم کیا گیا اور رجوع کا حکم دیا گیا۔ ایک روایت کہتی ہے کہ وحی وغیرہ کا خیال (اہل اعتقاد کی خوش عقیدتی ہے) بلکہ حضرت عمر کے گڑگڑانے پر آنحضرتؐ کو رحم آگیا (وچنداں الحاح[1] نمود کہ پیغمبر رجوع فرمود) الحاح حضرت عمر پر یہ واقعہ دلیل ہے کہ رجوع کے بعد بمقتضائے طبیعت جب حضرت حفصہ نے پھر پہلا ڈھنگ اختیار کر لیا اور پھر ایک روز جنگ کی نوبت آئی تو حضرت[2] عمر تشریف لائے اور حضرت حفصہ کو روتے دیکھ کر فرمانے لگے کہ حفصہ یاد رکھو ایک مرتبہ تو میں نے منت سماجت کر کے آنحضرت کو رجوع پر راضی کر لیا لیکن اگر اب کی آنحضرتؐ نے طلاق دیدی تو اب ایک حرف نہ کہوں گا۔

وفات آپ صائم النہار تھیں[3] اور وقت انتقال بھی روزے سے تھیں سال وفات میں اختلاف ہے عہد حضرت عثمان میں انتقال کی روایت[4] غلط ہے صاحب استیعاب نے اس کی قدح کی ہے اسکے بعد ۴۱ھ اور ۴۵ھ دو دن بتائے جاتے ہیں ماہ وفات جمادی الاول یا شعبان ہے آپ کی عمر ساٹھ[5] سال کی تھی حضرت مروان نے نماز جنازہ پڑھائی[6] اور حضرت ابوہریرہ وغیرہ اپنے کاندھے پر لیگئے اور بقیع میں دفن ہوئیں آپ کو آپ کے بھائی عبداللہ وعاصم اور آپ کے بھتیجوں حمزہ وسالم وغیرہ نے قبر میں اتارا۔

---

[1] انموذج اللبیب فی خصائص الحبیب للسیوطی [2] ناسخ التواریخ حالات آنحضرت ص ۱۲۱۸ [3] اصابہ ج ۸ ص ۵۲

(۵)

ام المومنین ام المساکین حضرت زینبؓ بنت خزیمہ

نام ونسب } زینب نام ہے آپ کے پدر بزرگوار خزیمہ بن حارث بن عبد اللہ بن عمر بن عبد مناف ہیں آپ صاحب خیرات عظیمہ تھیں غربا و مساکین کو بکثرت صدقات دیا کرتی تھیں اسلیے آپ کی کنیت[1] ام المساکین مشہور ہوئی۔

نکاح } آپ کا پہلا نکاح طفیل[2] بن الحارث بن عبد المطلب سے ہوا پھر طلاق ہوگئی اور طفیل کے بھائی حضرت ابو عبیدہ بن الحارث نے عقد کیا حضرت ابو عبیدہ نے جنگ بدر میں شہادت پائی تو حضرت عبد اللہ[3] حجش نے نکاح کیا لیکن آپ نے بھی جنگ احد میں جام شہادت نوش فرمایا عبد اللہ کے بعد رمضان ۳ھ[4] میں آنحضرت نے عقد فرمایا چار سو درہم مہر مقرر ہوا لیکن آپ کی عمر بھی کم باقی رہ گئی تھی چنانچہ ربیع الثانی ۴ھ[5] میں وفات پائی اس حساب سے کل آٹھ ماہ[6] خانۂ رسالت میں رونق افروز رہیں آنحضرت خود دفن وکفن کے متکفل ہوئے اور آپ ہی نے نماز جنازہ[7] پڑھائی اور بقیع میں دفن کیا اُن کے فضائل کے لیے اُن کی غریب نوازی کا تذکرۂ خیر کافی ہے حضرت خدیجہ کے بعد صرف یہی خوش نصیب بی بی تھیں جنھوں نے آنحضرت سے شوہر کے سامنے انتقال فرمایا اور آنحضرت بنفس نفیس تجہیز وتکفین میں منہمک رہے۔ سچ کہا ہے

عورت کی موت خوب ہے شوہر کے سامنے

۱؎ اصابہ ج ۸ ص ۹۳ ۲؎ حبیب السیر ج ۱ جز ۳ ص ۷۵ ۳؎ ناسخ التواریخ جلد ۲ تا ۷؎ مختصر ص ۲۱۵

فصل

(۶)

ام المومنین ام سلمہ حضرت ہند بنت ابی امیہ سہیل

نام و نسب نام ہند یا رملہ[1] اور کنیت ام سلمہ ہے لیکن نام پر کنیت کی شہرت بازی لی گئی آپ اسی کنیت سے مشہور ہیں آپ کے پدر بزرگوار ابو امیہ سہیل (زاد الراکب) بن المغیرہ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم ہیں۔ ابو امیہ عرب کے صاحبان جود و کرم میں ایک مشہور و معروف صاحب دل ہیں آپ کے ہمراہی مسافر آپ کے ساتھ سفر کا ارادہ کرتے تھے تو اپنی سواریوں کی زاد ساتھ نہ لیتے تھے اسلیے کہ ابو امیہ اُنکے کفیل ہوا کرتے تھے اسی سبب آپ کو زاد الراکب[2] کا لقب دیا گیا تھا آپ کی والدہ محترمہ کا نام عاتکہ ہے مورخین عامہ ان کو کنانیہ بتاتے ہیں اور علماء شیعہ[3] دختر عبدالمطلب[رض] جانتے ہیں اس اعتبار سے حضرت ام سلمہ آنحضرت[ص] کی پھوپھیری بہن تھیں چونکہ چچا اور پھوپھی کی بیٹیاں مذاق عرب میں اپنے ابن عم کا حق سمجھی جاتی تھیں ممکن ہے کہ آنحضرت[ص] نے اس نکاح میں یہ خصوصیت بھی مدنظر رکھی ہو۔

شوہر اول آنحضرت[ص] سے پہلے آپ ابو سلمہ عبداللہ بن عبدالاسد کے نکاح میں تھیں اور یہ بھی کوئی غیر نہ تھے بلکہ حضرت عبدالمطلب[رض] کی دوسری صاحبزادی برّہ[4] کے صاحبزادے تھے۔ دونوں میں محبت مشترک تھی اور زندگی مسرت سے گذاری جاتی تھی ایک روز دونوں میاں بی بی آپس میں عہد کرنے بیٹھے[5] اسکی ابتدا حضرت ام سلمہ نے ہی نے کی آپ نے فرمایا کہ میں نے سُنا ہے کہ اگر مومن شوہر مر جائے اور عورت نکاح ثانی نہ کرے یا جنتی بی بی داغ مفارقت دے جائے اور شوہر نکاح ثانی نہ کرے تو جنت کا (محبت[ص]) آباد کرنے والا دونوں کو

---

[1] استیعاب و اصابہ ج ۸ ص ۲۰۳ [2] ایضاً ص ۲۰۳ [3] ناسخ التواریخ مجلد حالات آنحضرت ص ۱۵۸ [4] ناسخ مجلد حالات آنحضرت[ص] ص ۱۵۸ [5] طبقات ابن سعد ج ۸ ص

اُس دُنیا میں بھی ساتھ کر دیتا ہے آؤ ہم تم عہد کریں کہ جو باقی رہ جائے وہ عقد نہ کرے ابو سلمہ نے محبت سے یہ گفتگو سُنی اور ام سلمہؓ کے قعرِ دل میں جو پاک خیال جاگزین تھا اُسکا اندازہ کر کے کہنے لگے کہ تم میرے بعد اپنی زندگی کو بیوہ گی میں بسر نہ کرنا اور اپنے آپ کو مصیبت میں نہ ڈالنا۔ کیا میں جو کچھ کہوں اُسکو مانوگی؟ ام سلمہ نے کہا بیشک تمھاری اطاعت فرض ہے ابو سلمہ نے کہا میں حکم دیتا ہوں کہ تم میرے بعد نکاح ثانی ضرور کر لینا یہ کہکر ابو سلمہ نے دعا کی کہ خداوندا میرے بعد ام سلمہؓ کو مجھ سے بہتر شوہر عطا فرمانا یہ واقعہ زن و شوہر کی اُس گہری محبت کا اظہار کر رہا ہے جسکے آگے خدا کا نام ہے۔ زوجہ اپنی راحت کو شوہر کے نام پر نثار کرنا چاہتی ہے اور شوہر اپنے جذبات کو زوجہ کے آرام پر قربان کر رہا ہے۔ مجھے مسرت ہے کہ ام سلمہ کی محبت کے فسانے شوہر اولی ہی کے گھر سے شروع ہو جاتے ہیں اسلیے کہ محبت بالغرض آسان ہے اور خالص محبت صرف اصیل خون رکھنے والی شریف لڑکیوں ہی کا شعار ہے۔ مجھے معاف فرمائیے اگر میں اپنی بہنوں کو اپنے بھائیوں (مردوں) سے اچھا کہوں مردوں کی محبت بس اتنی ہے کہ وہ اچھی صورت دیکھ کر محبت کر سکتے ہیں) اور ہماری ہندوستانی بچیاں جو عقد کے کئی دن بعد شوہر کو آنکھ کھول کر دیکھتی ہیں محبت کی آگ میں جل کر جان دیتی ہیں۔

دل سپردن تبو بالغیب ہمیں ایماں است
دیدہ بازی ہنرے نیست پئے طفلاں است

شاعر لکھنوی

ام سلمہ شریف الوامیہ کی بیٹی تھیں غریب کے گھر میں محبت کے خزانے لٹا رہی تھیں اُنکو حق تھا کہ وہ بادشاہ سے بھی خالص محبت کا دعوی کرتیں اسپر اُنکی پہلی محبت شاہد عادل کا کام دیتی۔ اچھا ہر جگہ اچھا ہے اور برا ہر جگہ برا ہے۔ جبرئیل ہزاروں مرتبہ سدرۃ المنتہی سے زمین پر آئے مگر خاک کی نجاست کبھی دامنگیر نہوئی اور ابلیس شعلۂ آتش کی طرح بھڑک کر بزم ملکوت میں پہونچا مگر بردوت رحمت بھی اُسکی شعلہ خوئی کو نہ بدل سکی اُسمیں نہ تعلیم الٰہی پر

انہی سے بہتر اب ہوگی نہ اس جانب آنحضرتؐ نے بھی اشارہ فرمایا ہے خیارکم فی الجاھلیۃ خیارکم فی الاسلام الا ان تفقھوا۔ جو تمہارے لوگ جاہلیت میں اچھے تھے وہ اسلام میں بھی اچھے ہیں مگر یہ کہ تم دین میں سمجھ حاصل کرو۔

ایمان و ہجرت ام سلمہ کا دل جس طرح شوہر کے ساتھ ساتھ ایمان بھی شوہر کے ہمراہ رہا یہ زن و شوہر عہد اولیٰ میں ایمان لائے اور کفار کے غلبہ کی تاب نہ لاکر پہلی ہجرت حبشہ کی طرف کی اور دوسری ہجرت حبشہ سے واپسی کے بعد مدینہ منورہ کی ہوئی۔ حبشہ کی مصیبت خیز ہجرت اور افریقہ کے کرب کوش اور اُسکے منازل کا تذکرہ " خصوصاً دربار نجاشی کی تصویر " اور اُسکے درباری پادریوں سے جعفرؓ ابن ابیطالبؓ کا مناظرہ حقیقت، اور حضرت عمرو بن العاص و حضرت ابو سفیان کے حیا سوز واقعات کا نقشہ زیادہ تر ام سلمہ ہی کی علمی دست دیانت کا سنوارا ہوا ہے آپ نے ان حالات کو اس لطف سے بیان فرمایا ہے کہ ہر ہر لفظ پکار رہا ہے - اللہ کرے زور بیاں اور زیادہ۔

دوسری ہجرت میں بھی آپ شوہر کے ساتھ تھیں یہ سفر ویسا طولانی نہ تھا کیونکہ مدینہ منورہ تک جانا تھا مگر اس سفر میں اللہ کا دیا ہوا ایک ساتھی (سلمہ) اور تھا جو حبش میں پیدا ہوا تھا اور ماں باپ کی گود میں مکہ معظمہ پہونچا تھا یہی چھوٹا سا بچہ تھا جسکے نام نے دنیا میں آکر باپ کو ابو سلمہ اور ماں کو ام سلمہ کی کنیت دیدی تھی۔ ابو سلمہؓ نے کمر باندھی عرب کا سفری رفیق (اونٹ) سج سجا کر تیار ہوا اور ام سلمہ ننھے سے سلمہ کو گود میں لے کر اُسکی پیٹھ پر جا بیٹھیں ابو سلمہ نے مہار تھامی اور مومن مسافر کے پاؤں راہ خدا کی کڑیاں جھیلنے لگے مگر مکہ معظمہ سے اب ہجرت اور بھی دشوار ہو گئی تھی کیونکہ ہر قافلے کو روکنا ٹوکنا کفار مکہ کی سنت بن چکی تھی ابو سلمہ کو بھی یوں ہی روکا گیا ہر حیلہ جو راہ بہانہ لبیار کے اعتبار سے ایک حیلہ بھی پیدا کر لیا گیا غرض بنی المغیرہ نے ام سلمہ کو اپنا پابند کیا اور بنی عبد الاسد سلمہ کو ماں کی گود سے لینے بڑھے تو یہ ماں سے لپٹ کر اپنی ننھی ننھی اُنگلیوں کا زور آزمانے لگا لیکن کہاں بےرحم

اور کہاں معصومیت ننھی ننھی مٹھیاں بجبر کھول دی گئیں اور بچہ ماں کی گود سے جدا کرلیا گیا، چونکہ ہجرت کا حکم آستانۂ نبوت سے نکل چکا تھا، اسلیے ابوسلمہ نے راہ خدا سے مُنھ نہ پھیرا بچہ کی محبت بی بی کی الفت قسمیں دیتی رہی مگر یہ سب کو خدا پر چھوڑ کر چل نکلے اور مدینہ پہونچ گئے۔

حضرت ام سلمہ اپنی یہ دردناک کہانی خود بیان کرتی ہیں کہ میں عجب مصیبت میں تھی تین ساتھی تھے اور تینوں تتر بتر ہیں کہیں، شوہر کہیں، بچہ کہیں۔

جبتک قفس نہ دیکھا تھا وہ دن بھی یاد ہیں
اب ہم کہیں ہیں، پھول کہیں، آشیاں کہیں
شاعر لکھنوی

ام سلمہ سپیدۂ سحری کا منھ دیکھ کر اُٹھتی تھیں اور مقام ابطح پر بیٹھکر رونا شروع کرتی تھیں جب آفتاب کی طرح درد و غم سے دل ڈوب جاتا تھا تو نالے ختم ہوتے تھے گویا ام سلمہ کی چشم گریاں چشمۂ مشرق و مغرب کو ملادینے والی نہر تھی جو صبح سے شام تک جاری رہتی تھی ؎

کاوے کاوے سخت جانیہا تنہائی نہ پوچھ
صبح کرنا شام کا لانا ہے جوے شیر کا

ام سلمہ کہتی ہیں کہ پانچ چھ دن اسی طرح رو دھو کر گذارے تو ایک مرد خدا ادھر آنکلا اور اُسکا بیتاب دل سفارشی بن کر بنی المغیرہ میں گیا اُس نے کہا کہ اب اس غریب کو (ام سلمہ) آزادی کا پروانہ دیجیے بنی المغیرہ کچھ اسوقت نیکی کے دم میں تھے اجازت دینے پر راضی ہوگئے بنی عبدالاسد بھی سلمہ کو واپس کر گئے۔ اُم سلمہ نے ہمت نہ ہاری اگرچہ کوئی ساتھی تھا نہ کوئی قافلہ مگر خدا کی آس پر اپنے اونٹ کو چھوڑ دیا جو مکہ سے مدینہ کی طرف چل نکلا عرب کی پرخار وادیاں تھیں اور تنہائی، دور و دراز کا سفر تھا اور راستے سے لاعلمی آپ ہی مسافر تھیں آپ ہی راہبر۔

مقام تنعیم پر عثمان بن طلحہ کلید دار خانہ کعبہ سے ملاقات ہوئی عثمان نے تنہا دیکھ کر استفسا

یہ بچہ (سلمہ) عثمان کو رحم آگیا اور ناقے کی مہار تھام کر سفر کا ساتھی بن گیا۔ سچ کہا ہے

سفر ہے شرط مسافر نواز بہتیرے
ہزارہا شجر سایہ دار راہ میں ہے
آتش لکھنوی

حضرت ام سلمہ فرماتی ہیں کہ میں نے عثمان سا شریف آدمی نہیں دیکھا منزل پر ناقے کی مہار چھوڑ کر خود دور کھڑے ہو جاتے تھے میں جب اُتر پڑتی تھی تو خود دور کسی درخت کے نیچے سو رہتے تھے صبح کو ناقہ پر کجاوہ باندھ کر ہٹ جاتے تھے جب میں سوار ہو لیتی تھی تو مہار پکڑ کر چلنے لگتے تھے۔ خدا خدا کر کے راہ مصیبت کوتاہ ہوئی اور منزل نبوت (مدینہ) کا سواد سرمۂ چشم مسرت بنا قریۂ بنی عمر بن عوف (قبا) نظر آیا اور عثمان نے کہا کہ تمہارا شوہر اسی قریہ میں ہے ڈھونڈھ لو یہ کہکر عثمان مکہ کی طرف واپس ہو گئے یہ مصیبت تو گزر گئی مگر اس مختصر قافلہ کی گرد یا کتب تاریخ و سیر کی زریں تحریر ہے کہ سب سے پہلی پردہ نشین ہجرت کرنے والی عورت یہی ام سلمہ ہیں۔ ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء

ابو سلمہ کا خاتمہ بخیر مدینہ آئے ہوئے اور شوہر کی خدمت میں ٹھہرے ہوئے چند ہی روز گذرے تھے کہ ابو سلمہ کا جذبۂ ایمان میدان احد کی گھاٹیوں سے گذرا جہاد میں شرکت کی اور تیر کا ایک گہرا زخم کھایا گھر واپس آئے علاج شروع کیا زخم رو بہ صحت نظر آیا تو آنحضرت ﷺ نے ایک سریہ میں روانہ فرما دیا ابو سلمہ وہاں سے اُنتیس ۲۹ روز کے بعد واپس ہوئے مگر زخم کا انگور پھٹ چکا تھا محبت والی بی بی نے فرش بیماری پر خدمت شروع کی آنحضرت بنفس نفیس عیادت کو تشریف لائے مگر دوا نے کچھ فائدہ نہ کیا اور ۸ جمادی الاول ۴ھ کو وفات پائی۔ ابو سلمہؓ کی آنکھیں کھلی رہ گئی تھیں آنحضرت ﷺ نے خود بند کیں اور دعا فرمائی اللھم اغفر لابی سلمۃ وارفع درجتہ فی المھدیین واخلفہ فی الغابرین واغفر لنا ولہ یا رب العالمین اللھم افسح فی قبرہ ونور لہ فیہ خداوندا ابو سلمہ کو بخش دے اور انکے

مرتبہ کو ہدایت یافتہ اصحاب میں بلند فرما اور اُسکے پسماندگان کی اُسکے بجائے نگرانی وحفاظت کر اور ہماری اور اُسکی بخشش فرما اے دونوں عالموں کے خدا" خداوندا ابو سلمہ کی قبر کو کشادہ کر اور اُن کے لیے اُن کی قبر کو روشن فرما۔

ابو سلمہ نے دو ہجرتیں کیں خدا نے دو جہادوں کا ثواب بھی عطا فرمایا آنحضرت صلعم نے نماز جنازہ میں نو تکبیریں فرمائیں خوش عقیدہ گروہ نے پوچھا کہ یا رسول اللہ کیا آپ بھول گئے فرمایا کہ نہیں بلکہ یہ ہزار تکبیروں کے قابل تھے دفن کے بعد آنحضرت صلعم تعزیت کیلئے تشریف لائے تو گھر کا وہ عالم دیکھا جو ایک چاہنے والی بی بی کی موجودگی میں شوہر کی وفات کے بعد ہو سکتا ہے۔ ام سلمہؓ بین کر رہی تھیں ہائے غربت' اور ہائے غربت کی موت آنحضرت صلعم ایک چٹائی پر ہاتھ ٹیک کر بیٹھ گئے امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ آپ اتنی دیر تک ابو سلمہ کے مراتب جنت اور جو کچھ اُنکو اُس دنیا میں عطا کیا گیا ہے۔ اُس سب کا ذکر فرماتے رہے کہ دست مبارک میں چٹائی کے نشان پڑ گئے۔ ام سلمہؓ اسوقت وہ دعا پڑھ رہی تھیں جس کو ابو سلمہ نے خود آنحضرت سے سُن کر نقل کیا تھا آپ نے فرمایا تھا کہ مصیبت زدہ کو بعد انا للہ وانا الیہ راجعون کے کہنا چاہیے اللھم عندک احتسب مصیبتی ھذہ اللھم اخلفنی فیھا خیرا پروردگار میری اس مصیبت کا اجر خزانۂ قدرت میں جمع رکھ اور اس مصیبت کے بعد نیکی دے۔ کیونکہ خود ام سلمہ سُن چکی تھیں کہ مریض و میت کے قریب کلام خیر کرو اسلیے کہ اسوقت ملائکہ آمین کہتے ہیں آنحضرت صلعم نے پھر ام سلمہ سے ان الفاظ کے ساتھ تعزیت کا رسم پورا فرمایا اللھم عز حزنھا واجر مصیبتھا وابدلھا بھا خیرا منھا خداوندا اس مصیبت میں ان کو صبر عطا فرما اور انکی مصیبت کا عوض دے اور اُسکو نیکی سے بدل دے جو اُس سے اچھی ہو ام سلمہ نے آنحضرت صلعم سے پوچھا کہ یا رسول اللہ صلعم فراق شوہر میں

لہ مسند امام احمد بن حنبل ج ۶ ص ۲۶۹ ؎۲ طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۶۳ ؎۳ ناسخ التواریخ مجلد حالات آنحضرت صلعم

کیا کہا کرتی آپ نے فرمایا کہ کہو اللھم اغفر لی ولہ واعقبنی منہ عقبا حسنا خداوندا میری

اور ابو سلمہ کی بخشش فرما اور اُنکے بعد (ام سلمہ کو) اُن سے بہتر (وارث) عطا فرما۔

اولاد ام سلمہ} اُم سلمہ کی چار اولادیں تھیں (۱) سلمہ (۲) عمر (۳) درہ (۴) زینب۔ سلمہ کی ولادت[1] حبش میں ہوئی آنحضرتؐ نے ان کا نکاح اپنی چچازاد بہن امامہ بنت سید الشہدا حضرت حمزہؓ سے فرمایا عمر جنگ جمل[2] میں امیر المومنین علیؑ ابن ابیطالبؑ کے ہمراہ تھے اور آپ نے بحرین و فارس کا ان کو گورنر مقرر فرمایا تھا ان کی اولاد مدینہ منورہ میں اب بھی پائی جاتی ہے۔ درہ کے متعلق بعض[3] ازواج النبی (ام حبیبہؓ) کو شک ہوا تھا کہ آنحضرتؐ ان سے عقد فرمانے والے ہیں لیکن جب آنحضرتؐ سے اسکا ذکر آیا تو آپ نے فرمایا کہ وہ میرے اوپر حرام ہیں۔ زینبؓ کا نام پہلے برہ تھا مگر آنحضرتؐ نے اس نام کو ناپسند فرما کر بدل دیا۔

نکاح ثانی} حضرت ام سلمہ کا زمانہ عدتؓ ۲۰ شوال ۴ھ کو تمام ہوا اور پیام سلام ہونے لگے حضرت ابو بکرؓ و عمر نے بھی پیام دیے مگر ام سلمہؓ نے صاف انکار کر دیا۔ آنحضرتؐ نے بھی تین مرتبہ پیام دیا مگر آپ نے عذر فرمائے چونکہ عذر بھی تین ہی ہیں اسلیے معلوم ہوتا ہے کہ ہر دفعہ ایک نیا عذر پیش کیا جاتا تھا جس کا جواب آنحضرتؐ کسی سے کہلوا دیتے تھے (نیاز صاحب نے لکھا ہے کہ حضرت عمر پیام بر تھے مگر یہ روایت صرف اصابہ کی ہے اور کسی نے اسکا ذکر نہیں کیا ہے) پہلا عذر یہ تھا کہ میرا سن زیادہ ہو چکا ہے آنحضرتؐ نے جواب دیا کہ میری عمر تم سے بھی زیادہ ہے۔ دوسرا عذر یہ تھا کہ میں سخت غیور عورت ہوں آپ نے فرمایا (غیر ضروری) غیرت بھی باقی نہ رہے گی۔ تیسرا عذر یہ تھا کہ میری اولاد ہے اور کمسن ہے آنحضرتؐ نے فرمایا اُنکی پرورش خدا اور رسول کریں گے ابن سعد نے لکھا ہے کہ پھر انھوں نے ولی کے نہوتے کا عذر فرمایا آنحضرتؐ نے فرمایا کہ حاضر و غیر حاضر کوئی شخص میرے ساتھ نکاح سے عذر نہ کرے گا اور سب راضی ہو جائینگے

---

[1] حبیب السیر ج ۱ جزء ۳ ص ۸۰ [2] بحار الانوار جلد ششم باب جمل احوال ازواج [3] مسند امام احمد بن حنبل ج ۶ ص ۲۹۱

اس نکاح کی یہ خصوصیت ہے کہ ام سلمہ کی طرف سے نہ پیام دیا جاتا ہے نہ رخصتی پہ اصرار ہوتا ہے بلکہ ایک حد تک عذر پیش کیے جاتے ہیں جنکو آپ کی خاندانی غیرت سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔

یہ نکاح شوال ۴ھ کی آخری تاریخوں میں واقع ہوا مہر میں اختلاف ہے لیکن بعض مورخین کہتے ہیں کہ ام سلمہ کا مہر چار سو[1] دینار تھا جس کو بادشاہ حبش نے اپنے خزانے سے ادا کیا۔

حضرت ام سلمہ آنحضرت کی تعلیم کردہ دعا پڑھتے ہوئے اکثر دل سے کہتی تھیں کہ میرے لیے ابوسلمہ سے بہتر اور کون[2] ہوگا مگر جب نکاح ہو گیا تو آپ نے تاثیر دعا آنکھوں سے دیکھ لی۔

نکاح کے بعد ام سلمہ نے اپنا مکان[3] خود صاف کیا آنحضرت کے لیے کھانا پکا کر رکھا آنحضرت شام کو تشریف لائے خاصہ نوش فرمایا آرام کیا صبح کو ام سلمہ کو دعائے برکت دے کر فرمایا کہ کہو تو تمھاری باری کا یہی ہفتہ مقرر کر دوں مگر اس صورت میں تمام ازواج کے لیے بھی ہفتہ ہفتہ مقرر کرنا ہوگا حضرت ام سلمہ نے فرمایا میں آپ کی رضا کو بہتر جانتی ہوں پھر حضرت[4] ام سلمہ دولتسرائے نبوت میں تشریف لائیں اور اس مکان میں قیام فرمایا جسمیں آپ سے پہلے ام المومنین زینب کا قیام تھا آنحضرت[5] نے اور ازواج کی طرح آپ کو بھی دو چکیاں[6] دو مشکیزے ایک چمڑے کا تکیہ جسمیں لیف خرمہ بھری ہوئی تھیں عطا فرمایا۔ حضرت ام سلمہ نے پہلے روز اپنے ہاتھ[7] سے عصیدہ تیار فرمایا اور یہی طعام ولیمہ تھا (عصیدہ عرب کا ایک کھانا ہے جو جو اور چربی سے تیار کیا جاتا ہے)۔

آنحضرت و ام سلمہؓ[8] ام سلمہؓ کا بستر آنحضرتؐ کے مصلے کے قریب بچھا کرتا تھا ام سلمہ نے اپنے غلام (سفینہ)[9] کو آزاد کر دیا تھا مگر آنحضرت کی خدمت مشروط تھی ام سلمہ نے ایک روز طوق[10] پہن لیا تھا جسمیں سونے کی آمیزش تھی آنحضرت نے اسکو ناپسند فرمایا ام سلمہ نے فوراً

---

[1] طبقات جلد ۸ صفحہ ۶۱ [2] بحار الانوار صفحہ ۶۲ باب جمل احوال ازواجہ [3] ناسخ التواریخ جلد حالات آنحضرت صفحہ ۴۱۵

اُتار ڈالا اور اسکے بعد پھر کبھی آپ کے گھر میں دولتمندی کے آثار نظر نہیں آئے۔

سب سے بڑی بات یہ ہے کہ ام سلمہ کی زندگی آنحضرتؐ کے بے مقید زندگی تھی ام سلمہ کے تعلقات آنحضرتؐ سے ویسے ہی تھے جیسے کہ اور ازواج سے اس اعتبار سے ام سلمہ بھی اُن تمام حالات سے واقف تھیں جو آنحضرت کے طرز زندگی سے تعلق رکھتے ہیں اور آپ قوت بیانیہ (حدیث) میں بھی حضرت عائشہ کے بعد تمام ازواج سے بہتر مانی جاتی ہیں مگر آپ سے ایک حدیث بھی ایسی نقل نہیں ہوئی جو عزت نبوت پر خاک پاشی کرے اور جن چند روایتوں کو منسوب کیا جاتا ہے اُسکے سلسلہ رواۃ میں اُن اشخاص کا نام موجود ہے جن پر شیعہ طبقہ کو کم ازکم اطمینان دلی حاصل نہیں چنانچہ ایک روایت ایسی بھی بیان کی جاتی ہے جو حیا فطرت عورتوں کی مجلس میں نقل محفل ہونے کی قابلیت نہیں رکھتی اس روایت میں حضرت عمر عاص کے غلام کا دست رسا شریک کار ہے اس روایت کے آخری الفاظ یہ ہیں کہ آنحضرتؐ حضرت عائشہ کی محبت سے بے قابو ہو کر ناکردنی افعال بھی کرتے تھے حضرت ام سلمہؓ سے اسکے خلاف آنحضرت کی عبادت اور مشاغل خاصۂ نبوت کا علم ہوتا ہے آپ سے کسی نے آنحضرتؐ کی عبادت شب کو دریافت کیا تو آپ نے فرمایا

کانؐ یصلی العشاء الاخو ثم یسبح	آنحضرت نماز عشا کے بعد تسبیح کرتے تھے اور پھر نماز پڑھتے تھے
ثم یصلی بعد ھا ماشاء اللہ من اللیل	(رات ایک حصۂ شب تک) پھر (مصلی سے) اُٹھ بیٹھتے تھے
ثم ینصرف فیرقد مثل ماصلی ثم یستیقظ	اور اتنی دیر آرام کرتے جتنی دیر نماز پڑھی تھی پھر بیدار
من نومہ تلک فیصلی مثل ماتام وصلوتہ	ہو جاتے تھے اور اُتنی ہی دیر (پھر) نماز پڑھتے تھے جتنی
الاخرہ تکون الی الصبح	دیر آرام فرمایا تھا آپ کی آخری نماز (نماز) صبح سے مل جاتی تھی۔

ام سلمہ کو آنحضرتؐ سے چونکہ انتہائی محبت تھی اسلیے آپ نے آنحضرتؐ کے موے مبارک احتیاط سے چن چن کر جمع کر لیے تھے جسکو بعد آنحضرتؐ اکثر اصحاب نے دیکھا ہے اور بتایا ہے

... حنبل مطبوعہ مصر ج ۶ ص ۲۹۸ ۵۲ ایضاً

کہ وہ حنا و کتم سے مخضب تھے۔

پردہ} حضرت ام سلمہؓ کی خدمت میں ایک روز انکے بھائی عبداللہ بن ابی اُمیہ کے ہمراہ ایک خواجہ سرا بھی تھا آنحضرتؐ نے منع فرما دیا کہ اب نہ آنے پائے علامہ قسطلانی نے شرح بخاری شریف (ارشاد الساری) میں لکھا ہے کہ مدینہ میں اُسوقت تین خواجہ سرا تھے ان سب کی ممانعت ہوگئی اور سب سے پردہ ہونے لگا ایک روز ابن ام مکتومؓ نابینا تشریف لائے تو آنحضرتؐ نے ام سلمہ کو پردہ کا حکم دیا ام سلمہ نے عرض کی یا رسول اللہ یہ تو نابینا ہیں آپ نے فرمایا کہ ہاں تم تو بینا ہو۔

عن ام سلمہؓ قالت قال رسول اللہ خیر مساجد النساء قعر بیوتھن — آنحضرتؐ نے فرمایا کہ عورتوں کے لیے بہترین مساجد خود اُن کا گھر ہے

سخاوت} آپ خود بھی سخی تھیں اور دوسروں کو بھی سخاوت کی تعلیم دیا کرتی تھیں آپ کے دروازے پر ایک سائل تھا اور اُسوقت کوئی شے دینے کے قابل قابل موجود نہ تھی کسی موجودہ عورت نے کہدیا "شاہ جی آگے بڑھو برکت ہے" حضرت ام سلمہ نے فرمایا کہ خالی نہ واپس کرنا چاہیے ایک چھوارہ ہی دیدیا ہوتا۔

علمی مشاغل} حضرت ابوہریرہؓ حاجت غسل میں روزے کو (صبح ہی سے) باطل جانتے تھے ام سلمہؓ نے فرمایا یہ غلط ہے آخر موصوف شرمندہ ہوئے اور ام سلمہ کی اعلمیت کا اقرار کرنا پڑا عبداللہ بن زبیرؓ نماز عصر کے بعد دو رکعتیں پڑھا کرتے تھے حضرت معاویہ یا مروان نے وجہ پوچھی تو آپ نے فرمایا کہ آنحضرت بھی پڑھا کرتے تھے اور میں نے حضرت عائشہ سے سُنا ہے جب حضرت عائشہ سے پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ میں نے ام سلمہ سے سُنا ہے جب حضرت ام سلمہؓ سے پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ وہ میری بات نہیں سمجھیں میں نے یہ بھی تو کہا تھا کہ آنحضرتؐ نے ان دو رکعتوں کو منع فرمایا ہے (حضرت عائشہ کی کثرت روایت کا بڑا سبب یہی معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو

اپنے نام سے دوسروں کی حدیثیں بیان فرانے کا خاصہ ذوق تھا) آپ سے علمائے عامہ نے تین سو چوہتر حدیثیں نقل کی ہیں۔

زہد} آپ کی زندگی زاہدانہ تھی ہر ماہ میں دوشنبہ و پنجشنبہ و جمعہ کو روزہ رکھا کرتی تھیں ترک زخارف و زینت دنیا میں یہ حدیث آپ ہی سے نقل ہوئی ہے قال رسول اللہ ان الذی یشرب فی اناء من فضۃ انما یجرجر فی بطنہ نار جہنم جو کوئی چاندی کے ظرف میں پیے گا اُسکے پیٹ میں آتش دوزخ جلائی جائے گی۔

جستجوئے خیر} نیک باتوں میں شرکت کی آپ کو دلی خواہش تھی اکتساب ثواب کا کوئی ذریعہ ترک کرنا پسند نہ تھا اسی بنا پر وقت نزول آیۂ تطہیر (انما یرید اللہ لیذہب عنکم الرجس اھل البیت ویطہرکم تطہیرا) آنحضرت سے عرض کی کہ کیا میں اہلبیت میں نہیں ہوں کیونکہ آنحضرت علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ کی طہارت کی دعا فرما رہے تھے اور یہ طہارت ویسی طہارت نہ تھی جو ہر فرد بشر اپنے دست و بازو کی حرکت سے کر سکتا ہے یہ طہارت کچھ ایسی تھی جو تمام امت یا تمام صحابہ کے لیے بھی عمومیت حاصل نہ کر سکی اور فقط اہلبیت سے خانۂ آنحضرت اور حصار ردائے مبارک سے صرف اُن ہی لوگوں کے لیے مخصوص ہو گئی جو تحت کسا موجود تھے۔ اس رمز کو ام سلمہؓ سمجھیں اور آپنے اپنے فطری ذوق خیر سے اپنی شرکت کی آرزو کا اظہار فرمایا لیکن آنحضرت نے یا تو زبان ہی سے صرف منع فرمایا یا جب یہ ردا کا گوشہ اُٹھا کر داخل ہونے لگیں تو آپنے چادر کو ہاتھ سے دبا کر بھی بتایا کہ یہ تمھاری جگہ نہیں ہے انک الی خیر (تم (مطلوبہ) خیر پر ہو) یا آپ داخل کسا بھی ہوئیں مگر جب دعا ختم ہو چکی تھی۔ یہ سب روایات مسند امام احمد بن حنبل میں مذکور ہیں۔

آپ ایک روز کنگھی کی جا رہی تھی آپ کے بالوں کو مشاطہ آراستہ کر رہی تھی کہ اُدھر آنحضرت نے خطبہ کا پہلا لفظ ایہا الناس (اے گروہ مردم) کہا آپنے مشاطہ سے فرمایا کہ میرے

بال باندھ دو اُس نے عرض کی کہ ابھی تو ایہا الناس ہی ہے (یعنے ابتدا ہے) آپ نے فرمایا کہ کیا میں ایہا الناس میں داخل نہیں ہوں یہ کہکر خود بال باندھے اور خطبہ سننے کے لیے اُٹھ کھڑی ہوئیں -

اس واقعہ کو نیاز صاحب و مولانا سعید انصاری دونوں نے صرف یہیں تک لکھا ہے حضرت ام سلمہ نے آکر کیا سُنا یہ لکھنا دونوں بزرگوں کی مصلحت کے خلاف تھا اسلیے ترک فرمادیا مجھے ہنسی آتی ہے کہ اُردو داں پبلک کو دھوکا دینا کسقدر آسان ہو گیا ہے ہمارے خیال میں مصنفین کو خیانت کا جُرم نہ کرنا چاہیے پوری بات لکھ کر دیکھو کہ قوم کو حق کس طرف کھینچتا ہے پھر لطف یہ کہ جس کتاب اور جس صفحہ سے یہ واقعہ اُن دونوں بزرگوں نے لکھا ہے اُسی کتاب اور اُسی صفحہ سے مَیں بھی ترجمہ کر رہی ہوں - نیاز صاحب کو چاہیے کہ اس واقعہ کو ادھورا لکھنے کا سبب بتائیں اگرچہ وہ نہو جو میں سمجھتی ہوں - خیر ناظرین دیکھیں اور فیصلہ کریں "حضرت ام سلمہؓ نے آکر سُنا کہ آنحضرتؐ بالاے ممبر فرما رہے ہیں -

ایہا الناس بینما علی الحوض جیئ	اے گروہ مردم جسوقت میں حوض (کوثر) پر ہونگا تم میں سے کچھ (لوگ)
بکم زمرا فتفرقت بکم الطرق فنادیتکم	گروہ گروہ لائے جائینگے اور راستہ تم سے کھویا ہوا ہوگا میں پکاروں گا کہ
الا اسلموا الی الطریق فناد مناد	ہوشیار ہو اور میری طرف راستہ پر آؤ تنے میں دور سے ایک پکارنے والا
من بعدی فقال انھم قد بدلوا	(فرشتہ) پکاریگا کہ یا رسول اللہ ان لوگوں نے آپکے بعد دین کو بدل
بعدک فقلت الا سحقا الا سحقا	ڈالا پھر میں کہوں گا دور کردو ان کو دور کرو -

آنحضرتؐ کا مخاطب قریب مجمع اصحاب ہے اور تقریبًا ایسے ہی الفاظ سے یہ حدیث حضرت ابن عباس سے وارد ہوئی ہے جس میں صاف صاف اصحاب کا نام لے لیا گیا ہے ایک طرف تو اصحاب کا گروہ در گروہ جہنم میں جانا اس حدیث سے واضح ہے اور دوسری طرف بتایا جاتا ہے کہ وہ سب کے سب عادل تھے اور سب کے سب فلک ہدایت کے نجم درخشندہ تھے

کیا صورت ہوگی کم از کم میرے فہم سے بالاتر ہے البتہ اتنا جانتی ہوں کہ جسطرح دنیا کے ہر مجمع میں اچھے بُرے دونوں ہوتے ہیں اسطرح اس مجمع میں بھی تھے اور آنحضرتؐ سے پہلے حضرت عیسےٰؑ وموسیٰؑ کے اصحاب بھی اس تفریق سے خالی نہیں ہیں چنانچہ حواریین عیسیٰ کا نبوت عیسےٰؑ سے انکار تک معلوم ہے اگر انمیں سے بعض کو آنحضرتؐ نے قابل نار بتایا تو کوئی قابل تعجب بات نہیں ہے ہاں اصحاب کا یہ نقشہ اور عترت رسول کی یہ صورت کہ بعض علماء کے نزدیک تمام اولاد فاطمہؑ پر آتش دوزخ حرام ہے۔

ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بہ کجا

غرض حضرت ام سلمہؓ کو ہر ہر بات میں اکتساب ثواب کا شوق تھا آپ اپنے پہلے شوہر (ابوسلمہؓ) کی اولاد[1] کو پرورش کرتی تھیں اسکے لیے بھی آنحضرتؐ سے پوچھا کہ مجھے اس پرورش کا کچھ ثواب بھی ملے گا یا نہیں آپ نے فرمایا کہ ہاں۔

ام سلمہ کی منزلت[2] آنحضرتؐ فرمایا کرتے تھے کہ میرے دل میں حضرت عائشہ کی ایک خاص منزلت ہے جسکو کسی بی بی نے کم نہیں کیا جب حضرت ام سلمہؓ سے عقد ہوگیا تو آپ سے پوچھا گیا کہ اب بھی وہ منزلت باقی ہے تو آپ چُپ ہوگئے۔ راوی کہتا ہے کہ یعنی ام سلمہ نے اُس منزلت کو گھٹا دیا۔

حضرت عائشہ فرماتی ہیں[3] کہ آنحضرتؐ نے جب حضرت ام سلمہؓ سے عقد فرمایا تو مجھے شدید غم ہوا اسلیے کہ لوگ اُنکے حُسن وجمال کے معترف تھے اور جب میں اُن کا تصور کرتی تھی تو انکو اُس تعریف سے بھی بالاتر پاتی تھی۔ آخر میں نے حضرت حفصہ سے کہا کیونکہ ہم دونوں دست واحد (ہمدست وہم داستاں) تھے اُنھوں نے سُنکر کہا کہ یہ صرف تمھارا رشک ہی رشک ہے میں اُن کو دیکھ چکی ہوں نہ وہ ویسی ہیں جیسی تعریف کی جاتی ہے اور نہ اُس تعریف کے قریب

---

[1] مسند امام احمد بن حنبل ج ۶ ص ۳۱۰ [2] طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۶۶ و ناسخ التواریخ مجلد حالات

البتہ خوبصورت ضرور ہیں حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ جب میں نے دیکھا تو مجھے معلوم ہوا کہ حضرت حفصہ نے سچ کہا تھا اور یہ صرف میرا رشک ہی رشک تھا۔

نیاز صاحب اس واقعہ کی تمہید میں لکھتے ہیں کہ رشک مقتضائے فطرت ہے اور یہ مذموم بھی نہیں اگر حسد تک نوبت نہ آئے۔ یہ بھی اُن مقامات میں سے ایک ہے جہاں میرے نزدیک اخلاق کا زاویہ نظر بدل گیا ہے رشک کا مذموم نہونا یہ اخلاق میں جدید اضافہ ہے اور کسی فیل نشین کو سوار دیکھ کر سڑک پر کروٹیں لینا ممدوح تھے۔ میرے نزدیک رشک ایسی مذموم چیز ہے کہ اُسکی تشبیہ قاطع حیات زہر سے دیجاتی ہے اگر نیاز صاحب کو زہر و شہد میں امتیاز نہ ہو تو مجبوری ہے اور مجبوری کا دوسرا نام شکر۔

بہ زہر رشک برآمیخت دہر شہد وصال

ہلاک گشتہ تریاق روزگار منم (ظہوری)

ایک مرتبہ ام سلمہؓ نے آنحضرتؐ سے عرض کی کہ یا رسول اللہؐ کیا سبب ہے کہ قرآن میں ہمارا ذکر نہیں ہے۔ آپ ممبر پر تشریف لیگئے اور آیت ذیل تلاوت فرمائی:۔

ان المسلمین والمسلمات والمومنین والمومنات الخ یعنے خدا مسلم مرد اور عورتوں اور مومن مرد اور عورتوں سے مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ کرتا ہے

آپ نے جبرئیل کو دحیہؓ کلبی کی صورت میں دیکھا اور بعد کو معلوم ہوا کہ روح الامین تھے۔

انما یرید اللہ لیذہب عنکم الرجس اہل البیت ویطہرکم تطہیرا (یقیناً خدا چاہتا ہے کہ اے اہلبیت تم کو رجس سے پاک کردے جو پاک کرنے کا حق ہے) ام سلمہؓ ہی کے گھر میں نازل ہوئی اور آپ ہی کی آنکھوں نے وہ اجتماع نور دیکھا جسکو صرف حضرت آدم زیر عرش دیکھ سکے تھے آپ فرماتی ہیں کہ آنحضرتؐ نے ایک چادر کے نیچے علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ کو جمع کر کے دعا فرمائی کہ اللھم ھؤلاء اہلبیتی وحامتی اذھب عنھم الرجس وتطھرھم تطھیرا (خداوندا یہی میرے اہلبیت اور قریب کے رشتہ دار ہیں انکو رجس سے اسطرح پاک کردے جو پاکیزگی کا حق ہے) دعائے

رسول یوں قبول ہوئی کہ اُن ہی الفاظ کے ساتھ آیت بن کر اُتری ام سلمہ نے عرض کی کہ یا
رسول اللہؐ میں بھی تو ان ہی کے ساتھ ہوں آپ نے فرمایا تم اپنی جگہ پر اچھی ہو۔

اس واقعہ کو ایک اور حدیث بالتفصیل بیان کرتی ہے۔

عن ام سلمة كان النبي في بيتي فاتته
فاطمة ببرمة فيها حزيرة فدخلت
بها فقال لها ادعي زوجك وابنيك قالت
فجاء علي وحسن وحسين فدخلوا عليه
فجلسوا ياكلون من تلك الحزيرة وهو
على منامة له وكان تحته كساء خيبري
قالت وانا اصلي في الحجرة فانزل الله
انما يريد الله الخ قالت فاخذ فضل الكساء
فغشاهم به ثم اخرج يده فالوى بها الى
السماء ثم قال اللهم هولاء اهلبيتي و
خاصتي فاذهب عنهم الرجس وطهرهم
تطهيرا اللهم هولاء اهلبيتي وخاصتي
فاذهب عنهم الرجس وطهرهم تطهيرا
قالت فادخلت راسي البيت فقلت وانا
معكم يارسول الله فقال انك الى خير
انك الى خير

ام سلمہ فرماتی ہیں کہ آنحضرت میرے گھر میں تھے کہ فاطمہ زہراؑ
ایک دیگچی میں قلیہ لیے ہوئے آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوئیں
آپ نے فرمایا کہ اپنے شوہر اور اپنے بچوں کو بھی بلاؤ ام سلمہ کہتی
ہیں کہ پھر علیؑ و حسنؑ و حسینؑ بھی آئے اور سب بیٹھ کر وہ قلیہ
نوش کرنے لگے اُس وقت آنحضرتؐ اپنے بستر پر تشریف فرما تھے اور
ایک خیبری چادر آپ کے نیچے بچھی ہوئی تھی اور میں حجرہ میں
نماز پڑھ رہی تھی کہ خدا نے آیۂ تطہیر نازل فرمائی آنحضرتؐ نے
چادر کا بقیہ حصہ اُن سب پر اُڑھا لیا پھر اپنا ہاتھ نکال کر
آسمان کی طرف بلند فرمایا اور کہا خداوندا یہی میرے
اہلبیت اور مخصوص قرابت دار ہیں ان سے رجس کو دور
کر اور جیسا چاہئیے ویسا پاک کردے (آپ نے یہ دعا دو مرتبہ
فرمائی) میں نے حجرہ سے گھر کی طرف اپنا سر نکال کر
عرض کی کہ یارسول اللہؐ میں بھی تو آپ کے ساتھ
ہوں آنحضرتؐ نے فرمایا کہ تم اپنی جگہ اچھی ہو تم
اپنی جگہ اچھی ہو۔

آنحضرتؐ نے التجا پر بھی ام سلمہ کو تحت کساء نہ طلب فرمایا اور نہ اُنکی معیت قبول ہوئی

اگرچہ وہ صاحب منزلت بی بی بھی تھیں اور قرشیہ ہونے کے اعتبار سے خاندان والی بھی گویا آپ کا یہ مطلب تھا کہ سب ازواج اہلبیت میں داخل ہیں تمام خاندان والے اپنی اپنی جگہ خیر و شر پر ہونا دوسری بات ہے ابولبابہ کو آنحضرتؐ نے بنی قریظہ[51] سے گفتگو کرنے کے لیے بھیجا تھا اُنھوں نے اپنی خدمت پوری کی مگر ہاتھ کے اشارے سے یہ بھی کہدیا کہ اگر تم نے بات نہ سُنی تو سب کے سب قتل کردیے جاؤ گے افشائے رازِ رسولؐ کوئی معمولی جرم نہیں ہوا کرتا انکی ضمیر انپر ملامت کرنے لگی واپس ہوکر اپنے آپ کو ستون مسجد سے جکڑوا دیا اور توبہ توبہ کرنے لگے کئی روز اسیطرح گزرے آخری روز آنحضرتؐ خانہ ام سلمہؓ میں مسکراتے ہوئے اُٹھے ام سلمہؓ نے عرض کی خدا آپ کو ہمیشہ ہنستا رکھے اسوقت مسکرانے کی کیا وجہ ہے - فرمایا کہ ابولبابہ کی توبہ قبول ہوگئی ام سلمہ سُنکر شاد ہوئیں اور پوچھا کہ حکم ہو تو یہ مژدہ پہونچادوں فرمایا اچھا کہدو - ام سلمہ نے دروازے سے پکار کر فرمایا کہ اے ابولبابہ خدا مبارک کرے تمھاری توبہ قبول ہوگئی - اس آواز کا گونجنا تھا کہ تمام مدینہ اُمنڈ آیا -

مَیں نے واقعات کا احاطہ نہیں کیا ہے پھر بھی یکے بعد دیگرے یہ تین واقعے جو نقل ہوئے ان سب کا تعلق جس طرح خانہ حضرت ام سلمہ سے ہے اُسی طرح براہ راست وحی سے اور قرآن یہ بتاتا ہے کہ آنحضرتؐ کی ہر بات وحی ہوتی تھی مَیں نہیں جانتی کہ ان تمام واقعات کو دیکھتے ہوئے اُس حدیث کو کیونکر صحیح مانوں جسمیں ان ہی ام سلمہ سے کہا گیا ہے کہ مجھے عائشہ کے بارے میں ایذا نہ دو کیونکہ مجھپر وحی ہی نازل نہیں ہوتی جب میں اُنکے لحاف کے علاوہ کسی بی بی کے لحاف میں ہوتا ہوں اور یہ طے ہے کہ حدیث کا ایک جز طرح اور ایک کو اختیار نہیں کیا جاسکتا لہٰذا اس طرح یہ حدیث اپنے پورے واقعہ کے ساتھ ختم ہوجائے گی -

واقعہ ایلا[52] میں حضرت عمر پہلے حضرت حفصہ کے پاس گئے اور اُنکو سمجھا کر حضرت ام سلمہؓ کے پاس بھی آئے ام سلمہ نے آپ کو ڈانٹ دیا فرمایا :-

---

[51] زرقانی جلد ۱ صفحہ ۱۵۳ [52] ارشاد الساری شرح صحیح بخاری قسطلانی جلد ۷ صفحہ ۳۸۲

کل شیٔ حتی تبتغی ان تدخل بین رسول اللہؐ وازواجہ — یہ بھی چاہتے ہو کہ آنحضرت اور اُن کے ازواج کے درمیان بھی دخل دو۔

حضرت عمر کی یہ عادت تھی آپ نہ صرف باپ ہونے کی حیثیت سے حضرت حفصہ کو جھڑکا کرتے تھے بلکہ ازواج نبی میں سے شاید ہی کوئی خوش قسمت بی بی آپ کے عتاب خطاب سے محفوظ رہی ہو آئندہ واقعات خود بتائیں گے یہ تمام بی بیاں چپ ہو جاتی تھیں مگر صرف ام سلمہؓ ہی اس منزلت کی بی بی تھیں جو ایسے جلیل القدر صحابی کو ڈانٹ سکتی تھیں۔ حضرت ام سلمہؓ[1] آنحضرتؐ کے نزدیک عظیم المرتبت تھیں عموم علمائے[2] شیعہ حضرت خدیجہ کے بعد حضرت ام سلمہؓ کو تمام ازواج نبی کے سر کا تاج اور افضل و برتر مانتے ہیں۔ خدا تمام مسلمان بہنوں کو آپ کی کنیزی کا فخر و شرف عطا فرمائے۔ محمود[3] بن لبید کا قول تھا کہ یوں تو تمام ازواج نبی حدیثیں یاد کرتی تھیں مگر حضرت عائشہ و ام سلمہؓ کا کوئی مثل نہ تھا۔ علامہ[4] ابن قیم فرماتے ہیں کہ اگر ام سلمہؓ کے تمام فتاویٰ جمع کیے جائیں تو ایک رسالہ تیار ہو جائے۔ امام[5] الحرمین کا ارشاد ہے کہ میرے نزدیک ام سلمہ سے زیادہ کوئی عورت بھی صائب الرائے نہیں ہے۔ حضرت ابوہریرہ[6] و ابن عباس و بعض تابعین آپ کے آستانۂ علم پر سرخم رہا کرتے تھے۔ ام سلمہؓ آنحضرتؐ کے لہجہ سے قرآن مجید کی تلاوت کر سکتی تھیں اصابہ میں تحریر ہے صاحب العقل البالغ والرای الصائب ام سلمہ عقل میں کامل رائے میں صائب تھیں۔ مولانا سعیدؒ انصاری ان کو بھی مجتہدہ بتاتے ہیں۔

ام سلمہؓ کی رازداری ام سلمہ کو آنحضرتؐ کے رازوں کا کافی احترام تھا اور افشائے راز تو ایک عظیم جسارت و جرم ہے آپ آنحضرتؐ کے راز معلوم کرنے کی بھی درپے نہ ہوتی تھیں۔ چنانچہ وقت وفات جب آنحضرتؐ نے سیدۂ عالمؑ سے سرگوشی کی اور فاطمہ زہراؑ پہلی مرتبہ رو دیں

۱؎ حبیب السیر ج ۱ جزو ۳ ص ۸۶ ۲؎ مناقب ابن شہر آشوب ج ص ۳؎ طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۶۴ ۴؎ صحابیات ص ۵۴ ... ۲۹۸ ...

اور دوسری مرتبہ ہنس دیں تو حضرت عائشہ بیتابانہ آئیں اور پوچھنے لگیں کہ کیا کہا اور تمہارے ہنسنے رونے کا کیا سبب تھا جس کا جواب سیدۂ عالمؑ نے وہ دیا جو ایک صدیقہ کو دینا چاہیے تھا یعنے آپ نے فرمایا کہ میں رازِ رسولؐ فاش نہیں کر سکتی یہ سُن کر حضرت عائشہ شرمندہ ہوئیں۔ عین اسیوقت ام سلمہ سے بھی کہا گیا کہ آپ فاطمہؑ زہرا سے پوچھیے کہ آنحضرتؐ نے کیا فرمایا ام سلمہ نے دریافت کرنے سے انکار کر دیا جس کا صاف مقصود یہ تھا کہ آپ آنحضرتؐ کے راز کی درپے نہیں ہیں۔

ایک مرتبہ کسی[1] نے حضرت ام سلمہؓ سے پوچھا کہ آنحضرتؐ کا باطن ہم کو بتا دیجیے حضرت ام سلمہؓ نے فرمایا اُن کا ظاہر و باطن ایک ہے۔ اگرچہ حضرت ام سلمہؓ نے وہ جواب دیا جو ایک مومن اور عقیدتمند دے سکتا تھا اور اسمیں آنحضرتؐ کا کوئی راز بھی فاش نہیں ہوا مگر پھر بھی بے اذن نبی اتنا کہدینا[2] آپ کے نزدیک جرم ہو گیا آخر آپ نے آنحضرتؐ سے سارا واقعہ عرض کر دیا اور کہا مجھ سے خطا ہو گئی آنحضرتؐ نے جواب کو پسند فرمایا اور کہا کہ اچھا کیا

ام سلمہؓ کی امانت داری } ام سلمہ کے فرزند عمرؓ ناقل ہیں کہ میری والدہ نے مجھ سے فرمایا کہ آنحضرت میرے پاس ایک کتبہ لکھ کر رکھ گئے ہیں اور کچھ علامات بھی تعلیم فرما دیے ہیں تاکہ جسمیں وہ نشانیاں پائی جائیں اُسکو وہ کتبہ حوالے کر دیا جائے۔ چنانچہ ام سلمہ نے روزِ خلافت حضرت ابوبکر مجھ کو مسجد میں بھیجا کہ میں کل حالات دیکھ کر عرض کر دوں چنانچہ میں نے دیکھا کہ حضرت ابوبکر ممبر پر تشریف لیگئے خطبہ فرمایا اور گھر واپس ہو گئے میں نے یہی حال حضرت ام سلمہ سے عرض کر دیا پھر روزِ خلافت حضرت عمر و عثمان بھی مجکو بھیجا اور اُن سے بھی میں نے کچھ ایسا ہی مشاہدہ کیا اور واپس آکر عرض کر دیا پھر روزِ خلافت امیر المومنین علیؑ ابن ابیطالبؑ بھی میں مسجد میں گیا آپنے بھی خطبہ فرمایا اور ممبر سے اُتر کر میرے پاس آئے اور فرمایا کہ اپنی والدہ ماجدہ سے عرض کرو کہ علیؑ آپ کے پاس آیا چاہتے ہیں یہ کہکر میرے ہمراہ ہو لئے میں نے حضرت ام سلمہؓ سے تمام

واقعہ عرض کرکے کہا کہ علی آتے ہیں ام سلمہ نے فرمایا میں بھی انھیں کی منتظر تھی اچھا بلالو علی گھر میں آئے اور آپ نے فرمایا کہ اس اس صورت کا جو کتبہ آنحضرتؐ آپ کے پاس چھوڑ گئے ہیں وہ مجھے دیدیجیے ام سلمہ نے صندوق کھولا اور وہ کتبہ علی کو دے کر مجھ سے فرمایا۔

یا بنیی الزمہ واللہ ما رائیت بعد نبیك اماما غیرہ اے میرے فرزند انکے ساتھ ہو جاؤ خدا کی قسم تمھارے نبی کے بعد علیؑ کے سوا میں نے کسی کو امام نہیں (پایا) دیکھا۔ آنحضرتؐ کے بعد امام مظلوم حسینؑ غریب نے تمام اساسہ امامت مع وصیت نامہ مدینہ سے روانہ ہوتے ہوے انھیں ام سلمہ کو سونپا اور فرمایا کہ میرے بعد میرے فرزند زین العابدین علی ابن الحسینؑ کو دیدیجیے گا چنانچہ معلوم ہوتا ہے کہ ذوالفقار و اسلحہ جات آنحضرت ان میں سے کوئی چیز امام حسین کے پاس کربلا میں نہ تھی۔

اعلام نبوتؐ و ام سلمہ } حضرت ام سلمہ کو آنحضرتؐ نے وہ علم اسرار بھی تعلیم فرمایا تھا جسکے ایک فاضل حضرت حذیفہ تھے چنانچہ اکثر پیشین گوئیاں آپ ہی سے منقول ہیں ظاہر ہے کہ یہ مرتبہ معمولی مرتبہ نہ تھا نمونہ کے طور پر چند واقعات نقل کیے جاتے ہیں۔

عن ابن القبطیہ دخل الحرث بن ابی	عبید اللہ بن قبطیہ ناقل ہیں کہ حرث بن ابی ربیعہ اور
ربیعہ وعبد اللہ بن صفوان وانا معہما	عبداللہ بن صفوان حضرت ام سلمہ کی خدمت میں حاضر ہوے
علی ام سلمہ فسالہا عن الجیش الذی	اور میں بھی انکے ہمراہ تھا آپ سے اس لشکر کے متعلق پوچھا گیا
یخسف بہ وکان ذلك فی ایام ابن الزبیر	جو دھنس جائیگا یہ زمانہ ابن زبیر کا تھا ام سلمہ نے فرمایا کہ
فقالت ام سلمہ سمعت رسول اللہ یعوذ	میں نے آنحضرتؐ سے سنا ہے کہ پناہ لینے والا سنگ اسود
عائذ بالحجر فیبعث اللہ جیشا فاذا کانوا	سے پناہ لے گا اسوقت خدا ایک لشکر بھیجے گا اور جب وہ میدان
ببیداء من الارض خسف بہم فقلت	میں پہونچینگے تو زمین میں دھنس جائیگا میں نے عرض کی کہ جو لوگ
یارسول اللہ فکیف بہم من اخرج کارہا	زبردستی اس لشکر کے ساتھ لائے گئے ہوں ان کا کیا حال ہوگا

قال يخسف بهم ولكنه يبعث على نيته يوم القيامة فذكرت لابي جعفر فقال هي بيداء المدينه

آپ نے فرمایا وہ بھی دھنس جائینگے مگر قیامت میں اپنی نیتوں پر مبعوث ہونگے راوی کہتا ہے کہ میں نے امام محمد باقرؒ سے پوچھا تو آپنے فرمایا کہ یہ میدان مدینہ ہوگا۔

عن ام سلمه اذا ظهرت المعاصي في امتي عمهم الله بعذاب من عنده فقلت يا رسول الله اما فيهم اناس صالحون قال بلى قلت فكيف اولئك قال يصيبهم ما اصاب الناس ثم يصيرون الى مغفره من الله ورضوانا

آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ جب گناہ میری اُمت میں پھیل جائیں گے خدا اپنا عذاب بھی عام کردے گا میں نے عرض کی کہ یا رسول اللہ کیا اُن میں نیک بندے نہونگے فرمایا ہونگے میں نے کہا پھر اُنکا کیا حال ہوگا آپ نے فرمایا جو سب پر گزرے گی (لیکن) بعد کو مغفور ہوں گے۔

عن ام سلمه قالت ما نسيت قوله يوم الخندق وهو يعاطيهم اللبن وقد اغبر صدره وهو يقول اللهم ان الخير خير الاخره فاغفر للانصار و المهاجرين قالت فرائ عمار فقال ويحه ابن سميه تقتله الفئة الباغيه

ام سلمہ کہتی ہیں کہ مجھے آنحضرتؐ کا یوم خندق پر فرمانا نہ بھولیگا جب آپ مٹی اُٹھا رہے تھے اور آپ کے سینے کے بال پُر غبار تھے خداوندا خیر تو آخرت کا خیر ہے خداوندا انصار و مہاجرین کی مغفرت فرما اتنے میں عمار کو دیکھا اور فرمایا افسوس عمار پر اسکو ایک باغی گروہ قتل کرے گا

حضرت عمار یاسرؓ کی شہادت میدان صفین میں ہوئی ہے اور جس گروہ نے آپ کو شہید کیا وہ خال المومنین حضرت معاویہ کی زیر قیادت و سیادت تھا ایک روز حضرت عبدالرحمنؓ بن عوف تشریف لائے اور ام سلمہ سے عرض کرنے لگے کہ اماں میں بڑا مالدار ہوگیا ہوں یہاں تک کہ قریش میں میرے برابر کوئی دولتمند نہیں ہے آپ نے فرمایا تو صاحبزادے پھر راہ خدا میں خرچ کیوں نہیں کرتے میں نے آنحضرتؐ سے سنا ہے کہ آپ فرماتے تھے کہ میرے اصحاب میں

بعض ایسے ہیں جن کو (بعد انتقال) نہ میں دیکھوں گا اور نہ وہ مجھے دیکھیں گے یہ سن کر حضرت عبدالرحمن گھبرا گئے اور فوراً حضرت عمر سے آکر اس حادثۂ جانفزا کی خبر کی آپ بھی بہت پریشان ہوئے اور آکر ام سلمہؓ سے کہنے لگے ذرا سچ سچ بتایئے کہ میں بھی ان ہی اصحاب میں ہوں آپ نے کہا تم تو نہیں ہو مگر تمہارے بعد اور کسی کا استثنا نہ کروں گی

جب آنکھیں چار ہوتی ہیں مروت آہی جاتی ہے

عن ام سلمہ قالت قال رسول اللہ انہ ستکون امراء تعرفون وتنکرون فمن انکر فقد بری ومن کرہ فقد سلم ولکن من رضی وتابع وقالوا یا رسول اللہ افلا نقاتلھم قال لا ما صلوا لکم الخمس

ام سلمہ فرماتی ہیں کہ آنحضرت نے فرمایا کہ عنقریب تم میں کچھ امیر ہونگے جن کو تم جانتے بھی ہو اور انسے انکار بھی کروگے جسنے انسے انکار کیا وہ بری ہوا اور جس نے انسے کراہت کی وہ سالم رہا لیکن غضب تو انپر ہوا جو انسے راضی ہوں اور تابعداری بھی کریں لوگوں نے عرض کی یا رسول اللہ تو کیا ہم انسے جنگ کریں فرمایا جبوقت تک پانچوں وقت تمہارے ساتھ نماز پڑھتے رہیں (جنگ نہ کرو)۔

ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اے ام سلمہؓ آج مجھپر وہ ملک نازل ہوا جو کبھی نازل نہوا تھا اور اس نے مجھے خبر دی کہ تمہارا فرزند حسینؑ شہید کردیا جائے گا اگر تم کہو تو وہ خاک بھی دکھادوں جس پر حسینؑ قتل ہوگا پھر آپ نے ایک سرخ رنگ خاک نکال کردی۔

دم ہمہ دم علی علیؑ

عن ام سلمہ قالت قال رسول اللہ لعلی لا یبغضک مومن ولا یحبک منافق

ام سلمہ فرماتی ہیں کہ آنحضرتؐ نے علی سے کہا کہ مومن تم کو دشمن نہ رکھے گا اور منافق تم سے محبت نہ کرے گا۔

ام سلمہ فرماتی ہیں کہ آنحضرتؐ میرے گھر میں تھے کہ علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ کے آنے کی خبر ہوئی آپنے مجھ سے کہا کہ مجکو میرے اہلبیت میں تنہا چھوڑدو (تم ہٹ جاؤ) میں قریبی حجرہ میں چلی گئی۔ یہ حضرات تشریف لائے آنحضرتؐ نے حسنینؑ کو گود میں بٹھایا پیار کیا ایک ہاتھ علی کی گردن میں ڈالا اور دوسرا فاطمہ کی گردن میں اور فرمایا اللھم الیک لا الی النار انا واھلبیتی فقلت انا یا رسول اللہ

نقال انت خدا وندا یہ اور میرے اہلبیت تیرے لئے ہیں نہ کہ نار کے لئے میں نے عرض کی کہ ام

فرمایا اچھا تم بھی سہی

ام سلمہ کو خبر دیگئی کہ آپ کا غلام علیؑ کی سب و شتم کرتا ہے (کیونکہ یہ حضرات بنی امیہ کی سنت مؤکدہ تھی) آپ نے غلام کو طلب کیا اور فرمایا کہ ایک روز آنحضرتؐ میرے گھر میں تشریف لائے اور علیؑ ساتھ ساتھ تھے مجھے حکم ہوا کہ تخلیہ کردو میں حجرہ سے باہر چلی گئی اور تھوڑی دیر کے بعد حضوری کی اجازت خواہ ہوئی مگر اجازت نہ پائی جس سے مجھ کو غم ہوا آخر تیسری بار اجازت کے بعد حاضر ہوئی میں نے دیکھا کہ علیؑ آنحضرتؐ کے سامنے دو زانو بیٹھے ہوئے پوچھ رہے ہیں کہ یا رسول اللہؐ ایسا ہو تو کیا کروں آپ نے فرمایا صبر پھر علیؑ نے کہا اسکے بعد یہ ہو تو کیا کروں فرمایا صبر پھر علیؑ نے کہا ایسا ہو تو کیا کروں آپ نے فرمایا کہ تلوار کھینچ لینا اور کاندھے پر رکھ لینا پھر انکے گروہ گروہ کو قتل کرکے مجھ سے یوں ملاقات کرنا کہ تمھاری کھنچی ہوئی تلوار سے خون ٹپک رہا ہو۔ پھر آنحضرتؐ میری طرف مخاطب ہوئے اور فرمایا کہ تم کو ملال نہ کرنا چاہیے میں نے تم کو نہیں ہٹایا ......

میں جب یہاں آیا ہوں تو میرے دہنے پہلو میں جبرئیلؑ اور بائیں پہلو میں علیؑ تھے اور خدا کا فرستادہ ملک وہ باتیں بیان کر رہا تھا جو میرے بعد ہونے والی ہیں مجھے حکم تھا کہ میں یہ سب کچھ علی کو سمجھا دوں۔

یا ام سلمہ اسمعی و اشھدی ھذا علی ابن	اے ام سلمہ سنو اور گواہ رہو یہ علی میرے دنیا و آخرت میں
ابیطالبؑ اخی فی الدنیا و اخی فی الآخرۃ	بھائی ہیں اے ام سلمہ سنو اور گواہ رہو یہ علیؑ میرے بعد
یا ام سلمہ اسمعی و اشھدی ھذا علی ابن	میرے خلیفہ میری عدالت کے فیصلہ کرنے والے میرے حوض
ابیطالب وصی و خلیفتی من بعدی	(کوثر) کے ساقی ہیں اے ام سلمہ سنو اور گواہ رہو یہ علی
قاضی عداتی والساقی عن حوضی یا	مسلمانوں کے سردار پرہیزگاروں کے امام سپید
ام سلمہ اسمعی و اشھدی ھذا علی	پیشانی مومنین کے پیش رو ناکثین، قاسطین و مارقین کے

۵۷ بحار الانوار [illegible]

ابن ابیطالب سید المرسلین امام المتقین وقائد الغرالمحجلین قاتل الناکثین والقاسطین والمارقین قلت یارسول اللہ من الناکثون قال الذین یبایعونہ بالمدینہ وینکثونہ بالبصرہ قلت من القاسطون قال معاویہ واصحابہ من اھل الشام قلت من المارقون قال اصحاب النھروان فقال مولی ام سلمہ فرجت عنی فرج اللہ عنک واللہ لا اسب علیا ابدا

قاتل ہیں میں نے پوچھا اے خدا کے رسولؐ ناکثون کون ہیں آپنے فرمایا وہ جو علیؑ سے مدینہ میں بیعت کریں اور بصرہ میں توڑ ڈالیں میں نے پوچھا اور قاسطون کون ہیں آپ نے فرمایا کہ معاویہ اور اُسکے شامی ساتھی میں نے کہا اور مارقون کون ہیں آپ نے فرمایا اصحاب نہروان غلام ام سلمہ نے یہ سن کر کہا کہ آپنے مجھے الجھنوں سے نکال دیا خدا آپ کو مسرور کرے اب کبھی علیؑ کو برا نہ کہوں گا۔

حضرت ابوذرؓ ناقل ہیں کہ جنگ جملؓ میں حضرت عائشہ کو دیکھ کر تھوڑی دیر کے لئے میں بھی فکرمند ہوگیا مگر ظہر تک یہ فکرمندی دفع ہوگئی اور میں نے علیؑ کی طرف سے خوب جہاد کیا بعد واپسی یہ واقعہ میں نے حضرت ام سلمہؓ سے نقل کیا تو آپ نے فرمایا کہ خوب کیا سمعت رسول اللہ یقول علی مع القران والقران معہ لا یفترقان حتی یردا علی الحوض (میں نے آنحضرت کو کہتے سُنا ہے کہ علیؑ قرآن کے ساتھ ہیں اور قرآن علیؑ کے ہمراہ یہ دونوں آپس سے جدا نہوں گے یہاں تک کہ میرے پاس حوض کوثر پر پہونچیں)

علامہ عبد ربہ لکھتے ہیں کہ بعد امام حسنؑ جب معاویہ حیلۂ حج سے (ولیعہدی یزید کی بیعت لینے) مدینہ منورہ پہونچے تو آپ نے ارادہ فرمایا کہ خاص ممبر رسول پر علیؑ کو برا بھلا کہیں یا لعنت کریں لوگوں نے کہا کہ سعد بن ابی وقاص یہیں موجود ہیں وہ کبھی راضی نہونگے (اور مفت فساد ہوگا) حضرت معاویہ نے حضرت سعد کو بلا بھیجا (اور اس ضروری مسئلہ میں) مشورہ کیا سعد نے کہا اگر ایسا ہوا تو میں مسجد سے فوراً اُٹھ جاؤں گا اور پھر کبھی نہ آؤں گا حضرت معاویہ (فساد اُٹھتے دیکھا) یہ سنکر واپس چلے گئے مگر سعد کے انتقال کے بعد آپ نے منبر پر خود گالیاں

لعنت بھیجی اور اپنے تمام گورنروں کو لعنت کرنے کا تحریری حکم بھیجا چنانچہ ہر جہار جانب برابری پھیل گئی ام سلمہ کو جب یہ خبر معلوم ہوئی تو آپ نے معاویہ کو خط لکھا کہ میں نے سنا ہے کہ تو خدا اور رسول پر سر منبر لعنت کرتا ہے (یعنی علی پر تبرا ایسا ہی ہے جیسے خدا ورسول پر کیا جائے میں گواہی دیتی ہوں کہ علیؑ خدا اور رسولؐ دونوں کے محبوب تھے علامہ عبدربہ اس واقعہ کو لکھ کر کہتے ہیں کہ ام سلمہؓ کے شرف مقام اور اُنکی صحت روایت کو جانتے ہوئے بھی کسی نے اُنکی بات نہ سُنی۔

عن ام سلمہ[1] قالت قال رسول اللہ ؐ من سب علیا فقد سبنی	ام سلمہ ناقل ہیں کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ جس نے علیؑ کو بُرا کہا اُس نے مجھے بُرا کہا۔
عن ام سلمہ قالت قال رسول اللہ من احب علیا فقد احبنی ومن احبنی احب اللہ ومن ابغض علیا فقد ابغضنی ومن ابغضنی ابغض اللہ	ام سلمہ ناقل ہیں کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ جس نے علیؑ کو دوست رکھا مجکو دوست رکھا اور جس نے مجکو دوست رکھا اس نے خدا کو دوست رکھا اور جس نے علیؑ کو دشمن رکھا اُس نے مجھے دشمن رکھا اور جس نے مجھے دشمن رکھا اُس نے خدا کو دشمن رکھا۔

اوساط کو حذف کرنے کے بعد نتیجہ یہ نکلا کہ محبت علیؑ محبت خدا اور دشمنی علیؑ دشمنی خدا ہے معلوم ہوتا ہے کہ ام سلمہ چھپی ہوئی شیعہ تھیں اس لیے کہ شیعہ لوگ بھی بالکل یہی کہتے ہیں۔

ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ آنحضرتؐ سے آخر میں ملنے والے علیؑ تھے۔

قالت عدنا[2] رسول اللہ غداۃ بعد غداۃ یقول جاء علی مرارا قالت واظنہ کان بعثہ فی حاجتہ قالت فجاء فظننت ان لہ الیہ حاجۃ فخرجنا من البیت فقعدنا عند الباب فکنت من ادناھم الی الباب فاکب علیہ	ام سلمہ کہتی ہیں کہ ہر صبح بار بار آنحضرتؐ یہی فرماتے تھے کہ علیؑ آئے علیؑ آئے مجھے گمان تھا کہ آپ نے علیؑ کو اپنے کسی کام کے لیے بھیجا ہے پھر علیؑ آئے تو میں نے خیال کیا کہ آنحضرتؐ کو علیؑ سے کچھ کام ہے (لہٰذا) ہم سب گھر سے نکل آئے اور دروازے کے قریب بیٹھے

[1] نصائح الکافیہ منقول از مستدرک حاکم ص ۱۲۱ و مسند امام احمد بن حنبل ج ۶ ص ۳۲۳ [2] مسند امام احمد بن حنبل ج ۶ ص ۳۰۰

على ... يسارّه ويناجيه ثم قبض رسول الله من يومه ذلك فكان اخص الناس به عهداً

میں دروازے کے بالکل نزدیک تھی (میں نے دیکھا کہ علیؑ آنحضرت پر جھک گئے اور راز اور اسرار شروع ہو گئے پھر آنحضرتؐ نے انتقال فرمایا (اسی روز) لہذا علیؑ وہ آخری شخص ہیں جنھوں نے آنحضرت سے گفتگو کی۔

اہم واقعات زندگی: ازواج نبی کے شمول سے پہلے ام سلمہؓ آنحضرتؐ کی خدمت میں آیا جایا کرتی تھیں چنانچہ عقد فاطمہ زہراؑ میں آپ کے خدمات معروف ہیں جنگ احد میں آپ کے شوہر اولی زخمی ہوئے اور جنگ خندق میں آپ اسقدر قریب موجود تھیں کہ آنحضرتؐ کی محنت ملاحظہ کی اور عمار یاسرؓ کی خبر شہادت سُنی واقعہ ایلا میں ام سلمہ ہی نے حضرت عمر کی آواز سُنی کہ آنحضرتؐ نے طلاق نہیں دی ہے صلح حدیبیہ میں جب بڑے بڑے اصحاب آنحضرتؐ کی رسالت میں شک کر رہے تھے اور انتہائی جسارت کے ساتھ آنحضرتؐ سے آکر پوچھا جاتا تھا کہ آج بھی آپؐ رسول ہیں یا نہیں اسوقت بھی بی بی ثابت قدم تھیں چنانچہ جب آنحضرتؐ قضیہ صلح سے فارغ ہوئے تو آپ نے احرام اُتارنے کے لئے سر منڈوانے اور قربانی کرنے کا حکم دیا فواللہ ما قام منهم رجل حتی قال ذلک ثلث مرات فلما لم یقم احد قام فدخل علی ام سلمه فذکر لها مالقی من الناس راوی ناقل ہے کہ خدا کی قسم اُن میں سے ایک شخص بھی تعمیل حکم کے لئے نہ اُٹھا اگرچہ آپ نے تین بار فرمایا جب کوئی نہ اُٹھا تو آنحضرتؐ ام سلمہؓ کے پاس تشریف لے آئے اور آپ کو جو رنج لوگوں سے پہونچا تھا اُسکا ذکر فرمایا ام سلمہ نے عرض کی کہ اے خدا کے نبی آپ باہر تشریف لیجائیے اور کسی سے بات بھی نہ کیجئے اور قربانی فرمائیے اور اپنے اصلاح ساز سے اپنا سر منڈوائیے گویا ام سلمہؓ کا مقصود یہ تھا کہ جب اُن کو یقین ہو جائے گا کہ حکم خدا کے سامنے ہماری بات نہ مانی جائے گی اور آنحضرتؐ کو احرام اُتارتے دیکھیں گے تو خود بھی احرام اُتاریں گے چنانچہ جیسا ام سلمہؓ نے کہا تھا وہ ہوا اور آپ کو سر منڈواتے دیکھ کر پھر تو وہ شورش ہوئی کہ ایک دوسرے پر گرا پڑتا تھا بعض دوسروں سے سر منڈوا رہے تھے

[illegible]

بھی آپس میں سبقت کرنے سے اندیشہ ہو گیا تھا کہ ایک دوسرے کو قتل کر ڈالیں گے آنحضرتؐ نے فرمایا کہ خداوندا سر منڈوانے والوں پر رحم فرما لوگوں نے کہا اور بال کتروانے والوں پر فرمایا خداوندا سر منڈوانے والوں پر رحم فرما لوگوں نے کہا اور بال کتروانے والوں پر آپ نے فرمایا کہ خداوندا سر منڈوانے والوں پر رحم فرما لوگوں نے کہا اور بال کتروانے والوں پر فرمایا اچھا اُن پر بھی پھر پوچھا گیا کہ آخر آپ نے دعا میں ان کو کیوں نہ شریک فرمایا اور سر منڈوانے والوں کو مخصوص کیوں فرمایا کہا اسلیئے کہ اُنکو میری رسالت میں شک ہوا تھا۔ یہ یاد رہے کہ یہ بیعت الرضوان کرنے والے صحابہ کا ذکر ہے۔ غرض ام سلمہؓ کی اصابت رائے نے مسلمانوں کو ہلاکت سے نجات دی یہ واقعہ صحیح بخاری شریف میں کافی تفصیل کے ساتھ موجود ہے اور ام سلمہؓ کی اصابت رائے کو سراہا گیا ہے۔

جنگ خیبر میں حضرت ام سلمہؓ میدان جنگ سے اتنی دور تھیں جتنی دور عورتوں کو ہونا چاہیئے پھر بھی حبیب علیؑ کی تلوار مرحب کے دانتوں کے قلعہ کو فتح کر رہی تھی اُسوقت آپ نے کرکراہٹ کی آواز سُنی تھی چاہے ناظرین ام سلمہؓ کی قوت سامعہ کی مدح سرائی کریں یا علیؑ کے زور بازو کی کہ ضرب ذوالفقار کی آواز میدان خیبر سے خیمہ گاہ آنحضرتؐ تک پہونچی۔

حجۃ الوداع میں آپ بیمار تھیں مگر موجود تھیں اور آپ کو بیماری کی وجہ سے آنحضرتؐ نے مرکب پر سوار رہ کر طواف کا حکم دیا تھا۔ حجۃ الوداع سے فارغ ہو کر میدان غدیر کا وہ واقعہ بھی آپ نے بیان فرمایا جسکو شیعہ لوگ اعلان خلافت علیؑ بتاتے ہیں کہ فاذا فرغت فانصب والی ربک فارغب اے رسول حج سے فارغ ہو کر (علیؑ کو) نصب کر دو اور اپنے اپنے خدا کی طرف چلے آؤ۔

وفات آنحضرتؐ کے وقت ام سلمہؓ موجود تھیں آپ کی تیمارداری میں شریک تھیں چنانچہ

مولانا سعید انصاری ام سلمہ وام حبیبہ کو اُس دوا پلانے کا متہم کرتے ہیں جسکے پلانے کی آنحضرتؐ نے ممانعت فرمائی تھی۔ لیکن ابوذر سے جو روایت بخاری میں وارد ہوئی ہے اُسکے اسناد اس روایت سے بہتر ہیں اور اُسمیں کہا گیا ہے کہ وہ دوا پلانے والی صرف حضرت عائشہ تھیں۔ میری رائے میں یہ واقعہ سخت نازک ہے اسمیں دوبارہ تحقیق کی کوشش نہ کرنا چاہیئے ورنہ جتنا چھانو اُتنا کرکرا ہوگا۔

ام سلمہؓ نزاکت حال حال پر رونے لگیں تو آنحضرتؐ نے محبت سے منع فرمایا۔

جنگ جمل کے موقع پر ام سلمہؓ نے اپنے بیٹے عمر کو امیرالمومنین کے ہمراہ رہنے کا حکم دیا اور حضرت عائشہ کو تمام امکانی سعی سے اس بیکار لڑائی لڑنے سے منع فرمایا آپ حضرت عثمان کے قتل پر آمادہ کرنے والوں میں حضرت عائشہ ہی کو جانتی تھیں۔ امیرالمومنینؑ و امام حسنؑ کی شہادت پر ام سلمہ نے انتہا کا غم کیا۔ جب امام حسینؑ ۶۰ھ مدینہ سے تشریف لیجانے لگے تو آپ بھی تشریف لائیں اور پوچھا کہ اے فرزند کدھر کا قصد ہے آپ نے فرمایا کہ نانی عراق جاؤں گا ام سلمہؓ نے کہا اے حسینؑ عراق نہ جانا میں نے تمہارے نانا کو کہتے سُنا ہے کہ میرے فرزند امام حسینؑ کو عراق کی اُس زمین پر شہید کریں گے جس کا نام کربلا ہے۔ امام حسینؑ نے عرض کی کہ نانی آپ چاہیں تو میں وہ زمین بھی دکھادوں چنانچہ امام حسین حجرہ سے صحن خانہ میں تشریف لائے اور کربلا کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ اے زمین قتلگاہِ غریب بلند ہو جا کربلا کا تختہ بلند ہوا اور ام سلمہؓ نے زیارت کی اسوقت امام حسینؑ نے وصیت نامہ اور اساسۂ امامت ام سلمہؓ کے سپرد فرمایا۔

امام حسینؑ کی روانگی کے بعد ام سلمہ اُس خاک کو اکثر دیکھا کرتی تھیں جو آپنے آنحضرتؐ سے لے کر ایک شیشہ میں محفوظ کر رکھی تھی روز عاشورہ آپ آرام کر رہی تھیں کہ آپنے آنحضرتؐ کو خواب میں دیکھا کہ سر و پا برہنہ تشریف لائے ہیں چہرہ پر خاک پڑی ہے ہاتھ میں شیشہ خون ہے

اور فرما رہے ہیں کہ اے ام سلمہ میرے بیٹے (حسینؑ) کو کربلا میں شہید کر ڈالا۔ ام سلمہؓ فریاد کرتی ہوئی خواب سے بیدار ہوئیں اور آپ نے اُس خاک محفوظ کو دیکھا تو وہ بھی خون ہو چکی تھی چنانچہ مدینہ میں اُسی روز سے حسینؑ کا ماتم شروع ہو گیا تھا۔ ام سلمہؓ جب تک زندہ رہیں قاتلان حسینؑ پر لعنت کرتی رہیں آپ فرمایا کرتی تھیں کہ اُنھوں نے حسینؑ کو قتل کیا خدا اُن کو قتل کرے اُنھوں نے حسین کو ذلیل کیا خدا اُن پر لعنت کرے۔ شہادتِ حسینؑ کی خبر نے گویا ام سلمہ کی زندگی دوبھر کر دی اور آپ صرف اتنے دنوں اور زندہ رہیں کہ اہل حرم قید خانہ شام سے رہا ہو کر مدینہ پہونچے اور آپ نے سید الساجدین علی ابن الحسینؑ کو امام حسینؑ کی امانت پہونچا دی۔

وفات: آپ کا ماہ وصال ووفات ذیقعدہ سنہ ۵۹ھ بتایا جاتا ہے تحقیق یہ ہے کہ آپ سنہ ۶۱ھ کے آخر تک زندہ تھیں چنانچہ ابن زبیر کے واقعہ کے متعلق خبر جیش کا دریافت کیا جانا اس پر دلیل ہے آپ نے یزید کے آخر عہد سنہ ۶۱ھ میں چوراسی سال کی عمر میں انتقال فرمایا۔ آپ نے آنحضرتؐ کے ازواج میں سب سے آخر میں انتقال فرمایا ہے آپ نے وصیت فرمائی تھی کہ سعید بن العاص (والی مدینہ) مری نماز جنازہ نہ پڑھائے لیکن سعید اسوقت مر چکا تھا ممکن ہے کہ یہ وصیت مروان بن الحکم یا ولید بن عتبہ کے لئے ہو چونکہ اُسوقت انھیں دونوں میں سے ایک والی مدینہ تھا گویا بطور اظہار ناراضگی آپ نے سلطنت یزید سے قانون شکنی پر عمل فرمایا کیونکہ والی شہر ہی نماز میت پڑھایا کرتا تھا۔ آپ کی نماز جنازہ ابوہریرہ نے پڑھائی۔ آپ کے دونوں صاحبزادوں سلمہ و عمر بن ابو سلمہ نے آپ کو قبر میں اُتارا اور آپ بقیع میں دفن ہوئیں۔

داغِ فراق صحبت شب کی جلی ہوئی
اک شمع رہ گئی تھی سو وہ بھی خموش ہے
غالب مرحوم

فصل

(۷)

ام المومنین ام الحکم حضرت زینب بنت حجش

نام و نسب ام الحکم کنیت ہے اور آپ کے پہلے نام "برہ" کو بدل کر آنحضرت صلعم نے زینب نام رکھا سلسلۂ نسب اسد بن خزیمہ سے ہوتا ہوا قریش سے مل جاتا ہے سلسلہ نسب یہ ہے زینب بن رئاب بن یعمر بن صبیرہ بن مرہ بن کثیر بن غنم بن دودان بن اسد بن خزیمہ آپ کی والدہ ماجدہ امیمہ بنت عبد المطلب بن ہاشم عمہ رسول خدا ہیں آپ آنحضرت کی پھوپھی زاد بہن ہیں۔

ایمان و ہجرت ابن اثیر آپ کو قدیمۃ الاسلام لکھتے ہیں آپ کے ایمان کا درجہ اُن گیارہ بزرگوں میں ہے جن سے پہلے کسی بارھویں کا وہم بھی نہیں ہوتا۔ سب سے پہلے عورتوں میں خدیجہ اور مردوں میں امیر المومنین علیؑ ابن ابیطالب کا ایمان لانا یقین ہے دوسرا درجہ حضرت زید بن حارثہ غلام آنحضرتؐ کا ہے اور تیسرے درجہ میں حضرت ابوبکر اور کئی صحابی ہیں حضرت زینب بھی اسی درجہ سے تعلق رکھتی ہیں۔ آپ نے آنحضرتؐ کے ہمراہ ہجرت فرمائی اور مدینۂ مکرمہ میں اُنھیں مکانوں میں قیام فرمایا جو گرد مسجد اہلبیت کے لئے بنوائے گئے تھے اور اُسمیں ایک بھی غیر نہ تھا۔

نکاح اوّل آپ کا پہلا نکاح حضرت زید بن حارثہ غلام آنحضرتؐ سے ہوا جسمیں دو عظیم مصالح تھے پہلی مصلحت تو یہ ہے کہ آنحضرتؐ نے تعلیم مذہب کے لئے آپ کو زید کے سپرد کیا تھا اور دوسرے آپ اپنے ہی گھر سے اُس مساوات اسلام کی تعمیر شروع کرنا چاہتے تھے جسپر اسلام کو تمام اقوام و ملل کے مقابل میں فخر و ناز کرنا تھا عجب نہیں کہ اس نکاح نے کفار کے غلاموں

---

[1] اسد الغابہ ج ۵ ص ۴۶۳ [2] ایضاً [3] ایضاً ص ۴۶۴ [4] استیعاب ج ۲ ص ۷۵۳ [5] ایضاً [6]

میں جذبۂ آزادی اُبھار دیا ہو جسکا اسلام ہمیشہ سے حامی رہا ہے کیونکہ کفار کی شام و سحر میں اُن کو اس مساوات کا کبھی خواب بھی نظر نہ آیا تھا جسکی تعبیر دولت سرائے نبوت کی دیواروں پر شوخ رنگ تصویر کی طرح نظر آرہی تھی۔ ان غلاموں کی ذہنیت پابندی و ذلت کے تنگ حلقہ سے اُس آزادی و عزت کی فضا کو دیکھ رہی تھی جو اسلام لانے کے بعد حاصل ہو سکتی تھی اور جسکی نظیر خود آنحضرتؐ نے قائم فرمادی تھی۔

حضرت زید خدیجہ کے غلامؓ تھے جو بعد کو آنحضرت کی خدمت میں رہے پھر آپ نے اُنکو آزاد فرما کر متبنّٰی فرمالیا یہانتک کہ جاہل عرب زید بن حارثہ کی جگہ زید بن محمد پکارنے لگے حضرت زیدؓ آنحضرتؐ کے محبوبؓ غلام تھے اور اگر دم بھر کو آنحضرتؐ سے جدا ہو جاتے تو آپ خود اُنکی جستجو کے جایا کرتے تھے۔ آپ نے زید کی عزت سے خود ہی حضرت زینب کو پیام نکاح دیا چونکہ اُنکے لئے بھی آپ ہی کفیل تھے حضرت زینب کو یہ پیام اپنے خاندانی اعزاز کے مناسب حال نہ معلوم ہوا آپؐ نے فرمایا۔

یارسول اللہ لا ارضاہ لنفسی وانا ایم قریشی قال فانی قد رضیتہ

یارسول اللہؐ میں اپنے نفس کیلئے زید سے راضی نہیں ہوں کیونکہ میں قریش کی (ذی عزت) عورت ہوں آنحضرتؐ نے فرمایا کہ مگر میں راضی ہوں

اسپر بھی حضرت زینب نے مزید غور و فکر کے لیے وقت مانگا آنحضرت تو خاموش ہو گئے لیکن آیت ذیل نازل ہوئی

ماکان لمومن ولا مومنۃ اذا قضی اللہ ورسولہ امراان یکون لھم الخیرۃ من امرھم

کسی مومن اور مومنہ کے لئے یہ مناسب نہیں ہے کہ جب خدا اور رسول نے اُنکے لئے ایک بات طے کردی ہو تو پھر اُنکو اپنے معاملہ میں کچھ بھی اختیار باقی ہے

اب حضرت زینب کے پاس سر تسلیم خم کرنے کے سوا کوئی چارہ کار باقی نہیں تھا آپ نے اپنا معاملہ آنحضرتؐ کے سپرد فرمادیا اور یہ نکاح ہو گیا۔

عرب کی معدن فخر زمین پر یہ واقعہ اپنی نوعیت سے بالکل نیا تھا کہ بنی ہاشم کی لڑکی ایک غلام کے نکاح میں دیدی جائے جو آنحضرت سے مساوات نواز کیلئے درست و بجا تھا لیکن شخص کے

پہلے ہی رضی نہ تھیں اسپر طرہ یہ ہوا کہ زید بن حارثہ سے انکی منسوبی ابنیت بھی واپس لے لی گئی یعنے خدا نے جہلار عرب کی حق شکن رسم تبنیت کا خاتمہ کردیا کیونکہ عرب میں قاعدہ تھا کہ لے پالک لڑکا لڑکی میراث میں صلبی[له] اولاد کی طرح حصہ دار ہوجاتے تھے اور اسطرح حق داروں کے حقوق پامال کیے جاتے تھے دوسرے نسب بھی اول سے آخر تک بدل جاتا تھا شیخ کے سمر ڈول بیٹا کر لینے سے میر صاحب کے نور چشم ہوکر اپنی شیخی سے بالکل دست بردار ہوجاتے تھے لہذا کلام مجید نے منادی کی کہ آئندہ سے اس رسم کو ختم کردیا جائے۔

وما جعل ادعیاکم ابنائکم ذلك قولکم بافواهکم واللہ یقول الحق وهو یهدی السبیل ادعوهم لاٰبائهم هو اقسط عند اللہ فان لم تعلموا اٰبائهم فاخوانکم فی الدین وموالیکم

اور وہی ٹھیک ٹھیک راستہ بتاتا ہے پالکوں کو انکے ابا (کا کرکے) پکارو یہی خدا کے نزدیک ٹھیک انصاف پر ہے اور اگر ان کے باپ کو نہ جانتے ہو تو وہ تمہارے مذہبی بھائی اور دوست ہیں۔

عن عبد اللہ[۲] ابن عمر قال ان زید بن حارثة مولیٰ رسول اللہ ما کنا ندعوه الا زید بن محمد لانہ رسول اللہ کان یتبناه قبل النبوت حتی نزل القراٰن ادعوهم لاٰبائهم هو اقسط عند اللہ فامر برد نسبهم الی اٰبائهم فی الحقیقة ونسخ ما کان فی ابتداء الاسلام من جواز ادعاء الابناء الی الاجانب

عبد اللہ ابن عمر کہتے ہیں کہ ہم زید بن حارثہ غلام آنحضرت کو سوا زید بن محمد کے (اور کچھ پکارتے ہی نہ تھے) اسلیے کہ آنحضرت نے قبل نبوت انکو متبنی فرمایا تھا یہانتک کہ قرآن نازل ہوا کہ لے پالکوں کو انکے باپ (کے ناموں سے) پکارو خدا کے نزدیک بھی پورا انصاف ہے پھر نسب کے اصلی آبا کی طرف بیٹا دینے کا حکم دیا جو حقیقی ابا تھے اور جو کچھ ابتداء اسلام میں جواز اجنبی لڑکوں کو اپنا کرکے پکارنے کا تھا وہ منسوخ ہوگیا

معلوم ہوتا ہے کہ اسکے بعد حضرت زینب سے اور بھی نباہ نہ گیا اور شکر رنجی سے تلخ کامی کی طرف

له اصابہ ج ۲ ص ۹۲ ۲ ارشاد الساری شرح صحیح بخاری شریف معروف قسطلانی ج ۷ ص ۲۳۲

شکایات بڑھتی گئیں حضرت زید نے کئی مرتبہ آکر ویسی ہی شکایت کی جس سے زینب کے فخر خاندانی کا پتہ چلتا ہے یعنی زید کے نزدیک آپ بدزبان تھیں آنحضرتؐ نے ہر مرتبہ انکو یہ کہہ کر واپس فرمادیا۔

امسک[1] علیک زوجک واتق اللہ   اپنی بی بی کو اپنے پاس رہو کو اور خدا سے ڈرتے رہو

مگر زید کے شکایات اس انتہا پر پہونچ گئے تھے کہ وہ زینب کے ہمراہی پر راضی نہو سکے اور آخر طلاق کی نوبت آگئی اور ایک سال بعد طلاق ہوگیا۔

نکاح ثانی چونکہ حضرت زینب کی کفالت آنحضرتؐ ہی کے متعلق تھی اور آپکا نکاح بھی زید سے آنحضرتؐ کے حکم سے ہوا تھا پھر زینب آپ کی قریبی رشتہ دار بھی تھیں ان تمام اسباب نے ملکر آنحضرتؐ کو خود نکاح پر آمادہ فرمایا۔ یہ وہ نفس نبوت ہی تھی جس نے پیام دینے کے لئے خود حضرت زید ہی کو تجویز کیا جسمیں دو مصلحتیں کھلی ہوئی ہیں ایک یہ کہ منافقین کے شبہ کیلئے کوئی دلیل باقی نہ رہے دوسرے خود حضرت زید کو بھی طلاق دینے کی ایک بلیغ سزا مل جائے چنانچہ زید نے سزا کی گرانی کو محسوس کیا اور اس پیام کا پہونچانا دل[2] پر بھاری نظر آیا آپ نے دروازہ حضرت زینب کی طرف پشت کر کے پیام پہونچایا۔ حضرت زینب نے کہا کہ میں اسکا کوئی جواب نہ دوں گی جسوقت تک کہ خدا حکم نہ فرمائے یہ کہکر آپ اپنے مصلے پر کھڑی ہوگئیں اور ادھر آنحضرتؐ پر وحی نازل ہوئی۔

واذ تقول للذی انعم اللہ علیہ وانعمت علیہ امسک علیک زوجک واتق اللہ وتخفی فی نفسک ما اللہ مبدیہ وتخشی الناس واللہ احق ان تخشاہ   (اے نبی) جسپر خدا نے اور تم نے انعام کیا تھا اُس سے تم نے کہا کہ اپنی زوجہ کو اپنے پاس روک اور خدا سے ڈر اور جو کچھ تم اپنے دل میں چھپائے ہوئے ہو خدا اُسکو ظاہر کرنیوالا ہے تم لوگوں (منافقین کی افواہوں) سے ڈرتے ہو درانحالیکہ خدا اسکا زیادہ مستحق ہے کہ اُس سے ڈرا جائے۔

وتخفی[3] فی نفسک الخ کی تفسیر میں سید الساجدین امام زین العابدین علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں

---

[1] طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۷۱ [2] اسد الغابہ ج ۵ ص ۴۶۳ [3] تفسیر قمی و صافی سورۂ احزاب ۱۲

کہ خدا نے آنحضرتؐ کو بتا دیا تھا کہ (آخر) زینب تمہارے ازواج میں داخل ہونگی پھر بھی آنحضرت اُس محبت کی وجہ سے جو آپ کو زید سے تھی برابر طلاق کے لئے منع فرماتے تھے اس قول کو حضرت زید بن علیؑ کے طریقے سے قسطلانی نے شرح بخاری شریف میں بھی نقل کیا ہے اسمیں کوئی شک نہیں کہ خدا اپنے انبیاء کو واقعات آئندہ کی خبریں دیتا رہا ہے جسکو یہ خزینہ داران اسرار ہمیشہ محفوظ رکھا کرتے تھے۔

لیکن مجمع اصحاب میں باجماع امت وایمائے کلام الٰہی ایک گروہ منافقین کا بھی تھا اسکے آثار کتب سیر واحادیث پر آجتک موجود ہیں چنانچہ کلام مجید کے ان شفاف وروشن الفاظ کے معانی کو پیچیدہ کرنے کیلئے یہ واقعہ بھی درج ہوا ہے کہ آنحضرتؐ ایک روز زید کی تلاش میں اُنکے گھر پر تشریف لائے حضرت زید تو نہ تھے البتہ جب زینبؓ کو خود آنحضرتؐ کے تشریف لانے کی اطلاع ہوئی تو آپ بے اوڑھے لپیٹے دروازے پر آئیں اور عرض کی کہ زید تو نہیں ہیں مگر آپ گھر میں تشریف لائیں آپ گھر میں تو تشریف نہ لیگئے مگر زینب پر نگاہ پڑتے ہی فوراً منھ پھیر کر کھڑے ہو گئے۔

فولی وھو ھمھم لا یکاد یفھم منہ الا ربما اعلن سبحان اللہ العظیم سبحان اللہ مصرف القلوب	آپنے پیٹھ پھیر لی اور آپ نرم آواز سے منھ ہی منھ میں کچھ (کہہ) رہے تھے جس سے آپ کا مفہوم نہ سمجھا جا سکتا تھا ہاں اُتنا جسقدر آپ ظاہر کر رہے تھے (یعنی) خدائے بزرگ پاک و پاکیزہ ہے دلوں کا پلٹا دینے والا پاک و پاکیزہ ہے۔

پھر آپ واپس ہوئے تو زید بھی اس واقعہ کو زینب سے معلوم کر کے حاضر خدمت ہوئے اور کہنے لگے "لعل زینب اعجبتک فافارقھا" شاید آپ کو جمال زینب نے تعجب میں ڈال دیا اسلئے میں اُن کو چھوڑے دیتا ہوں

یہ ناشدنی واقعہ نہ صرف ایک فسانۂ عشق کی تمہید بتاتا ہے بلکہ آنحضرتؐ کی دیانت کو ملیامیٹ کئے دیتا ہے اور چند قسم کے شبہ آریا دمسیحی فرقوں کے لیے پیدا ہوتے ہیں جو در حقیقت

(۱) آنحضرتؐ نے جمال زینب دیکھا اور بے اختیار ہوگئے (۲) زید کو ناگوار ہوا اور انھوں نے روک رکھنے کے حکم کو رد کر کے طلاق دیدیا یا عشق کے زور نے حضرت زید سے ناجائز دباؤ ڈالکر طلاق لینے میں کامیابی حاصل کی۔

الجواب (۱) آنحضرتؐ نے زینب کو دیکھا یہ کوئی قابل الزام بات نہیں ہے اسلئے کہ اسوقت تک آیۂ حجاب نہ اتری تھی اور تمام مسلمان عورتیں اسی رنگ میں تھیں جس میں آج آریا و مسیحائی عورتیں پائی جاتی ہیں ان عورتوں کو نہ اسٹیج پر ناچتے دیکھنا ممنوع ہے نہ گنگا مائی میں باریک ساریاں باندھکر غوطہ زنی میں دیکھنا معیوب اور اگر ممنوع یا معیوب ہوتا تو انکی کوئی روک ٹوک ہوتی۔ اگرچہ اسلام کی ابتدا ہی سے اسکے پیروں کی یہ شرمناک زندگی نہ تھی مگر پردہ نہونے سے پہلے ان کو بازاروں اور مکانوں میں بے نقاب ضرور دیکھا جاتا تھا بلکہ نزول حجاب کے بعد بھی جب تک مردوں کے ذہن سے صورتیں فراموش نہیں ہوئیں اسوقت وہ نقاب پر بھی پہچان لیتے تھے چنانچہ حضرت عمرؓ نے حضرت سودہؓ کو اسوقت پہچان لیا جب وہ رفع حاجت کو جا رہی تھیں اور حضرت عائشہ کو معاملۂ افک میں پہچان لیا گیا جب وہ زیر شجر آرام کر رہی تھیں لہذا صرف دیکھ لینا تو کسی حالت میں ممنوع نہ تھا پھر ہمارے مہذب رسولؐ کی تہذیب دیکھو کہ نزول حجاب سے پہلے بھی آپ نے عورت سے چار آنکھ کر کے بات کرنا پسند نہ کی بلکہ پیٹھ پھیر یا اور شوہر کی عدم موجودگی میں گھر میں جانے سے بھی انکار فرمادیا۔

البتہ آپ پر جمال زینب کا موثر ہونا اگرچہ اپنے مقام پر یہ بھی درست ہے اسلئے کہ ہر اچھی چیز انسان کو اچھی اور بری چیز بری معلوم ہوتی ہے موثر سے فقدان اثر اور موثرہ میں تاثر کا نہونا درحقیقت قابل مذمت ہے اگر آگ میں حرارت نہو تو وہ بیکار ہے اگر دست انسانی اس سے نہ جلے تو وہ پتھر ہے البتہ اسکا بے محل صرف کیا کہا جا سکتا ہے جس کا پتہ کسی تاریخ وحدیث میں نہیں ہے۔

اسکے بعد اگر ہم فقط اثر ہی کو برا مان لیں تو اسکا بھی کھلا ہوا جواب موجود ہے اسلئے کہ اس قسم کے اثر پہلے نظارہ میں ہوا کرتے ہیں اور آنحضرتؐ نے زینب کو آج پہلی مرتبہ نہ دیکھا تھا بلکہ اسوقت زینب اپنی عمر کے چونتیسویں[1] زینہ پر تھیں جبکہ شباب ڈھل رہا تھا اور آفتاب جمال لب بام آچکا تھا آنحضرتؐ نے تو زینب کی ابتدائے عمر سے کفالت فرمائی تھی اور جب انکا عنفوان شباب تھا اسوقت دیکھا تھا آج تو وہ دوہا جو تھیں آپ نے اسوقت دیکھا تھا جب وہ کنواری تھیں نہ اسوقت ان سے نکاح میں منافقین کی افواہوں کا اندیشہ کیا جاسکتا تھا اور نہ کوئی شخص مزاحم ہی ہوسکتا تھا جب اسوقت آنحضرتؐ نے زید کے ساتھ نکاح کردیا تو اسوقت جمال زینب سے بیتاب ہوکر طلاق دلوانے پر آپ کا آمادہ ہونا بالکل بے دلیل بات ہے۔

غزوۂ بنی مصطلق[2] و نکاح[3] ام سلمہؓ کے بعد یہ نکاح ماہ ذیقعد ۵ھ میں واقع ہوا اور حسب دستور قدیم حضرت عائشہ کو اسپر بھی ملال کرنا پڑا چنانچہ

قالت[4] عائشہ فاخذنی ما قرب وما بعد لما یبلغنا من جمالها واخری هی اعظمہ واشرف ما صنع لها زوجہا اللہ من السماء وقلت هی تفخر علینا بہذا۔

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ انکے جمال کی جو خبر مجکو پہونچی تھی اوسنے نزدیک و دور سے مجھے گھیر لیا اور دوسری بات اس سے بھی زائد بزرگ اور بلند تھی اور وہ یہ کہ خدا نے انکا نکاح آسمان سے (آنحضرتؐ کے ساتھ کیا) اور میں اپنے دل میں کہتی تھی کہ وہ ہم پر فخر کریں گی۔

نکاح کے بعد اچھی خاصی دھوم دھام سے ولیمہ کیا گیا جس میں روٹی[5] سالن کا اہتمام تھا اور ایسا ولیمہ کسی بی بی کے نکاح میں آنحضرتؐ نے نہ کیا تھا آپ نے اس نکاح کا کافی اعلان فرمایا اور یہ بھی منافقین کی سوءظنی مٹانے کی ایک دلیل ہے۔ انسان کا قاعدہ ہے کہ فعل اگر مکروہ ہوتا ہے تو اسکو پوشیدہ کرنا چاہتا ہے اور امر خیر کا اعلان کرتا ہے چونکہ آنحضرتؐ نے اس نکاح سے رسم جاہلیت کی بیخ کنی فرمائی تھی اسلئے اسکو شہرت دینے کے اسباب بھی جمع فرمائے تھے۔

اور ہونٹ ... سے نکاح کرنا ... آپ کا سن پینتیس ۳۵ سال کا تھا اصابہ ج ۸ ص ۹۳ ؎ طبقات ج ۸ ص ۱۰۱

ولیمہ کے لئے وہ طعام تجویز ہوا تھا جو عرب کو خصوصیت سے مرغوب تھا اور دعوت بھی عام فرمائی گئی تھی چنانچہ انس نے آنحضرتؐ کے حکم سے پہلے مسجد کے موجودہ اشخاص کو بھیجا اور پھر راستے پر جو لوگ ملے اُنکو بھی حاضر خدمت کیا اگرچہ وہ کھانا خود اسقدر نہ تھا کہ اتنا بڑا مجمع اُس سے سیر ہوتا مگر برکتِ دستِ رسالت نے اس کمی کو پورا کیا جسکو حضرت انس اُن عجائبات میں شمار کرتے تھے جنکو آنحضرتؐ کی خدمت میں رہ کر دیکھا تھا حضرت انس کے لئے یہ واقعہ محیر العقول واقعات میں سے تھا چنانچہ آپ نے اپنی والدہ سے متعجب ہوکر یہ حکایت بیان کی تو اُنھوں نے فرمایا کہ اگر آنحضرتؐ چاہتے تو اتنے ہی کھانے میں تمام اہل مدینہ کو سیر کر دیتے اہل ولیمہ گروہ گروہ کر کے آتے تھے اور کھاکر دوسروں کے لئے جگہ خالی کر دیتے تھے جب آخری گروہ بھی کھاچکا اور دسترخوان بڑھایا جاچکا تو کچھ حضرات بیٹھے باتیں کرتے رہے آنحضرتؐ نے اُنکے بھی چلے جانے کا ایک حد تک انتظار فرمایا مگر اُنھوں نے اُٹھنے کی گویا قسم کھالی تھی وہ اُسی طرح بیٹھے آپس میں باتیں بنا رہے تھے ان بزرگوں کی تعداد نہیں معلوم دو تھی یا تین اور نہ عنوان بحث سے ہم کو آگاہ کیا گیا ہے لیکن قرینہ بتاتا ہے کہ نکاح زینب کی چگونیت پر لکچر ہوتا ہوگا اسلئے کہ منافقین نے یہ کہنا شروع کر دیا تھا کہ آنحضرتؐ ہمکو تو ہماری اولاد کے ازواج سے نکاح کرنے کو منع کرتے ہیں اور خود زید بن محمد کی زوجہ سے نکاح کر لیا (جس ابنیت کو خدا نے ممنوع قرار دیا تھا) آنحضرتؐ اُس محفل سے خود اُٹھکر ٹہل رہے تھے اور خانہ ازواج تک جاکر کئی بار واپس ہوتے تھے مگر ان نامعلوم الاسم حضرات کو اُسیطرح گفتگو میں محو پاتے تھے تہذیب رسالت اسکو گوارا نہ کرتی تھی کہ آپ خود اُٹھادیں اسلئے ٹہل ٹہل کر وقت گزار رہے تھے آخر یہ آیت نازل ہوئی۔

یاایھا الذین امنوا لاتدخلوا بیوت النبی	اے ایمان لانے والو نبی کے گھر میں نہ جاؤ سوا اسکے کہ تم کو
الا ان یوذن لکم الی طعام غیر ناظرین	کھانے کے لئے اجازت دیجائے مگر اُنکے برتنوں کو نہ دیکھتے رہو
اناہ ولٰکن اذا دعیتم فادخلوا فاذا طعمتم	لیکن جب بلائے جاؤ تو جاؤ اور جب کھاچکو تو متفرق ہوجاؤ۔

لہ قسطلانی و طبقات ابن ...

فانتشروا ولا مستانسین لحدیث ان
ذلکم کان یوذی النبی فیستحی منکم
واللہ لا یستحی من الحق واذا سالتموھن
فسئلوھن من وراء الحجاب ذلکم
اطہر لقلوبکم وقلوبہن

اور باتوں میں نہ لگے رہو یقیناً (یہ بات) نبی کو تکلیف دیتی
ہے اور وہ تم کو (گھر سے نکال دینے میں) شرماتے ہیں اور خدا
حق بات میں شرم نہیں کرتا اور جب تم ازواج نبی سے کچھ مانگو
تو پردے کے پیچھے سے کیونکہ یہ بات تمہارے اور اُن کے
(دونوں کے) دلوں کی پاک کرنے والی ہے۔

یہی آیت آیت حجاب کے نام سے دُنیائے اسلام میں مشہور ہے اور اسکے نازل ہونے کے بعد آنحضرت نے اسقدر جلد اپنے دروازے پر پردہ باندھا ہے کہ بقول انس آپ کا ایک پائے مبارک دہلیز کے اسطرف تھا اور ایک اُس طرف اسی آیت حجاب کے لئے تمام علمائے اہلسنت کا اتفاق ہے کہ یہ آیت حضرت عمر کی سبب سے نازل ہوئی چنانچہ علامۂ قسطلانی نے ایک طویل فہرست اُن آیات کی جمع کی ہے جن کا نزول حضرت عمر کے بدولت ہوا وجہ نزول البتہ مختلف ہے کوئی کہتا ہے کہ جب حضرت عمر نے حضرت سودہ کو رفع حاجت کے لئے جاتے ہوئے ٹوکا اُسوقت آیت حجاب نازل ہوئی (حضرت سودہ نے حضرت عمر کی آنحضرتؐ سے شکایت کردی تو آپ نے فرمایا کہ تم کو قضائے حاجت کے لیے نکلنے کی اجازت ہے) اور کوئی کہتا ہے کہ آپ نے ازواج نبی کے لیے پردہ کی تجویز آنحضرتؐ کے سامنے پیش فرمائی تھی اُسکی تائید آیت حجاب نے کی لیکن یہ آیت حجاب باتفاق مفسرین بتاتی ہے کہ وہ ولیمہ نکاح زینب کی یادگار ہے اور اسمیں بھی شک نہیں کہ کچھ لوگ خانہ نبی میں دل لگا کر بیٹھ گئے تھے جنکے اُٹھا کر یہ آیت نازل ہوئی۔ اب جو ہم ان واقعات کی ترتیب دینے بیٹھیں گے تو مجبوراً اقرار کرنا پڑیگا کہ ان بیٹھ رہنے والوں میں حضرت عمر سب سے مقدم تھے۔

آنحضرتؐ سے زینبؓ کے تعلقات بقول ام المومنین ام سلمہؓ آنحضرتؐ زینب کو بہت چاہتے تھے حضرت زینبؓ بھی آپ کو بیحد چاہتی تھیں کہا جاتا ہے کہ آنحضرتؐ نے ذیحجہ سے ماہ صفر تک

زینب کے یہاں آنا جانا ترک فرما دیا تھا اسلیے کہ انھوں نے حضرت صفیہ کو یہودیہ کہا تھا لیکن درحقیقت ازواج نبی کے پارٹیشن نے یہ الزام غریب زینب کے سر تھوپا ہے اسلیے کہ اگر یہ خطا اسی سزا کے لائق تھی تو حضرت عائشہ وحفصہ کو بھی اس سے محروم نہ رہنا چاہیے تھا بلکہ انکو اس سزا کا استحقاق زیادہ تھا کیونکہ حضرت صفیہ کو یہ لقب سب سے پہلے انہی دونوں بی بیوں نے عطا فرمایا تھا جیسا کہ علامہ ترمذی وغیرہ نے لکھا ہے اور انشاءاللہ حضرت صفیہ کے حالات میں بھی اسکو نقل کرونگی ایک ہی خطا پر آنحضرت سے عادل کا ایک کو سزا دینا اور دوسرے سے چشم پوشی فرمانا نا قابل قبول بات ہے۔

یہی حضرت زینب ہیں جنھوں نے پیمانہ محبت سے دل کو لبریز پا کر جام شہد آنحضرت صلعم کی خدمت میں پیش فرمایا تھا اور حضرت عائشہ وحفصہ نے تلخ کام ہوکر آنحضرت صلعم کے سرچشمہ وحی (دہن مبارک) سے بوے بد کو منسوب کیا تھا جیسا کہ میں بیان کر چکی ہوں

حضرت زینب سخت مطیع واطاعت گذار معظمہ تھیں آنحضرت صلعم کے بعد آپ نے کوئی حج نہیں فرمایا اور فرمایا کرتی تھیں کہ ہم حج وعمرہ سب کچھ کر چکے ہمکو خدا نے بیٹھنے کا حکم دیا ہے لہذا ہم اپنی سواری کو حرکت نہ دینگے جبکہ ہم آنحضرت سے ممانعت بھی سن چکے ہیں یہ واقعہ حضرت زینب کی حیات کا ہے جو جنگ جمل سے برسوں پہلے نیکنامی سے ختم ہوچکی ورنہ کہا جاتا کہ یہ تقریر حضرت عائشہ کے رد عمل کے طور پر استعمال کی گئی ہے۔

ایک روز آنحضرت صلعم کی خدمت میں کچھ قابل تقسیم مال رکھا ہوا تھا اور آنحضرت اوسکو تقسیم کر رہے تھے اسمیں حضرت زینب بھی کچھ بولیں فانتھرھا عمر حضرت عمر نے ڈانٹ بتائی آنحضرت صلعم نے فرمایا اے عمر انکو چھوڑ دو یہ خدا سے ڈرنے والی عورت ہیں میں نہیں جانتی کہ حضرت عمر کا ازواج نبی کے ساتھ ڈانٹ ڈپٹ کرنا صحیح تھا یا نہیں اور کسی زوجہ کو ڈانٹنا اوسکے شوہر کیلیے کہانتک باعث عزت ومسرت ہوسکتا ہے

... حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ آنحضرت ؐ کے سامنے حسن و منزلت میں صرف زینب ہی میری برابری کرتی تھیں اور کہا کرتی تھیں

ان اباکن انکحکن وان اللّٰہ انکحنی (اے ازواج نبی) تمھارے باپوں نے آنحضرت ؐ سے تمھارا

اباہ وبسببی نزل الحجاب نکاح کیا ہے اور میرا نکاح خدا نے کیا ہے اور میرے سبب سے آیۂ حجاب نازل ہوئی

امام رضا علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ صرف تین نکاحوں کا اہتمام خدا نے فرمایا اول نکاح آدمؑ و حواؑ دوسرے نکاح حضرت زینبؓ و آنحضرت تیسرے نکاح علیؑ و فاطمہؑ۔

حضرت زینب سے بہت سے صحابہ و تابعین نے آنحضرت کی حدیثیں سنی ہیں انہیں خاص کر حضرت زینب کے بھتیجے محمد بن عبداللہ و ام المومنین ام حبیبہ و زینب بنت ابی سلمہ وکلثوم بنت المصطلق قابل الذکر ہیں۔[1]

آپکی سخاوت آنحضرت نے خبر دی تھی اسرعکن لحوقابی اطولکن یدا (سب سے پہلے تم میں سے وہ بی بی مجھ سے ملے گی جسکا دست خیر دراز ہے) اور اس سے مقصود حضرت زینب تھیں کیونکہ آپ کثیر الصدقات تھیں لطف یہ کہ بیت المال یا نذرانوں کی آمدنی خرچ نہ کرتی تھیں بلکہ آپ خود کاریگر تھیں اور اپنے قوت بازو[2] سے جو پیدا کرتی تھیں وہ سب کا سب صدقہ میں دیتی تھیں۔

حضرت عمر صرف حضرت عائشہ کو بارہ ہزار درہم سالانہ دیا کرتے تھے اور تمام ازواج کو دس ہزار ملا کرتے تھے چنانچہ آپ کو جو دس ہزار درہم بھیجے گئے[3] آپ نے وہ سب کے سب خیرات کر دیے اور دعا فرمائی کہ خداوندا آئندہ سال عطاے عمر لینے کے لیے مجھے زندہ رکھنا چنانچہ حضرت عمر نے جو کفن آپ کے لیے بھیجا تھا اسکو بھی حسب وصیت صدقہ دیدیا گیا۔

ایک روایت[4] میں ہے کہ آپ نے اپنی عمر میں صرف ایک ہی مرتبہ یہ رقم پائی تھی

---

[1] اسد الغابہ ج ۵ ص ۴۶۴ [2] اصابہ ج ۸ ص ۹۳ [3] اسد الغابہ ج ۵ ص ۴۶۵ [4] طبقات

جسکے بعد آپ نے دعا فرمائی کہ آئندہ سال میں اس مال کے لینے کے لیے زندہ نہ رہوں کیونکہ یہ فتنہ ہے اور اوس تمام مال کو آپ نے تقسیم فرمادیا جب حضرت عمرؓ کو یہ خبر ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ وہ عورت اس سے نیکی چاہتی ہے پھر آپ دروازے پر تشریف لائے اور سلام کے بعد کھلوایا کہ مجھے معلوم ہوا کہ آپ نے اوس سب مال کو تقسیم کردیا اب یہ دس ہزار اور حاضر ہیں اسکو اپنے صرف میں لائیے لیکن حضرت زینب نے اوس مال کو بھی اپنے اوپر صرف نہیں کیا بلکہ تقسیم کردیا اسی سخاوت کی وجہ سے حضرت زینب[ه] نے اپنے بعد سوا مکان کے ایک پیسہ نہیں چھوڑا مگر اسی مکان کو بھی ولید بن عبدالملک کے ہاتھ پچاس ہزار درہم کو بیچ لیا گیا

صدق گفتاری } واقعہ افک میں آنحضرتؐ نے ان سے بھی حضرت عائشہ کی صفائی کے متعلق گواہی لی تھی اور حضرت زینب کی بہن حمنہ اس واقعہ میں منافقین کے الفاظ دہرا رہی تھیں مگر آپ نے حضرت عائشہ پر جھوٹا الزام نہیں لگایا اور آپ کا دامن داغ کذب حسد سے پاک رہا چنانچہ حضرت عائشہ آپکی ممنون اور کبھی کبھی آپ کی تعریف بھی فرماتی رہیں

قالت[ه] عائشة ما رأيت امرأة قط خيرا في الدين من زينب واتقى الله واصدق حديثا واوصل للرحم واعظم امانة وصدقة

حضرت عائشہ فرماتی تھیں کہ میں نے کبھی کوئی عورت نیک مذہب اور خدا سے ڈرنیوالی اور سچ بات کہنے والی اور اپنے قرابت داروں سے سلوک کرنے والی اور امانت دار اور صدقہ بزرگ ادا کرنے والی زینب سے زیادہ نہیں دیکھی۔

عن[ه] ام سلمة قالت كانت زينب صالحة صوامة قوامة صناعا تصدق بذلك كله على المساكين

حضرت ام سلمہ فرماتی تھیں کہ زینب نکوکار اور بہت زیادہ نماز روزہ ادا کرنے والی اور کاریگر تھیں اور جو کچھ ما[ل] کرتی تھیں وہ سب غریبوں پر تصدق کردیتی تھیں۔

حضرت زینب کے[ه] روز وفات حضرت عائشہ نے افسوس کے لہجہ میں فرمایا کہ آج ہم میں سے ایتام اور بیوؤں کی پناہ دینے والی اوٹھ گئی۔

وصیت و وفات } آپ نے پچاس برس کی عمر میں بعہد حضرت عمرؓ سنہ ۲۰ھ مطابق مصر

میں انتقال فرمایا ازواج آنحضرت میں سے سب سے پہلے انتقال انہی معظمہ کا ہوا ہے

آپ نے وفات سے پہلے وصیت فرمائی تھی کہ میری میت تابوت میں اوٹھائی جائے

اور ایک روایت[۲] میں ہے کہ آپ نے اوس سریر پر لاش اوٹھانے کی وصیت فرمائی تھی

جسپر آنحضرتؐ کا جسد مبارک قبر تک لیجایا گیا تھا اور فرمایا تھا کہ اسی سریر کو تابوت کی

صورت لیا جائے اور آپ نے فرمایا کہ میں نے اپنا کفن مہیا کر[۳] رکھا ہے لہذا حضرت عمرؓ جو

کفن بھیجیں وہ تصدق کر دیا جائے

جس روز حضرت زینب نے انتقال فرمایا اوس دن سخت گرمی تھی چنانچہ آپکی قبر پر

ایک[۴] خیمہ بحکم حضرت عمرؓ آراستہ کیا گیا تھا قبر جنت البقیع میں حضرت[۵] عقیل کے مکان سے

قریب بنائی گئی جنازہ کے ہمراہ بڑا مجمع تھا آپ کے بھائی ابو احمد بن جحش آپ کے تابوت کو

سہارا دیے ہوے روتے جاتے تھے حضرت عمرؓ[۶] نے جب آپ کے رونیکی آواز سنی تو حسب معمول

ڈانٹا کہ اے ابو احمد جنازے کو چھوڑ دو تاکہ اور لوگ بھی کاندھا دیں ابو احمد نے انکار کر دیا

قبر کے قریب میت آئی تو حضرت عمرؓ نے نماز جنازہ پڑھائی اور قبر میں[۷] بھی خود اوتارنے کا ارادہ

فرمایا گویا آپ ازواج نبی کے محرم بھی تھے مگر غنیمت ہے کہ حضرت ام سلمہ وغیرہا نے آپ کو اجازت

نہ دی اور اسامہ بن[۸] زید اور آپ کے بھتیجوں یا محمد بن عبد اللہ بن جحش و عبد اللہ بن ابی احمد

بن جحش نے قبر میں اوتارا قبر پر کھڑے ہو کر حضرت عمرؓ نے تقریر ذیل فرمائی

قال[۹] انی ارسلت الی النسوة — حضرت عمرؓ نے کہا کہ میں نے عورتوں (ازواج

وازواج النبی) حین مرضت — نبی) کے پاس پیغام بھیجا جب یہ عورت (حضرت

هذه المراة ان من یمرضها — زینب) بیمار ہوئیں

---

[۱] طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۷۷ [۲] استیعاب ص ۷۴۰ [۳] اصابہ ج ۸ ص ۹۳ [۴] طبقات ج ۸ ص ۸۰

... [۹] طبقات ج ۸ ص ۷۹

نحن فرايت ان قد صدقن
ثم ارسلت اليهن حين
قبضت من يغسّلها و يحنطها
ويكفنها فارسلن نحن
فرايت ان قد صدقن
ثم ارسلت اليهن من يدخلها
قبرها فارسلن من كان
يحل له الولوج عليها في حياتها
فرايت ان قد صدقن فاعتزلوا
ايها الناس فنحاهم عن قبرها
ثم ادخلها رجلان من اهل بيتها

کہ ان کی تیمار داری کون کرے گا تو انھوں نے کھلوایا
کہ ہم ہیں میں نے دیکھا کہ یہ سچ کہتی ہیں پھر جب ان کا
انتقال ہوا تو میں نے پھر پیغام بھیجا کہ ان کو
غسل وکفن وحنوط کون دے گا تو انھوں
نے کھلوایا کہ ہم۔ میں نے دیکھا کہ یہ سچ کہتی
ہیں پھر میں نے پیغام بھیجا کہ قبر میں
ان کو کون اوتارے گا تو انھوں نے
کھلوا بھیجا کہ ان کی زندگی میں جسکو
ان کے سامنے داخل ہونا حلال تھا
میں نے دیکھا کہ یہ سچ کہتی ہیں لہذا اے گروہ مردم
ہٹ جاؤ یہ سنکر لوگ قبر سے ہٹ گئے اور حضرت
زینب کے رشتہ داروں میں سے دو مردوں نے اونکو قبر میں اوتارا

فصل (۸)

ام المومنین حضرت جویریہ بنت حارث

نام ونسب } آپ کا پہلا نام برہ تھا جسکو آنحضرت نے ناپسند فرمایا اور جویریہ نام رکھا آپ مشہور قبیلہ مصطلق کی باعزت خاتون تھیں باپ کا نام حارث بن ضرار تھا جو قبیلہ کا سردار رہے

نکاح } آپ کا پہلا نکاح مسافع بن صفوان سے ہوا لیکن یہ غزوہ مریسیع میں مسلمانوں کے ہاتھوں سے قتل ہوے اور مسلمانوں کو مال غنیمت کی طرح ایک بڑا گروہ لونڈی غلاموں کا دستیاب ہوا انہیں حضرت جویریہ بھی تھیں، تقسیم نے آپ کو ثابت بن قیس کے حصہ میں پہونچایا چونکہ سردار قبیلہ کی دختر تھیں لونڈی بنکر رہنا پسند نہ فرمایا اور ثابت بن قیس کو زر فدیہ (کتابت) دینے پر آمادہ ہوئیں مگر اونھوں نے نواوقیہ سونا طلب کیا جو اوس وقت آپ کے امکان میں نہ تھا حضرت جویریہ آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور آپ نے ثابت کے معاہدہ اور اپنی ناداری کا اظہار فرمایا آنحضرت نے فرمایا کہ اگر تم راضی ہو تو تمہارا روپیہ دیکر میں تم سے نکاح کرلوں حضرت جویریہ راضی ہوئیں اور آنحضرت نے روپیہ دیکر جویریہ کے جذبۂ آزادی کو پورا کردیا حضرت جویریہ کے نکاح کا خرچہ مسلمانوں میں ہوا تو اون سب نے آنحضرت کی قرابت کا احترام واجب جانکر اپنے اپنے قیدی ازاد کردیے مسلمانوں کا یہ سلوک اونکی محبت کا بہترین شاہد ہے جو اونکو اپنے رسول سے تھی اسی بناپر شیعہ طبقہ کربلا والوں کو مسلمان نہیں جانتا اسلیے کہ ان مسلمانوں کے جذبہ محبت سے اونکے اوس ظلم کی کوئی نسبت ہی نہیں رہتی جو اونھوں نے حضرت زینب اُم کلثوم کے ساتھ برتا ہے۔

یہ آزاد شدہ بنی مصطلق کے لوگ سات سو تھے جو سب کے سب حضرت جویریہ کے سبب سے
اپنی کھوئی ہوئی دولت (آزادی) کے دوبارہ مالک ہوئے حضرت عائشہ فرمایا کرتی تھیں۔
قالت عائشة ما رأیت امرأة اعظم برکة منها علی قومها یعنی جویریہ سے زیادہ اپنی قوم کیلئے کسیکو صاحب برکت نہیں دیکھا
ظاہرا یہ برکت حضرت جویریہ سے منسوب ہے لیکن درحقیقت آنحضرتؐ کے نکاح کی عمیق مصلحت واضح ہے اگر آپ صرف
روپیہ دیدیتے تو حضرت جویریہ آزاد ہو جاتیں مگر اونکے قبیلہ کے قیدیوں پر کوئی خوشگوار اثر نہ پڑتا آنحضرتؐ نے
ایکطرح حریت نوازی بھی کی یعنی جویریہ صرف اپنے لیے آزادی کی طالب نظر آئیں تو آپنے تمام قبیلہ کو آزاد کر چھوڑا
ادھر تو یہ نکاح ہوا ادھر جویریہ کے باپ حارثؓ کو اپنی نور نگاہ کی فکر ہوئی بہت سے اونٹ اور مال
لیکر مدینہ پہنچے کہ زر فدیہ دیکر رہا کرا لوں ان ہمراہی اونٹوں میں دو اونٹ نہایت عمدہ تھے جب وادی عقیق
میں پہونچے تو آپ نے اون دونوں اونٹوں کو تو چھپا دیا اور آنحضرتؐ کی خدمت میں آکر تمام اسباب پیش
کرنے لگے کہ یہ سب لیجئے اور جویریہ کو آزاد کر دیجئے آپنے مسکرا کر فرمایا کہ یہ سب تو ہے مگر وہ اونٹ کہاں
ہیں جنکو وادی عقیق میں چھپا دیا گیا ہے حارثؓ اس غیب دانی کو دیکھکر فوراً مسلمان ہو گئے انکو جویریہ
کے نکاح کی خبر ہوئی تو بہت مسرور ہوئے اور بیٹی سے ملکر اپنی قوم کے ساتھ گھر چلے گئے حضرت جویریہ
نہایت خوبصورت و خوب سیرت معظمہ تھیں زندگی کا زیادہ حصہ عبادت میں گذرتا تھا آنحضرتؐ نے
آپکی عبادت سے خوش ہوکر یہ دعا تلقین فرمائی سبحان اللہ سبحان اللہ سبحان اللہ عدد
خلقہ سبحان اللہ رضی نفسہ سبحان اللہ رضی نفسہ سبحان اللہ زنۃ
عرشہ سبحان اللہ زنۃ عرشہ سبحان اللہ مداد کلماتہ سبحان اللہ مداد کلماتہ
وفات کی آپ نے بعمر ۶۵ سال ماہ ربیع الاول سنہ ۵۰ھ بعہد حضرت معاویہ اس جہان فانی
کو وداع فرمایا مروان بن حکم نے نماز جنازہ پڑھائی اور جنت البقیع میں دفن ہوئیں آپ سے
اکثر احادیث بھی نقل ہوئیں ہیں جن کو حضرت عبد اللہ ابن عباس اور جابر انصاری
وغیرہم نے نقل کیا ہے

فصل

(۹)

ام المومنین ام حبیبہ حضرت رملہ رضہ بنت ابی سفیان

نام ونسب} رملہ نام ہے مگر آپکی کنیت کی شہرت غالب ہے آپ کے باپ ابوسفیان صخر بن حرب بن امیہ اور ماں صفیہ بنت ابی العاص حضرت عثمان کی سگی پھوپھی ہیں خاندان بنی امیہ نہ صرف آنحضرت صلعم کا مدعی تھا بلکہ عموم بنی ہاشم کا جانی دشمن تھا چنانچہ قریش کی تمام لڑائیوں میں حضرت ابوسفیان ہی سرکردہ ہوا کرتے تھے جنگ بدر واحد وخندق میں اطفاء نور نبوت کی ساری کاوشیں آپ ہی نے تمام کیں آپ ہی کی زوجہ محترمہ حضرت ہند نے عم رسول حضرت حمزہ رضہ کا جگر کھایا اور اونکو مثلہ کیا۔

نکاح} ام حبیبہ رضہ کا پہلا نکاح عبیداللہ بن جحش کے ساتھ ہوا اور آپنے انھیں کے ہمراہ حبشہ کی ہجرت بھی فرمائی جہاں وہ لڑکی (حبیبہ) پیدا ہوئی جسکے نام سے آپکی کنیت ام حبیبہ مشہور ہوئی حبش میں جاکر عبیدہ مرتد ہوکر نصرانی ہوگیا اور شراب خواری کے لازمی نتیجہ کی بنا پر جلد ہلاکت سے سامنا کیا

لیکن حضرت ام حبیبہ مسلمان رہیں اور عدت کے بعد بے وارثگی کے دن گذارنے لگیں آنحضرت صلعم نے عمرو بن امیہ ضمیری کو وکیل کرکے بادشاہ حبش کے پاس بھیجا اور نجاشی نے جعفر بن ابیطالب اور دیگر مسلمانوں کی موجودگی میں نکاح پڑھوا دیا اور چار سو دینار مہر کے اپنے خزانے سے خالد بن سعید وکیل ام حبیبہ کو ادا کیے یہ نکاح سنہ ۶ھ میں ہوا اور ام حبیبہ اوس زمانہ میں واپس ہوئیں جب آنحضرت خیبر میں تھے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت جعفر ابن ابیطالب رضہ کے ہمراہ تشریف لائیں کیونکہ انکا خیبر میں واپس آنا مشہور ہے اس موقع پر جعفر کا نام لینا

لینا سوگند منافرت کا کفارہ دلوانا اسلیے کہ عامہ اہل سیران لانیوالیکا نام شرحبیل بن حسنہ لکھتے ہیں۔

صحیح مسلم میں ایک روایت ہے کہ ابوسفیان کی طرف اہل اسلام دیکھنا بھی پسند نکرتے تے اسلیے اس منافرت سے عاجز ہوکر ابوسفیان نے خود آنحضرت سے خواہش کی کہ آپ ام حبیبہ سے عقد فرمالیں ظاہر ہے کہ اس قرارداد سے حضرت معاویہ تک فائدہ پہونچا اور آپ کے فضائل میں جہاں اور بہت سی بے اصل و بنیاد باتیں ہیں وہاں خال المومنین کا ایک خانہ ساز لقب بھی شمار میں آتا ہے اس روایت سے پتہ چلتا ہے کہ آنحضرت کی بیٹیاں دیگر لوگ فائدہ اوٹھانا چاہتے تھے۔

سیر الصحابیات میں مولوی سعید صاحب انصاری اس روایت کی تنقیح فرماتے ہیں اور دوسری تاریخوں کا نام دُہراتے ہوے امام مسلم بن حجاج کی تحقیق اور صحاح ستہ کی اس جید کتاب کی آبرو پر پانی پھیرتے ہیں پھر لطف یہ کہ جس روایت کو مسند امام احمد بن حنبل سے نقل فرمایا جاتا ہے وہ وہی روایت ہے جسمیں نجاشی کا حبش میں ام حبیبہ کا آنحضرت سے نکاح کرنا اور چار سو دینار مہر میں ادا کرنا بتایا گیا ہے نیاز صاحب چونکہ مولانا موصوف ہی کی کتاب کو بالفاظ دیگر اپنا کر کے پیش کر رہے ہیں اسلیے ہر دو بزرگ اسی مذکورہ روایت کی صحت پر اسرار فرماتے ہوے. چار سو دینار مہر کے حصہ روایت کو سہو راوی سے تعبیر کرتے ہیں کیونکہ آنحضرت کے اکثر ازواج کا مہر چار سو درہم ہوا کرتا تھا مگر خدا گھبراہٹ کا بھلا کرے کہ دونوں صاحبونکو یہ خیال نہیں رہتا کہ جس روایت کا ایک حصہ رد کر دیا جائے وہ کل کی کُل قابل قبول نہیں رہتی اور مطروح ہوجاتی ہے یہ مسئلہ علم حدیث کا مانا ہوا مسئلہ ہے۔

پھر خدا جانے مولانا سعید صاحب انصاری کا وہ اعتبار جو صاحب استیعاب پر ہے اور جس نے اتنی ترقی کی ہے کہ آپ خلفا کے پیام نکاح حضرت سیدۂ عالم سے صرف اس بنا پر انکار کرتے ہیں کہ استیعاب میں نہیں ہے اسوقت کہاں رخصت ہوگیا اس لیے

[illegible] ام حبیبہ کا نکاح مدینہ [illegible] حضرت [illegible] حبشہ کی واپسی پر بتاتے ہیں

ظاہر ہے کہ مدینہ میں نکاح کا ہونا مسلم کی روایت کو تقویت دیگا اور حضرت عثمان کا دستر خوان ولیمہ اور اوسکی گوشت روٹی کھانے والوں کے ہاتھ سے دور نہ رہے گی غنیمت ہے کہ یہ عذر شیعہ طبقہ کی طرف سے نہیں ہے بلکہ آنحضرت ص کے ولیمہ نکاح کا فضل حضرات اہلسنت ہی حضرت عثمان غنی کی بپاس فخر سے کم کر رہے ہیں نکاح ام حبیبہ کی خبر جب حضرت ابو سفیان کو دیگئی تو آپنے فرمایا

ذلك الفحل لا يقدع انفه یہ شخص (بزرگ ہے) کبھی ذلیل نہ ہوگا۔

لیکن حضرت ام حبیبہ نے اپنے نکاح کا جو قصہ خود بیان فرمایا ہے وہ یہ ہے کہ آپنے عبید اللہ کی زندگی میں ایک خواب دیکھا جسمیں عبید اللہ کی صورت مسخ تھی اوسی صبح کو عبید اللہ نے مذہب نصاریٰ قبول کیا اور آپ کو تعبیر خواب مل گئی مرگ عبید اللہ کے بعد آپ نے دوسرا خواب دیکھا جسمیں آپ کو پکارنے والا ام المومنین کے لقب سے پکار رہا تھا آپ نے تعبیر دی کہ آنحضرت ص مجھ سے نکاح کرلینگے عدہ ختم ہوجانے کے بعد نجاشی نے اپنی کنیز ابرھہ کو حضرت ام حبیبہ کی خدمت میں بھیجا اور پیام نکاح دیا ام حبیبہ نے اس بشارت کے سلسلے میں ابرھہ کو چاندی کے کنگن اور چھاگل عطا فرمائی اور سعید بن العاص کو وکیل مقرر فرمایا نجاشی نے اہل اسلام کی موجودگی میں خطبہ نکاح پڑھا اور چار سو دینار اوٹھیل دیے جسپر وکیل ام حبیبہ نے قبضہ کیا ام حبیبہ نے نکاح کے بعد زرمہر سے پچاس دینار ابرھہ کو اور عطا کرنا چاہے مگر اوس نے پہلے عطیہ کو بھی اسوقت واپس کردیا اور کہا کہ ہم کو بادشاہ نے قسم دی ہے کہ آپ سے کچھ نہ لیں جب ام حبیبہ نے اصرار کیا تو اوس نے عرض کیا کہ میں بھی اسلام لائی ہوں اور آپ سے صرف یہ حاجت رکھتی ہوں کہ جب آنحضرت ص کی خدمت میں جائیگا میری تسلیم ضرور عرض کردیجے گا حضرت ام حبیبہ فرماتی ہیں کہ سامان سفر نجاشی نے کیا اور ابرھہ میرا ہاتھ بٹاتی رہی اور چلتے چلتے مجھ سے کہتی رہی کہ بھول نہ جائیے گا میری تسلیم ضرور کہدیجے گا چنانچہ میں نے آنحضرت صلعم کی خدمت میں آکر اوسکا سلام عرض کیا تو آپ نے فرمایا وعلیك السلام وعلیہا

السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

عام حالات کے آپ میں مذہبیت کا پاس بہت زیادہ تھا ایک روز حضرت ابو سفیانؓ آپکے مکان میں آئے اور آنحضرتؐ کے بچھے ہوے فرش پر بیٹھنے لگے حضرت ام حبیبہ نے فوراً وہ بستر لپیٹ دیا ابو سفیان نے کہا کہ اے فرزند تم نے مجھ سے اس بستر کو عزیز کیا آپنے فرمایا کہ تم مشرک (بت پرست) اور نجس ہو اور یہ آنحضرت کا بستر ہے اس پر تمہاری جگہ نہیں ہے ابو سفیان نے کہا کہ میرے بعد تم بڑے شر میں گرفتار ہوگئی ہو معلوم ہوتا ہے حضرت ام حبیبہ شیعہ تھیں ورنہ ہندویت پرستوں سے ہندوستانی اہلسنت اکل وشرب کیوں جائز رکھتے ۔

حضرت ام حبیبہ نے ایک روز آنحضرتؐ سے عرض کی کہ آپ میری بہنؓ سے عقد فرمائیے آپ نے فرمایا کہ کیا تم اس پر راضی ہو آپ نے عرض کی کہ میں کسی بہن کو شرکت خیر میں روکنا نہیں چاہتی آپنے فرمایا اونسے میرے لیے نکاح جائز نہیں ہے اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ میں سوتاپے کا رشک وحسد نہ تھا اور حضرت عائشہ سے آپ کی افتاد طبیعت بہت بہتر تھی ۔

آپ نے آنحضرتؐ سے اکثر احادیث نقل کیں آپ بیان فرماتی ہیں کہ اہل یمن کے کچھ لوگ آنحضرتؐ کی خدمت میں آئے اور آپ نے اونکو فرائض وسنن کی تعلیم فرمائی پھر اون لوگوں نے عرض کیا کہ ہمارے یہاں گندم وجو کی ایک شراب تیار کرتے ہیں آپ نے فرمایا کہ شراب اونھوں نے عرض کی کہ ہاں آپ نے فرمایا وہ ہرگز نہ پیو پھر دو روز کے بعد اونھوں نے یہی سوال کیا اور پھر وہی جواب سنا پھر اونھوں نے چلتے وقت یہی سوال کیا اور آپ نے وہی جواب دیا اوسکے بعد اونھوں نے کہا کہ مگر اہل یمن تو اسکو ترک نہ کریں آپنے فرمایا جو ترک نہ کرے اسکو قتل کر ڈالو

یہ یاد رہے کہ نبیذ یعنی شراب جو کو کہتے ہیں جو خلفاے بنی امیہ و بنی عباس کی جان و روح تھی اور امام ابو حنیفہ نے اوسکو جائز بھی کردیا تھا۔

آپ نے آنحضرتؐ سے سنا تھا کہ من صلی فی یوم اثنی عشرۃ رکعۃ (جو دن میں بارہ رکعتیں

آپ ہی سے یہ روایت بھی ہے من صلی اربعۃ[1] جو شخص چار چار رکعتیں قبل و بعد نماز ظہر پڑھے خدا رکعات قبل الظہر واربعا بعدھا حرم اللہ علیہ النار اوس پر نار دوزخ کو حرام کرتا ہے

آپ ان نمازوں کی پابند تھیں اور اپنی زندگی بھر ترک نہیں فرمائیں قریب[2] وفات آپنے حضرت عائشہ کو بلا کر فرمایا کہ میرا آپ کا تعلق سوتاپے کا تھا لہذا مجھ سے جو خطا ہوئی ہو وہ معاف فرما دیجے حضرت عائشہ نے معاف کیا اور اونکے لیے استغفار کیا تو آپ نے فرمایا کہ تم نے جب مجھے خوش کیا خدا تم کو خوش کرے یہی پیغام آپ نے حضرت ام سلمہ کے پاس بھیجا ہے مگر حضرت نیاز نے اتنی لفظوں کا ترجمہ کسی مصلحت سے بھلا دیا ہے۔

حضرت معاویہ نے جب اوس زیاد کو اپنا بھائی تسلیم کر لیا جسکا ولد الزنا ہونا اہل تاریخ کو بے شک و ریب تسلیم ہے تو اونسے مدینہ آنے کا قصد کیا اوسوقت ایک دانشمند نے اوسکو نصیحت کی کہ اگر تم مدینہ گئے اور حضرت ام حبیبہ نے تمکو اپنا بھائی تسلیم کرکے بے نقاب تم سے ملاقات کی تو آنحضرت کی عزت جائیگی اور اگر انھوں نے تمکو اپنے پاس نہ بلایا تو تم اولاد ابوسفیان میں شمار نہ ہوسکوگے زیاد نے اس نصیحت کو پسند کیا اور حضرت ام حبیبہ کی حیات میں مدینہ نہیں آیا

وفات کے حضرت ام حبیبہ نے سنہ ۴۴ھ[3] بعہد معاویہ مدینہ میں انتقال فرمایا مروان[4] بن الحکم نے نماز جنازہ پڑھائی تاریخ عامہ کی یہ روایت بغور دیکھنے کے قابل ہے کہ حضرت سید الساجدین امام زین العابدین ع نے اپنے مکان کا ایک گوشہ کھدوایا تو اوسمیں سے ایک پتھر نکلا جسپر لکھا ہوا تھا کہ یہ قبر ہے رملہ بنت ابوسفیان بن صخر کی امام نے یہ دیکھکر اوسکو بند کرا دیا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ام حبیبہ رض خانہ امیر المومنین علی بن ابیطالب میں دفن تھیں ازواج نبی میں کسی بی بی کے انتقال میں اہل بیت نبی کا ذکر مطلقا نہیں لایا جاتا میں نہیں جانتی کہ یہ کیوں

---

[1] مسند امام احمد بن حنبل ج ۶ ص ۴۲۶ [2] اصابہ ج ۸ ص ۸۵ [3] ایضاً ص ۱۵ [4] ناسخ التواریخ

اس کی دو ہی جواب ہوسکتے ہیں یا اہلبیت ہی ان کی حیات و ممات سے خود بے تعلق تھے یا یہ اور ان کے درشادوں سے ربط رکھنا پسند نہ کرتے تھے پہلا جواب روایت مذکورہ کے دیکھ لینے کے بعد مقبول نہیں رہتا یعنی اہلبیت اگر ان سے بے تعلق تھے تو خانہ امیر المومنین میں حضرت ام حبیبہ کی قبر ہونے کے کیا معنی ظاہر ہے کہ بے اجازت کسی مکان قبرستان نہیں بن سکتا مگر ارباب سیرۃ و تاریخ شاید عرصہ تک ان حضرات کا اتنا نام بھی نہ لے سکتے تھے کہ فقط یہ ذکر کرتے کہ فلاں شخص فلاں کی میت میں موجود تھا

فصل
(۱۰)
ام المومنین حضرت صفیہ بنت حُیّی بن اخطب

نام ونسب (۱) آپ کا پہلا نام زینبؓ تھا مگر آپ اسیر ہو کر جو آنحضرت ؐ کے حصہ (صفی نبی یا بادشاہ کا حصہ) میں آئیں اسلیے صفیہ مشہور ہوگئیں آپ کے باپ حُیّی بن اخطب کی سیادت کے سامنے تمام عرب کے یہود سرخم تھے کیونکہ دنیاوی وجاہت کے ساتھ ساتھ کاشانۂ نبوت کا تعلق آپکے افتخار کا باعث تھا آپ حضرت ہارونؑ مشہور پیغمبر کی اولاد میں تھیں آپ کا قبیلہ بنو نضیر عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا آپ کی ماں کا نام برّہ بنتؓ سموألؒ تھا سموأل بنی قریظہ کے سردار و سید تھے بنو نضیر وبنو قریظہ ہم جد قبیلے تھے

حضرت صفیہ کی ریاست خاندانی وصایت حضرت ہارون کے وقت سے یکے بعد دیگرے چلی آتی تھی چنانچہ علامہ جاحظ جو اہل سنت کے ایک بڑے وجیہ عالم ہیں حضرت صفیہ کو انعامات آلہی میں سے جانتے ہیں وہ لکھتے ہیں جو نشو ونماؑ اور نشو سلاطین کی بیٹی تھی اوسکو خدا نے آنحضرت ؐ کی کنیزی کا شرف عطا فرمایا لیکن میرے نزدیک حریت نوازؒ رحمۃ للعالمین پیغمبر کو صفیہ کی کنیزی پر کوئی فخر نہ تھا بلکہ آپ کے لیے بہترین فخریہ تھا کہ ایسے اولوالعزم خاندان کی مصیبت زدہ خاتون کو آپ نے کنیزی کی ذلیل حیات سے آزادی دیکر عرب کی بیگموں کی کھلی ہوئی زندگی عطا فرمائی علامہ جاحظ مذکورہ لفظوں میں معذورہ ہیں اسلیے کہ پایۂ تخت خلافت سے آپکا ربط مذہبی ظاہر ہے اور درحقیقت قتل وغارت ونہب واسیر وغیرہ ہی وہ کارنامہ خلافت ہیں جن پر شہرت کا دار ومدار ہے میرے نزدیک اسلام نے یہ سب کچھ حسب ضرورت جائز رکھا تھا ورنہ اوسکا تبلیغی نقطۂ عمل محبت سے

شروع ہو کر محبت ہی پر تمام ہوتا تھا لیکن مجبوری یہ ہے کہ خلافت کے پاس اسباب وجاہت میں صرف یہی عمل ہے ورنہ اس زرتار پردے کے بعد ۔ ۔ ۔ ۔

نکاح آپ کا پہلا نکاح سلام بن مشکم القرظی سے ہوا لیکن اونھوں نے کسی وجہ سے طلاق دیدیا اور کنانہ بن ابی الحقیق سے دوسرا نکاح ہوا اسی زمانہ میں آپ کنانہ کے زانو پر سر رکھے آرام کر رہی تھیں کہ آپ نے خواب میں ملاحظہ فرمایا کہ چودھویں کا چاند میری گود میں آگیا ہے کنانہ سے یہ خواب بیان فرمایا تو اوسنے آپ کے ایسا طمانچہ لگایا کہ آنکھ میں نیل پڑگیا اور نرگس منتظر نرگس بیمار بنی کنانہ نے کہا کہ تم کو اس ملک عرب (آنحضرت) کی تمنا ہے اللہ ری اسلام کی ضو پاشی کہ ابھی قلعہ قموص کا کوہ وقار دروازہ بند تھا مگر اوسکی کرنیں دل میں گھر کر رہی تھیں حضرت صفیہ کی آنکھ کا یہ نیل آنحضرت کے دیکھنے کے لیے باقی تھا آپ نے اسی سند محبت کو دیکھکر واقعہ پوچھا ہے

اسیری وعروسی کہ سیل ایمان نے جب خیبر کو نقش برآب کر کے دنیا کے دامن سے اس داغ کو دھو ڈالا اور کنانہ و مرحب وحارث، حُیی بن اخطب وغیرہ ذوالفقار حیدری کی رونمائی میں نقد جان سپرد کر چکے تو بہت سے مال کے ساتھ لونڈیاں اور غلام بھی مسلمانوں کے ہاتھ آئے قلعہ کو تنہا قلعہ گیر علیؑ نے فتح کیا جسمیں مسلمان دور دور اور مجبور تھے مگر غلام گری و کنیز گیری میں علی کی جگہ دوسروں کے نام نظر آتے ہیں یعنے اپنا اپنا کام سبنے انجام دیا۔

حضرت صفیہ اور آپکی بہن کو ایسے راستے سے لایا گیا جدھر آپ کے بھائی، باپ، شوہر کی لاشیں خاک وخوں میں غلطاں پڑی ہوئی تھیں حضرت صفیہ کی بہن اس منظر کو دیکھ کر تاب نہ لائیں اور چیخیں مار کر رونے لگیں حضرت صفیہ نے بہت ضبط کیا مگر پھر بھی جب آنحضرت کی خدمت میں پہونچیں تو چہرے کا رنگ اوڑ کر فریاد کرنے لگا اور دست و پا کی تھرتھری داستان غم سنانے لگی آنحضرتؐ نے اس عالم کی وجہ پوچھی تو صفیہ نے عرض کی کہ مجھے اوس راہ سے لائے ہیں

چند غیرت ورہتا کی لاشیں پڑی ہوئی تھیں آنحضرت نے بلال حبشی کو بنظر غیظ دیکھ کر فرمایا کہ کیا تو سخت دل ہوگیا ہے کہیں عورتوں کو ایسی راہ سے لایا جاتا ہے اسکے بعد حضرت صفیہ اور کنیزوں میں شامل ہوگئیں اتنے میں حضرت دحیہ کلبی نے حاضر ہوکر ایک کنیز کی ضرورت کا اظہار کیا اور سرکار نبوت سے انتخاب کرکے لینے کا پروانہ مل گیا حضرت دحیہ کلبی نے حسن اتفاق سے صفیہ ہی کو منتخب فرمایا۔

دحیہ کلبی حضرت صفیہ کو لے کر ابھی کچھ دور نجانے پائے تھے کہ کسی نامعلوم الاسم صحابی نے آنحضرت کی خدمت میں عرض کیا کہ کیا آپنے سید بنی قریظہ کی دختر کو کنیزی میں دیدیا یہ لڑکی تو صرف آپ ہی کے لیئے مناسب تھی۔ یہ سُن کر آنحضرت نے دحیہ کلبی کو طلب فرما کر دوسری کنیز دیدی اور صفیہ کو خود لے لیا ساتھ ہی آپ کو شاید یہ خیال پیدا ہوا کہ ایسا نہو کوئی شخص اس تخصیص کو پسند نہ کرے اسلیئے آپ نے مجمع اصحاب میں فرمایا۔

ما تقولون فی ھذہ الجاریہ قالوا نقول انک اولی الناس بھا واحقھم قال فانی اعتقھا واستنکحھا وجعلت عتقھا مھرھا فقال رجل الولیمۃ یارسول اللہ فقال الولیمۃ اول یوم حق والثانیۃ معروف والثالثۃ فخر

کہ اس کنیز کے بارے میں تم کیا کہتے ہو انھوں نے کہ ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ آپ انکے (صفیہ) لے لینے میں سب سے بہتر اور سب سے زیادہ حقدار ہیں آپ نے فرمایا تو میں انکو آزاد کر کے ان سے نکاح کرتا ہوں اور انکی آزادی کو انکا مہر مقرر کرتا ہوں کسی شخص نے کہا یارسول اللہ پھر ولیمہ۔ آپنے فرمایا (ایکدن کی جگہ تین دن) پہلے روز تو حق ہے دوسرے روز مستحب اور تیسرے دن باعث اندیاد عزت

ایک روایت میں ہے کہ صرف خرمے ہی ولیمہ میں آئے تھے مگر وہ سالن روٹی سے بھی بہتر تھے اسلیئے کہ آنحضرت اپنے ہمراہ حیس لائے تھے۔ نکاح کے بعد آپ خیبر سے روانہ ہونے لگے تو آپ نے حضرت صفیہ کے سوار کرنے کے لیئے اپنا زانوئے مبارک خم فرمایا مگر حضرت صفیہ نے ادبا آپ کے زانو پر اپنا پاؤں رکھنا گوارا نہ کیا بلکہ زانو پر زانو رکھکر سوار ہوئیں۔ اس واقعہ سے اس نو مسلم خاتون اور تازہ عروس

بی بی کی دانش کا پتہ چلتا ہے تمام ازواج نبی کا یہی فرض تھا کہ شوہریت کے ساتھ ساتھ نبوت کے وقار کا بھی لحاظ رکھتیں۔ سفر میں آنحضرتؐ بھی اُسی ناقہ پر جلوہ فرما ہوئے جس پر حضرت صفیہ تھیں اور آپ نے اپنی ردائے مبارک لہ سے پردہ فرمایا گویا ردائے مبارک خانۂ عصمت میں داخل کر لینے کا بھریرا اُڑا رہی تھی خیبر سے قریبی مقام پر آنحضرتؐ نے رسم عروسی کو پورا کرنا چاہا مگر حضرت صفیہ راضی نہ ہوئیں آخر مقام صہبا پر جو خیبر سے فاصلہ پر ہے اُم سُلیم نے حضرت صفیہ کی زینت کے خدمات ادا کئے اور یہیں عروسی ہوئی آنحضرتؐ نے پہلے انکار کی وجہ دریافت کی تو حضرت صفیہ نے عرض کی کہ وہاں یہود قریب تھے مجھے ڈر معلوم ہوا کہ ایسا نہ ہو آپ کو ایذا پہونچائیں حضرت صفیہ کے اس جملے سے نہ صرف آنحضرتؐ کی محبت ظاہر ہوتی ہے بلکہ یہ بھی واضح ہے کہ یہود میں غیر مذہب شخص سے لڑکی کا عقد کرنا خلاف تھا اور اس طرح آپ نے اپنے خاندان کی غیرت و عزت دونوں کا اظہار فرمایا۔

آنحضرتؐ شب کو خیمہ عروسی میں داخل ہوئے تو ابو ایوبؓ انصاری ہتھیار لگا کر دروازے پر آ گئے اور رات بھر چپکے چپکے پہرا دیا کئے صبح کو آنحضرتؐ نے آواز اسلحہ سُنکر پوچھا کہ کون ہے ابو ایوبؓ نے اپنا نام بتایا پوچھا کہ تم یہاں کیونکر آئے ابو ایوب نے عرض کی کہ مجھے خیال ہوا کہ صفیہؓ کے باپ بھائی شوہر سب قتل ہو چکے ہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی ناشائستہ امر رونما ہو اسلئے میں حفاظت کیلئے حاضر تھا آپ نے یہ سُن کر دعا دی اللھم احفظ ابا ایوبؓ کما حفظ نبیک خداوندا ابو ایوب کی اُس طرح حفاظت فرما جس طرح اُس نے تیرے نبی کی حفاظت کی۔

سوتاپا مدینہ پہونچکر آنحضرتؐ نے حضرت صفیہؓ کو بھی حارثہ بن نعمانؓ صحابی کے مکان میں ٹھہرایا حضرت صفیہ کے جمال صورت کی خبر جہانگیر ہو چکی تھی زنان انصار دیکھنے کو آئی ہی تھیں ازواج نبی رنگ ڈھنگ کا اندازہ کرنے کو بیتاب تھیں چنانچہ چار بی بیاں آئیں ان میں حضرت عائشہ کی یہ خصوصیت ہے کہ آپ چشم رسالت سے بچ کر تشریف لائی تھیں مگر آنحضرتؐ نے پہچان لیا اور گوشۂ ردا تھام کر پوچھا کہ اے شقیرا صفیہؓ کو کیسا پایا حضرت عائشہ نے فرمایا کہ ہاں یہودیہ کے

لہ طبقات ج ۸ ص ۸۵ ۔ ۲ہ زرقانی جلد ۳ ص ۳۰۰ ۔ ۳ہ تاریخ ج ۶ ص ۱۳۱

بیچ میں ایک یہودن ہے یہ مدینہ کا واقعہ ہے جہاں زنان اسلام و زنان مہاجرین و انصار یا خود آنحضرت ہی حضرت صفیہؓ تک جا سکتے تھے کسی یہودی کا پتہ نہ تھا اس لحاظ سے میں روایت کے آخری جملہ کے معنی سمجھنے سے قاصر ہوں۔ حضرت حفصہؓ نے صفیہ کو دیکھ کر حضرت جویریہ سے کہا کہ یہ لونڈی آدھ عنقریب ہم سب پر غلبہ حاصل کرے گی آپ نے جواب دیا کہ مگر وہ تو ایسی قوم (یہود) سے ہے جسکی بی بیاں شوہروں کے سامنے کم بخت ہوتی ہیں یعنے کفر کی بدبختی اسلام لانے پر بھی ساتھ دے گی اور یہ غلبہ نہ کر سکے گی ؛ حضرت زینب بنت جحش خاموش رہیں آنحضرتؐ نے حضرت عائشہ سے کہا کہ انکو یہودن نہ کہو وہ اسلام لا چکی ہیں مگر اس ممانعت پر بھی آپ نے اور حضرت حفصہ نے بار بار اس لقب سے یاد کیا یہانتک کہ آنحضرتؐ جو خانہ حضرت صفیہ میں تشریف لائے تو آپ نے حضرت صفیہ کو روتے ہوئے دیکھ کر سبب پوچھا آپ نے عرض کی کہ عائشہ و حفصہ مجھے یہودن بھی کہتی ہیں اور مجھپر فخر کرتی ہیں کہ ہم آنحضرتؐ کے عزیز دار (ہم قبیلہ) ہیں آپ نے فرمایا کہ تم نے یہ کیوں نہ کہدیا کہ میرے بھی باپ حضرت ہارونؑ نبی اور چچا موسیٰؑ کلیم اللہ اور شوہر محمد مصطفےٰ ہیں یہ روایت صحیح ترمذی میں بھی ہے اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے اسکے بعد حضرت حفصہ سے بھی فرمایا اتقی اللہ یا حفصہ اے حفصہ خدا سے ڈرو۔

پھر ایک روز حضرت عائشہ نے کہا کہ صفیہ ایسی اور ویسی یعنی کوتاہ قد ہیں آنحضرتؐ نے فرمایا لقد قلت کلمۃ لو مزج بہا البحر لمزجتہ تم نے ایسا گندہ کلمہ کہا کہ اگر دریا بھی اس کلمہ سے مل جاتا تو وہ بھی گندلا ہو جاتا۔

حضرت صفیہؓ سے اسی وقت سیدۂ کائنات فاطمہ زہراؑ سے بھی ملاقات ہوئی ہے حضرت صفیہ اسیری کے وقت بھی کان میں بجلیاں (دو عدد) پہنے ہوئی تھیں آپ نے وہ طلائی بجلیاں جناب سیدہ کو دیں۔ یہ روایت میرے یہاں کہیں نظر نہیں آئی ہے لیکن مجھے اس سے انکار بھی نہیں بلکہ یہ جانتی ہوں کہ ہر ماں بننے والی کو اگر دل سے نہ سہی مگر دنیا کے دکھانے کو اپنے شوہر کی اولاد کا

خیال کرنا چاہیے تھا وہ بجلیاں سیدہ سی سچی خاتون کے لیے کوئی مال نہ تھیں اگر آتیں بھی تو کبھی تو کوئی سائل لے گیا ہو چنانچہ کم از کم اسکا استعمال فرمانا تاریخ عامہ وخاصہ دونوں میں نہیں ہے مگر اس واقعہ سے حضرت صفیہ کی شرافت نفس زیادہ چمکنے لگی۔

عام حالت کی آپ کھانا بہت اچھا پکاتی تھیں اور آنحضرتؐ کی خدمت میں بھیجا کرتی تھیں حضرت صفیہ نے ۱۰ھ میں آنحضرتؐ کے ہمراہ حجۃ الوداع کیا ہے اسی سفر میں آپ کا اونٹ بیٹھ گیا اور آپ قافلہ سے پیچھے رہ جانے پر رونے لگیں آنحضرتؐ تشریف لائے اور اپنے ہاتھ سے آنسو پونچھے۔ آپ کی ایک کنیز نے حضرت عمر سے چغلی کھائی کہ وہ ابتک یوم السبت کو اچھا جانتی ہیں اور اپنے عزیز یہودیوں کو روپیہ دیا کرتی ہیں حضرت عمر دریافت کو تشریف لائے تو آپ نے فرمایا کہ خدا نے یوم السبت کے عوض جب ہم کو یوم جمعہ عطا فرما دیا تو اب اسکو اچھا سمجھنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ رہا یہودیوں کو دینا تو وہ میرے عزیز ہیں اور میں صلہ رحم بجا لاتی ہوں حضرت عمر یہ جواب سن کر چپ ہو گئے پھر آپ نے کنیز سے پوچھا کہ یہ جھوٹی بات تجھ سے کس نے کہلوائی اس نے کہا شیطان نے مجھے بہکا دیا تھا آپ نے یہ سن کر اسے آزاد فرما دیا۔

حضرت عثمان کے ایام محاصرہ میں امیر المومنین علی ابن ابیطالبؑ کی طرح آپ بھی انکے لئے کھانا پانی بھجوایا کرتی تھیں اور امام حسن ہی لیجایا کرتے تھے ایک روز آپ خچر پر سوار ہو کر حضرت عثمان کی مدد کے لیے نکلیں تھیں مگر مالک اشتر نخعی نے خچر کو مار کر گھر کی طرف پھیر دیا اور آپ واپس چلی آئیں یہ روایت صرف اصابہ میں ہے اور کسی تاریخ میں میری نگاہ سے نہیں گزری مجھے حضرت مالک اشتر سے ایسی امید نہیں ہے خصوصاً امیر المومنین کی موجودگی میں اگر یہ واقعہ ہوتا تو صاحبانِ ہمت اسکو آسمان تک پہونچا دیتے اور ہر تاریخ میں خاصے زور سے لکھا جاتا۔

آنحضرت سے محبت یہ معلوم ہوتا ہے کہ روز خواب ہی سے آنحضرتؐ کی محبت حضرت صفیہ کے دل میں جاگزین ہو گئی تھی اسیر راہ کے واقعات گواہ ہیں۔ آنحضرتؐ کی بیماری میں تمام ازواج

... بنی ہوئی تھیں ایک دور مرض کی شدت دیکھ کر

آپ نے بصد حسرت فرمایا کہ یا رسول اللہؐ کاش آپ کا درد دکھ مجھے لگ جاتا اسپر تمام ازواج

آپس میں اشارے کنائے کرنے لگے آنحضرتؐ کو یہ ناگوار گزرا اور آپ نے فرمایا کہ (یہ جھوٹ

نہیں ہے) صفیہ سچ (دل سے) کہتی ہیں۔

علمی و اخلاقی زندگی آپ کی احادیث اتنی تو نہیں ہوئی تھیں کہ امام زین العابدینؒ نے

بھی آپ سے روایت کی ہے آپ اپنے علمی عہد میں مرکز علم تھیں صہیرہ بنت جیفر نے آپ کو

دیکھا ہے کہ آپ کے گرد عراقی عورتوں کا مجمع ہے اور آپ مسائل کا جواب دے رہی ہیں حضرت

عائشہ فرماتی تھیں کہ وہ ہم سب میں زیادہ پرہیزگار و صلہ رحم کرنے والی تھیں اصابہ میں ہے

کہ آپ عقلمند عورتوں میں سے تھیں زرقانی کہتے ہیں کہ صفیہ عاقلہ و حلیمہ و فاضلہ تھیں۔

وفات رمضان ۵۰ھ میں جبکہ آپ کی عمر ساٹھ کی تھی انتقال فرمایا روز نکاح آپ کا

سن سترہ برس کے قریب تھا جنت البقیع میں دفن ہوئیں ایک لاکھ درہم ترکہ چھوڑا جسمیں سے

ثلث اپنے یہودی بھتیجے کے لئے وصیتاً مخصوص کر دیے تھے آپکے بعد یہ وصیت پوری کرنے سے

لوگ دریغ کر رہے تھے مگر حضرت عائشہؓ نے دلوا دیے

فصل

(۱۱)

حضرت ریحانہ بنت شمعون

نام و نسب آپ یہود کے قبیلہ بنی نضیر سے تھیں جو اسباط حضرت ہارونؑ سے ہیں آپؓ کا

سلسلۂ نسب یہ ہے ریحانہ بنت شمعون بن زید بن عمر بن خنافہ بن شمعون بن زید آپ کا

پہلا نکاح حکم قرظی سے ہوا تھا جب بنی قریظہ مسلمانوں سے مغلوب ہوئے تو حضرت ریحانہ بھی

سلسلہ اسرا میں آنحضرتؐ کے حصہ میں آئیں بقول ابن سعد آنحضرتؐ نے آزاد کر کے آپ سے

... ۹۳ ... ۹۵ ... اصابہ ج ۸ ص ۸۵

نکاح کر لیا لیکن درحقیقت عموم مورخین کے نزدیک آپ سے نکاح ثابت نہیں ہے بلکہ آپ بھی مثل حضرت ماریہ قبطیہ خادمہ تھیں۔

آنحضرت ؐ نے آپ سے دو مرتبہ مسلمان ہونے کے لئے فرمایا مگر آپ نے انکار کر دیا آخر خود بخود ایمان لائیں ایک روز آنحضرت ؐ نے کسی کے پاؤں کی چاپ سُنی اور فرمایا کہ یہ ثعلبہ بن شعبہ ہے مجھے ریحانہ کے اسلام کا مژدہ دینے آتا ہے۔ مخبر صادق نے جیسا فرمایا تھا آخر ویسا ہی ہوا آپ کی وفات میں بھی اختلاف ہے کوئی صحیح تاریخ نہیں معلوم ہوتی۔

فصل

(۱۲)

ام المومنین حضرت میمونہ بنت حارث

نام و نسب } میمونہ آنحضرت کا رکھا ہوا نام ہے پہلے آپ کا نام برہ تھا آپ قریشی النسل ہیں حارث بن بجیر آپ کے والد ماجد ہیں والدہ ماجدہ قبیلہ حمیر سے تھیں ہند بنت عوف بن زہیر نام ہے۔

نکاح } پہلے مسعود بن عمیر ثقفی اور پھر ابو رہم بن عبد العزیٰ سے نکاح ہوا ۷ھ میں ابو رہم نے انتقال کیا اور حضرت عباس ؓ کے کہنے سے آنحضرت ؐ نے نکاح فرمایا جبکہ آپ عمرہ کی نیت سے مکہ معظمہ تشریف لیگئے تھے عمرہ سے واپسی اور مقام سرف پر عروسی ہوئی۔ اور حسب اتفاق مقام سرف ہی میں انتقال فرمایا اور یہیں دفن ہوئیں جب آپ کی میت اٹھی تو ابن عباس نے کہا کہ یہ آنحضرت ؐ کی زوجہ محترمہ ہیں بادب آہستگی سے لیچلو جنازہ کو حرکت نہو۔ حضرت میمونہ آنحضرت ؐ کی آخری بی بی ہیں انکے بعد آپ نے کوئی نکاح نہیں فرمایا اور ۵۱ھ میں انتقال فرمایا۔ آپ سے ۷۶ حدیثیں مروی ہیں حضرت ابن عباس بھی آپ سے روایت کرتے ہیں حضرت عائشہ فرمایا کرتی تھیں کہ وہ ہم سب میں زیادہ پرہیزگار اور صلہ رحم کرنے والی تھیں۔

باب دوم

بنات النبی

(۱)

حضرت زینب بنت رسول اللہ

نام و نسب و نکاح } آپ کا اسم گرامی زینب ہے اور آپ بطن حضرت خدیجہؓ بنت خویلد سے پیدا ہوئیں آپ بنات النبی میں سب سے بڑی صاحبزادی ہیں جسوقت آنحضرتؐ کی عمر مبارک تیس سال کی تھی اُسوقت آپ کی ولادت باسعادت ہوئی اور حضرت خدیجہ کے عہد حیات میں آپ اپنے حقیقی خالہ زاد بھائی ابوالعاص بن ربیع بن عبدالعزیٰ بن عبدالشمس بن عبد مناف سے بیاہی گئیں ابوالعاص حضرت ہالہ بنت خویلد کے صاحبزادے تھے حضرت خدیجہ نے ایک ہار عقیق یمن کا دیکر ان صاحبزادی کو عطا فرمایا ابوالعاص سے دو اولادیں بھی ہوئیں ایک علی دوسرے امامہ۔ علی جنگ یرموک میں شہید ہوئے اور امامہ کے ساتھ امیرالمومنین علیؓ ابن ابیطالب نے حسب وصیت سیدۂ عالم نکاح فرمایا۔

ہجرت } حضرت زینب اپنے پدر بزرگوار کی رسالت پر ایمان لاچکی تھیں لیکن ابوالعاص کافر ہی تھے آنحضرتؐ کے ساتھ اسی بنا پر ہجرت نہوسکی ابوالعاص صرف کفر و شرک ہی میں مبتلا نہ تھے بلکہ انوار رسالت کے بجھا دینے کے لئے جو آندھیاں حضرت ابوسفیانؓ ابولہب وابوجہل کی صورت میں رونما تھیں آپ بھی ان میں سے ایک تھے چنانچہ جنگ بدر میں آپ کفار کی صفوں سے جبیر بن نعمان انصاری کے ہاتھوں گرفتار ہوئے اور حضرت زینب نے خبر پاکر ماں کی عزیز نشانی (ہار) شوہر کے فدیہ میں روانہ فرمائی۔ اس ہار کو دیکھکر آنحضرتؐ بے چین ہوگئے اول تو عزیز بی بی کی یاد تازہ ہوگئی دوسرے پردہ نشین۔

زیور مجمع عام میں دیکھنا آنحضرتؐ کی غیرت کو گوارا نہوا آپ نے اصحاب سے سفارش فرمائی اور وہ ہار حضرت زینب کو واپس کر دیا گیا اور ابوالعاص بھی اس شرط پر رہا کیے گئے کہ وہ حضرت زینبؓ کو مدینہ بھیجدینگے۔

حضرت زینب کی روانگی سے پہلے حضرت ہند تشریف لائیں (کیونکہ آپ کو رہائی ابوالعاص کی شرط معلوم تھی) اور آپ نے حضرت زینب سے سفر مدینہ کے متعلق یہ کہکر عندیہ لیا کہ اگر سفر کے لئے زاد راہ کی ضرورت ہو تو میں حاضر کروں مگر حضرت زینب نے ان سے ظاہر نہیں فرمایا بقول ابن ہشام اسوقت حضرت زینب کو ہند کی صداقت کا یقین تھا لیکن ظاہر ہے کہ اگر یقین ہوتا تو آپ سفر کا ساز ضرور تیار تھیں۔ حضرت ہند نہایت چالاک و تند خو عورت تھیں وہ درحقیقت لالچ دے کر راز دل معلوم کرنا چاہتی تھیں۔

پھر بھی ابوالعاص نے اپنے وعدے کو پورا کیا اور آپ کو اپنے چھوٹے بھائی کنانہ بن ربیع کے ساتھ روانہ کر دیا کنانہ مقام ذی طویٰ تک پہونچے تھے کہ قریش کے راہزنوں نے آگھیرا اور ہبار بن اسود نے نیزہ کی ضرب سے حضرت زینب کو زمین پر گرا دیا چنانچہ آپ کا اسقاط حمل ہو گیا یہ حال دیکھ کر کنانہ بھی جنگ پر آمادہ ہوئے مگر حضرت ابوسفیان نے اس جنگ کو اس شرط پر روک دیا کہ کنانہ حضرت زینب کو چھپا کر لیجائیں تاکہ قریش کی کمزوری ظاہر نہ ہو کنانہ نے ایسا ہی کیا اور پوشیدہ طور سے حضرت زینب کو بطن یاجج میں حضرت زید بن حارثہ کے سپرد کر دیا جو انکے لینے کے لئے آنحضرتؐ کے حکم سے آئے تھے۔ حضرت زینب کی محبت ایمان شوہر کی الفت پر غالب آئی اور آپ اُن کو حالت شرک میں چھوڑ کر چلی آئیں۔

جمادی الاول ۶ھ میں ابوالعاص قریش کے مال تجارت کے ساتھ حسب عادت شام گئے واپسی میں آنحضرتؐ کو خبر ہوئی آپ نے زید بن حارثہ کے ہمراہ ایکسو ستر سوار کر کے انکی فکر میں روانہ کر دیا اہل اسلام نے مقام عیص پر اس قافلے کو آگھیرا اور جملہ مال و متاع پر

قبضہ کرکے اہلِ قافلہ کو بھی اسیر کرلیا لیکن ابوالعاص کسی وجہ سے گرفتار نہو سکے اور مخفی طور سے مدینہ میں آکر حضرت زینب کے پاس پہونچ گئے اور حضرت زینب کے دامن حفاظت کا سایا حاصل کرلے میں کامیاب ہوئے۔

آنحضرتؐ نماز پڑھ رہے تھے کہ حضرت زینبؑ نے پکار کر فرمایا کہ میں نے ابوالعاص کو پناہ دیدی ہے آنحضرتؐ نے اصحاب سے فرمایا کہ تم نے سُنا زینب کیا کہہ رہی ہیں یہ بھی عجیب بات ہے کہ مسلمانوں کے کمزور لوگ دشمنوں کو پناہ دیتے ہیں مجھے پہلے سے اسکی کوئی اطلاع نہ تھی چونکہ آنحضرتؐ زندہ تھے اسلئے مسلمانوں کو جرات نہوئی کہ ان بیلوی دیواروں کو آگ لگا سکتے ہاں بعد آنحضرتؐ خانہ سیدہؑ پر خلافت کے باغیوں کے لئے جو کچھ ہوا وہ اس واقعہ سے بالکل مختلف ہے اگرچہ اُس گھر میں سوا علیؑ کے کوئی پناہ گزین پایا بھی نہ گیا۔

آنحضرتؐ جب گھر میں تشریف لیگئے تو حضرت زینب نے مال ابوالعاص کی واپسی کا اصرار فرمایا اور آخر آنحضرتؐ کی سفارش پر مسلمانوں نے وہ تمام مال بھی واپس کردیا اس زمانے میں حضرت زینب ابوالعاص سے عملاً علیحدہ رہیں ابوالعاص اپنا سب مال لیکر مکہ آئے اور جس جس کی جو جو امانت تھی وہ واپس کرکے کہنے لگے کہ اے اہل قریش بتاؤ اب تو تم میں سے کسی کا کچھ مال میرے اوپر باقی نہیں ہے جب قریش نے اقرار کرلیا تو آپ نے فرمایا کہ اب میں مسلمان ہوتا ہوں پھر باواز بلند کلمۂ طیبہ پڑھا اور مدینۂ منورہ تشریف لے آئے اور بغیر تجدید نکاح حضرت زینب کے ساتھ رہنے لگے یہ قول حضرت ابن عباس کا ہے عام حالت یہ آپ ایک نیکوکار وصالحہ بی بی تھیں اپنے شوہر سے بہت محبت رکھتی تھیں آنحضرتؐ بھی آپ کو چاہتے تھے اور فرماتے کہ میری محبت میں اس نے ایذا اُٹھائی آپ کی پوشاک اچھی ہوا کرتی تھی انس نے آپ کو دھاری دار ریشمی چادر اُوڑھے دیکھا ہے جس کی دھاریاں زرد تھیں۔

انتقال فرمایا حضرت سودہ وام سلمہ وام ایمن وام عطیہ نے غسل دیا آنحضرتؐ ترکیب بتاتے جاتے تھے پھر آپ نے اپنا تہ بند کفن کے اندر پہنانے کو عطا فرمایا بقیع میں قبر تیار ہوئی خود آنحضرتؐ قبر میں اُترے اور اپنے ہاتھ سے دفن فرمایا آپ کے چہرۂ مبارک پر آثار حزن وملال ظاہر تھے اور آپ دعا فرما رہے تھے کہ خداوندا تو زینب کی مشکلوں کو سہل کر دے اور انکی قبر کی تنگی کو وسعت و کشادگی سے بدل دے

حضرت ابوالعاص کا انتقال بھی حضرت زینب کے بعد جلد ہو گیا۔

یہ جو کچھ میں نے لکھا اُس گروہ اسلام کے قول کے مطابق تھا جو حضرت زینب کو رسولؐ کی صلبی اولاد تسلیم کرتے ہیں والا ایک زبردست گروہ وہ بھی ہے جو آپ کے صاحب رسولؐ سے پیدا ہونے کا منکر ہے۔

فصل (۲)

حضرت رقیہ بنت رسول اللہؐ

نام ونسبؓ نکاح کم رقیہ نام نامی ہے اور آپ بقول مشہورؓ آنحضرت کی دوسری صاحبزادی ہیں ۳۳ سنہ قبل نبوت میں ولادت ہوئی۔

آپ کا پہلا نکاح عتبہ بن ابی لہب سے ہوا لیکن جب سورۂ تبت یدا ابی لہب الخ نازل ہوا تو حضرت معاویہ کی پھوپھی اور حضرت ابوسفیان کی ہمشیرہ عزیزہ ام جمیل نے اپنے صاحبزادے عتبہ کو رائے دی کہ وہ حضرت رقیہؓ کو طلاق دے کر آنحضرتؐ کی فہرست غم میں اضافہ کر دیں جو یہ بھی کہا کہ اگر عتبہ راضی نہ ہوا تو اسکو ماں باپ سے کوئی مطلب نہ رکھنا چاہیے چنانچہ عتبہ نے طلاق دے کر سعید بن العاص (جو عہد حضرت معاویہ و یزید میں گورنری کے عہدہ پر مامور تھے) کی بیٹی سے نکاح کر لیا ادھر حضرت عثمانؓ کو ایک کاہنہ نے حضرت رقیہ کے عقد کی

۶۲۹

... عرب کہانت پر ایمان لا چکے تھے

اور قرآن مجید نے نازل ہو کر ابھی اقوال کاہن کو اُنکی اصلی جگہ (پستی) پر نہ پہونچایا تھا اسلیئے حضرت عثمان کو باور کر لینے میں کیا عذر ہو سکتا تھا پھر بھی اس واقعہ کا خوشگوار پہلو یہ ہے کہ وہ کاہنہ آپ کی رہبری و ہدایت کر سکی اور آپ اسی لالچ میں مسلمان ہو گئے۔

خدا کی دین کا موسیٰ سے پوچھیے احوال
کہ آگ لینے کو جائیں پیمبری ہو جائے

حضرت عثمان مسلمان ہونے پر عتبہ کے جانشین ہوئے یعنی آپ کا نکاح حضرت رقیہ سے ہو گیا۔

ہجرت } نبوت کے چار سال تو جوں توں گزرے لیکن پانچویں برس حضرت عثمان کو ہجرت کرنا پڑی جسمیں حضرت رقیہ بھی ساتھ تھیں کہا جاتا ہے کہ جب آنحضرت کو ایک عورت نے ان دونوں کی خیر و عافیت سے مطلع کیا تو آپ مسرور ہوئے اور فرمایا کہ ابراہیم و لوط کے بعد عثمان پہلے شخص ہیں جنھوں نے بی بی کو ساتھ لے کر ہجرت کی ہے[۱]۔

ہمارے نزدیک یہ حدیث منسوب ہے اسلیئے کہ حضرت عثمان سے پہلے خود اسلام کے اکثر مہاجرین اپنے اہل و عیال کے ہمراہ ہجرت کر چکے تھے اور ان میں سے اکثر حضرت عثمان کے ہم منزل بھی تھے چنانچہ ہماری کتاب میں بھی اکثر کے ذکر آ چکے اور بعض کے تذکرے آنیوالے ہیں

اولاد } حضرت رقیہ کے بطن سے حضرت عثمان کے یہاں ایک فرزند "عبداللہ" پیدا ہوئے لیکن شش ماہہ عمر میں انتقال فرمایا آنحضرت نے نماز جنازہ پڑھائی اور حضرت عثمان نے قبر میں اُتارا۔

وفات } ۲ھ میں اُس دن جب فتح بدر کی خوشخبری مدینہ منورہ میں پہنچ رہی تھی حضرت رقیہ نے چیچک کے مرض میں مبتلا ہو کر انتقال فرمایا حضرت رقیہ ہی کی تیمارداری کی وجہ سے حضرت عثمان جنگ بدر میں شریک نہ تھے حضرت رقیہ کے دفن میں آنحضرت شریک نہ ہو سکے جب آپ واپس تشریف لائے تو یہ غمناک خبر آپ کو دیکھی آپ نے فرمایا "الحقی بسلفنا عثمان

بن مظعون" جاؤ تم بھی ہمارے سلف عثمان بن مظعون سے جا ملو۔ آپ کے اس حسرتناک جملہ پر تمام عورتیں رونے لگیں اتنے میں حضرت عمرؓ بھی تشریف لے آئے اور آپ نے ان اصلاحی اختیارات سے جو مخفی طور سے آپ کو حاصل تھے ان عورتوں پر ڈانٹ ڈپٹ کرنے لگے مگر آنحضرتؐ نے الٹا آپ ہی کو منع کیا فرمایا کہ جب تک چشم و دل سے گریہ کا تعلق ہو تو وہ رحمت خدا ہے اور جب دست و زبان سے ہو تو تحریک شیطانی ہے ممکن ہے کہ اطلاع کے بعد آنحضرتؐ قبر پر فاتحہ خوانی کے لیے تشریف لائے ہوں کیونکہ حضرت رقیہ کی قبر پر سیدۂ عالم کا رونا اور آنحضرت کا اپنی ردا کے گوشہ سے آنسو پونچھنا بھی ایک روایت سے پایا جاتا ہے۔ حضرت رقیہ نہایت جمیل تھیں۔

فصل (۳)

حضرت ام کلثوم بنت رسول اللہؐ

نام و نسب و نکاح: آپ کا اسم گرامی ام کلثوم ہے اور آپ بطن حضرت خدیجہ سے آنحضرتؐ کی تیسری صاحبزادی ہیں آپ کا زمانہ ولادت نامعلوم ہے لیکن قیاساً ۶ ق یا ۵ ق میں آپ کی ولادت ہوئی ہو گی آپ کا پہلا عقد ابو لہب کے دوسرے لڑکے عتیبہ سے ہوا تھا لیکن حضرت رقیہ کی طرح آپ کو بھی طلاق دلوائی گئی حضرت ام کلثوم نے حضرت فاطمہ زہراؑ کے ہمراہ مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی اور ۳ھ میں آپ کا نکاح بھی حضرت عثمان کے ساتھ ہوا مگر آپ سے کوئی اولاد نہ ہوئی۔[۳]

وفات: شعبان ۹ھ میں کسی نامعلوم مرض سے آپ کا انتقال ہوا انصار کی عورتوں نے غسل دیا آنحضرتؐ نے نماز جنازہ پڑھائی امیر المومنین علی ابن ابیطالب و حضرت فضل بن عباس و اسامہ بن زید و ابوطلحہ نے قبر میں اتارا بقول انس آنحضرتؐ پر اس واقعہ سے کمال رنج طاری تھا اور آپ قبر پر بیٹھے ہوئے آنسو بہا رہے تھے غنیمت ہے کہ اس وقت حضرت عمر موجود نہ تھے۔

---

۱ اسابہ صفحہ ۵۱۲ ۲ اسد الغابہ صفحہ ۶۱۲ ۳ طبقات صفحہ ۲۵ ۴ ایضاً صفحہ ۲۶

بتول عذرا سیدۃ النساء ام الحسنین ام ابیہا فاطمۃ الزہرا صلوٰۃ اللہ علیہا

نام وکنیت اسماء والقاب آپ کی مشہور کنیت ام الحسن، ام الحسین، ام المحسن، ام الائمہ، ام السبطین، ام ابیہا ہے اسمائے گرامی بہت سے مذکور ہیں ان میں سے زبان زد بتول و زہرا طاہرہ ومطہرہ و فاطمہ و بروایت ابوجعفر قمی مبارکہ، وزکیہ، وراضیہ ومرضیہ ومحدثہ ومریم کبریٰ وصدیقہ کبریٰ ہیں وجہ تسمیہ فاطمہؑ کے متعلق آنحضرتؐ سے منقول ہے کہ ان اللہ فطمھا و فطم من احبھا من النار خدا نے فاطمہ اور اُنکے دوستوں کو نار دوزخ سے جدا کر دیا ان میں سے بتول بفتح اول آنحضرتؐ کے رکھے ہوئے ناموں میں سے ہے نسب وحسب وہی ہے جسکو امم سابقہ کی نیک کمائی یا اہل اسلام کا متاع ناز کہا جائے باپ خاتم المرسلین ماں سیدہ نساء جنت خدیجہؑ۔

قدامت خلقت نور فاطمہ موجودہ تحقیق جب ثابت کر چکی کہ باپ کو دیکھنا چاہو تو اُسکی اولاد میں دیکھو گویا باپ کا فوٹو فرزند کے آئینۂ جسم سے صاف نظر آتا ہے تو فاطمہؑ نہ صرف اخلاق نبوت کا چربہ بلکہ قوائے متخلہ ومتعقلہ رسولؐ کا ظرف زرنگار تھیں چونکہ بالاتفاق فاطمہؑ سب سے چھوٹی صاحبزادی ہیں اور بعثت کے بعد استقرار حمل فاطمہ ہوا ہے اسلئے تمام اولاد کے خلاف قوائے باطنہ رسالت کے آثار جھلک رہے تھے جسکا ادنیٰ ترین کرشمہ ہے کہ بے امامت و رسالت آپ کی عصمت کا اقرار کرنا پڑا جسمانی اعتبار سے مادی اعتماد سے جسطرح آپ سب سے چھوٹی تھیں اسیطرح روحانیت کے خیال سے خدا نے سب سے بڑا کیا تھا۔ ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء (یہ خدا کا فضل ہے وہ جسکو چاہے دیدے) ذکر الاستاذ ابوسعید الحافظ فی کتاب صاحب کتاب شرف النبی (علامہ ابوسعید الحافظ) نے

... ناسخ التواریخ ج ۴ ص ۱۲ ۔ اعلام الوریٰ طبرسی ص ... ایضاً

نس فی النبی ان جمیعھم اولاد رسول اللہ — اپنی کتاب بشرف النبی میں لکھا ہے کہ تمام اولاد پیغمبر قبل اسلام ولد واقبل الاسلام الا فاطمۃؑ ابراہیم — پیدا ہوئی مگر فاطمہؑ و ابراہیم (بعد اسلام پیدا ہوئے)

دنیائے اسلام یا جہاں آباد حدیث و محدثین میں یہ طے ہو چکا ہے کہ ظلمتکدۂ وجود میں سب سے پہلے جو چراغ ید قدرت نے جلایا وہ آنحضرتؐ کے نور کا تھا یہی نور اصل و غایت و اساس ہے اور یہی نور متفرع ہوتا رہا اور عالم اسباب بنتا گیا نور محمدی خود نور قدرت سے برومند ہوا جو ایک تھا مگر دو طینتوں کا حامل یہی معنی ہیں انا و علی من نور واحد کے (میں اور علیؑ ایک نور سے ہوں) پھر اسی چراغ نور کی ایک لَو نے پانچ روشنیاں پیدا کیں اور انھیں پانچ کی اور تقسیموں نے عرش و فرش زمین و آسمان غرض سب کچھ بنایا یہ انوار مقدسہ محمدؐ و علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ کے ہیں جنکو جگ کے باپ آدمؑ نے آنکھ کھول کر دیکھا ظاہر ہے کہ آفتاب کے بغیر اپنی آنکھ کا نور بھی بیکار ہے اگر بزم وحدت کی یہ پانچ شمعیں پہلے سے آدم کی آنکھوں کی مدد کو روشن نہ ہوتیں تو آدم کیا دیکھتے۔

معانی اخبار[1] میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا کہ خدا نے نور فاطمہ خلقت ارض و سما سے پہلے خلق کیا لوگوں نے عرض کی تو کیا انکو انسان نہ سمجھنا چاہئے آپ نے فرمایا کہ ہاں حور جامۂ انسانیت میں اسطرح ایک روز حضرت عائشہ سے بھی تنبیہی لہجہ میں فرمایا گیا۔

یا حمیرا ان فاطمہ لیست کنساء الآدمیین ولا تعتل کما تعتلون — اے حمیرا عائشہ فاطمہ عام عورتوں کے مانند نہیں ہیں انکی بدگوئی نہ کیا کرو

جناب باریؐ نے فاطمہؑ کو دنیا میں بھیجنا چاہا تو انکی طینت کو سیب جنت کی فانوس سبز عطا کی یہی سیب شب معراج آنحضرتؐ کو جبرئیل امین نے دیا جسکو آپ نے نوش فرمایا اسی سیب کے خمیر سے حمل فاطمہؑ بطن مادر میں قرار پایا یہی سبب تھا کہ آنحضرتؐ لب و دہاں فاطمہؑ کے

لہ ناسخ التواریخ ج ۴ ص ۵۲ اعلام الوری ص ۱۴۳ اخبار الدول ص ۸۸

کثرت سے بوسے لیتے تھے جو حضرت عائشہ کے لیے باعث استعجاب ہوکر آخر سوال بن گئے جسکے جواب میں آنحضرتؐ نے مذکورہ وجہ بیان فرمائی۔ اس روایت سے شاید کسی کو خیال ہو کہ حضرت عائشہ کی ذہنیت اسقدر تنگ تو نہ تھی کہ باپ کا اپنی اولاد کو پیار کرنا اُنکے لیے باعث استعجاب ہو سکے یہ بالکل سچ ہے لیکن اولاد کے پیار کا مزا صرف صاحب اولاد ہی جانتے ہیں حضرت عائشہ کے یہاں اولاد ہوتی تو وہ بھی جانتیں۔

البتہ یہ امر قابل غور ہے کہ اگر آنحضرتؐ کی اور صاحبزادیاں بھی تھیں تو وہ کلیتہً اس قسم کے آثار سے بالکل سادی کیوں تھیں اور احادیث اُن کے فضائل کے بیان میں اپنی ہمہ گیری کا دائرہ تنگ کیوں کرتی۔

ولادت باسعادت فاطمہؑ کی ولادت بھی اُن آثار و آیات سے لبریز ہے جو آنحضرت کی ولادت میں حضرت آمنہ کی آنکھوں نے دیکھے ہیں۔ فاطمہ کا شکم مادر سے باتیں کرنا وقت ولادت فاطمہ قریش کی عورتوں کا خدمت خدیجہؑ سے انکار کرنا اور مادی امداد سے محروم کر کے خدا کا روحانی ابواب اعانت کھولنا اور آسیہ و مریم و سارہ و ام کلثوم کا جنت کی فضاد راحت چھوڑ کر آنا بہت کچھ مروی ہے تاریخ ولادت میں سخت اختلاف ہے لیکن دادی کی تاریخ ولادت پوتے سے دریافت کرنا چاہیے نہ کہ محلہ والوں اور شہر والوں سے۔ اس بنا پر ۲۰ رجمادی الاول ۸ھ آدمی صحیح تاریخ ہے اسیطرح دن بھی جمعہ کا طے ہوتا ہے حلیہ مبارک کہ بقول حضرت عائشہؓ رفتار گفتار نشست و برخاست و اخلاق و آداب بالکل وہی تھے جو آنحضرتؐ میں تھے آپ کے چہرے کا نور اتنا تھا کہ حضرت عائشہؓ رات کو چرخہ کاتنے سینے اور سوئی پرونے میں چراغ کی محتاج نہ تھیں ظاہر ہے کہ ہمارے یہ مختصر الفاظ حلیہ مبارک بیان کرنے کے لیے ناکافی ہیں جسکا ہم کو اعتراف ہے مگر کیا کیا جائے جبکہ فاطمہؑ کی حیات پردہ داری نے مرد تو مرد عورت کو بھی ایسے علامات بیان کرنے کی جرأت نہ دی موجو

پردے کے منافی ہوں۔

کمسنی } آپکی دوسری بہنوں کی وہی ادا تھی جو عام لڑکیوں کی ہوناچاہئے یعنی دن رات کھیل کود گڑیوں کی بیاہ شادی اسلیئے کہ یہ کھیل عرب کی لڑکیوں میں بہت زیادہ تھا یہانتک کہ حضرت عائشہ رضی تو شادی کے بعد بھی کھیلتی رہی ہیں اور یہ کپڑے کے بُت آپ کے زور اجتہاد سے خانہ رسالت میں بھی مہمان رہے ہیں مگر سیدۂ عالم لہو ولعب کے لیے پیدا نہوئی تھیں آپ سب سے الگ تھلگ ماں کے پہلو سے لگی بیٹھی رہتی تھیں اسی ادا کو دیکھ کر سرورِ کائناتؐ نے بتول نام رکھا اسلیئے کہ بتول تارک الدنیا کو کہتے ہیں۔ اسی کمسنی میں ماں سے مفارقت ہوئی تو باپ سے ضد کر کے ماں کا مکان پوچھا اگر آنحضرتؐ کی خاموشی تک یہ روایت ختم ہوجاتی تو ہم جانتے کہ ویسی ہی ایک بات تھی جیسے عام بچوں کی ہوتی ہے جس کا جواب ضروری نہیں ہوتا مگر خدا نے جواب دیا تو ہم کو یقین کرنے کی وجہ ہے کہ سیدہ مکانات جنت کا پتہ جانتی تھیں اور جنت کی قدر وقیمت سے واقف تھیں اور وعدۂ الٰہی کو سچ اور قابل اعتماد جانتی تھیں۔ کیا کبھی آپ نے دیکھا ہے کہ اک مچلا ہوا بچہ اپنے باپ سے یہ سُنکر چپ ہو گیا ہو کہ کابل میں سیب ہوتا ہے۔ ہمارے خیال میں یہ ضد اُتنا پتہ دریافت کرنے کے لیے نہ تھی جسقدر ایک لفافہ پر لکھنا ضروری ہو بلکہ اصرار اسلیئے تھا کہ میری ماں کو پہلے مسلمان کے اعتبار سے منزلت ملی ہے یا میری ماں ہونے کی حیثیت سے۔

مکہ سے ہجرت } سنہ ۲۱۶ ادی میں سیدۂ عالم مع فاطمہ بنت اسد فاطمہ بنت زبیر بن عبد المطلب امیر المومنینؑ کی ہمراہی میں باپ کی خدمت میں (مدینہ) روانہ ہوئیں اسوقت سن مبارک نو سال کے قریب تھا مکہ سے بعد ہجرت نبوی سب سے پہلے یہی قافلہ پہونچا ہے کیونکہ مقام قبا پر پہونچکر آنحضرتؐ نے مدینہ میں داخل ہونے سے انکار کر دیا تھا کہ علیؑ کے بغیر نہ جاؤنگا اور اہل مدینہ اشتیاق سے بیچین تھے اسلیئے ابو واقد کو قبا سے مکہ آنا پڑا اور امیر المومنینؑ نے حکم روانگی بایا چلنے والوں کو آمادہ کیا جنہیں ام ایمن واسامہ نے آپ سے علیحدہ چھپ کر جانا

اسلئے کہ کفار جانتے تھے کہ آنحضرت کو بے ضرر مکہ سے نکال دینے کے باعث علیؑ ہی ہیں کیونکہ
آپ نے آنحضرتؐ کے بستر پر آرام فرمایا تھا پھر بھی علیؑ کی بے جگری پوشیدگی کو پسند نہ کرتی تھی
اور عورتوں کا ساتھ محمل و ناقہ کے لئے مصر تھا جو خود زندہ اشتہار تھا چنانچہ امیر المومنینؑ یوں ہی
روانہ ہوئے اگرچہ ابو واقد پر خوف طاری تھا اسلیئے سواریوں کو تیز کرنا چاہتے تھے مگر یہ مطمئن
دل فارس ایمان (علی) اسپر بھی راضی نہ تھا ہر مرتبہ فرماتے تھے کہ یہ ضعیف الخلقت عورتیں ہیں
ان کے ساتھ نرمی کرو اسپر دلیل اس قیامت کی تھی جسکے سامنے کوئی ایماندار سر نہ اٹھا سکتا تھا۔

لا شی الا اللہ فارفع ھمکا   یکفیک رب الناس ما اھمکا

خدا کے سوا کچھ نہیں ہے غم نہ کرو   جو تم پر سخت ہے خدا اسکی کفایت کرنے والا ہے

ان ہی باتوں میں منزل ضجنان تک پہونچے تھے کہ جناح غلام حارث بن امیہ نے سات سواروں کی
جمعیت سے آکر گھیرا اور واپسی کا اشارہ کیا ابو واقد پریشان ہوئے اور قافلہ والوں کو موت
نظر آنے لگی مگر وہ علیؑ آگے بڑھے جنکے مذاق میں کفار سے دب کر پلٹنا یا بھاگنا بھی کفر تھا اور
ایک طرف تو آنکھ اٹھائی اور دوسری طرف تلوار ایک جانب تیغ چلی اور ایک سمت زبان۔

خلوا سبیل الجاھد المجاھد   آلیت لا اعبد غیر الواحد

صمیم دل سے جہاد کرنیوالے کا راستہ چھوڑ دو   میں نے تو قسم کھائی ہے کہ خدائے واحد کے سوا کسیکی پرستش نہ کرونگا

زبان و شمشیر کا ساتھ ہمیں معلوم ہے لیکن کاٹ صرف تلوار کا دیکھا جس نے سر سے چلکر گھوڑے کی زین تک
کاٹا تھا اب خدا جانے زبان نے دل جناح کا کیا حال کیا اس قیامت خیز و زلزلہ انگیز ضرب کی
آواز کھلے ہوئے صحرا میں گونج گئی اور عاقبت اندیش باقیہ چھ سواروں نے اپنی مصلحت کے موافق
گھوڑوں کو موڑا جو دم بھر میں مکہ کی محفوظ چار دیواری میں چھپ گئے یہی وقت تھا کہ اسامہ و ام ایمن بھی
جنگل سے نکلے اور علیؑ کے ساتھ ہو گئے واہ ری علیؑ کی تلوار جس نے جڑے ہوئے جناح کے جسم کو
توڑ دیا اور اسامہ و ام ایمن کی ٹوٹی ہوئی آس کو جوڑ دیا۔ اب یہ قافلہ بے روک ٹوک مقام

جب پہونچا یہاں آنحضرت نے استقبال کیا تھی کے پاؤں کے آبلہ دار سے خون بہتے

دیکھ کر رونے لگے اپنے زانو پر لٹایا پاؤں کے زخموں کو اُسیطرح اچھا کیا جیسے میدان خیبر میں

آنکھوں کو شفا دی تھی وہاں حدیث رایت پڑھی تھی یہاں ومن یشری نفسہ ابتغاء مرضات[1]

اللہ واللہ رؤف بالعباد کی تلاوت کی جو آیت بستر رسولؐ پر آرام کرتے دیکھ کر اُتری تھی اسلیے کہ

اُس شب فرقت کے بعد یہ پہلی صبح وصلت تھی آیت کے بعد ارشاد ہوا یا علی انت اول ھذہ الایہ

(ای من یشری الخ) واول ایمانا باللہ ورسولہ واولہم ہجرۃ الی اللہ ورسولہ واخرہم

عہدا برسولہ والذی نفسی بیدہ لا یحبک الا مومن قد امتحن اللہ قلبہ للایمان ولا

یبغضک الا منافق او کافر یا علیؑ تم اول آیت مذکور اور خدا و رسول پر ایمان لانے والوں میں اور

ہجرت کرنے والوں میں پہلے ہو اور آخر شخص ہو خدا و رسول سے عہد نباہنے والوں میں جسکے ہاتھ

میں میرا نفس ہے اُسکی قسم تم سے محبت کرنے والا وہی مومن ہوگا جسکے دل کا خدا نے ایمان کے

ساتھ امتحان کر لیا ہے اور تمھیں دشمن نہ رکھے گا مگر منافق یا کافر

نکاح ﴾ ہجرت کو دو سال گزرے تھے اور سیدہ عالم کا سن مبارک گیارہ سال کے قریب

پہونچ چکا تھا کہ پیام سلام شروع ہو گئے انصار مرتبہ شناس تھے اُن میں سے کوئی شیخ قبیلہ اور

کوئی اور کوئی دولتمند سیدہ کا پیغام دینے کی جرأت نہ کر سکا لیکن مہاجرین جو بزعم خود ہمپایہ ہو چکے

تھے یا آیندہ برابری کے اُمیدوار تھے وہ پیام لانے لگے لیکن آپ کی مسرت کے خلاف اظہار

رنج و غضب ہوتا تھا اکثر چہرۂ مبارک سرخ ہو جاتا تھا اسپر بھی حضرت عبد الرحمٰن بن عوف نے

نہ مانا اور یہ سمجھ کر کہ آنحضرت مہر کی زیادہ رقم پر راضی ہو جائیں گے ایک روز کسی نقد رقم کا

اظہار کر بیٹھے اسپر آپ اور زیادہ برہم ہوئے اور چند سنگریزے زمین سے اُٹھا کے جو

آنحضرتؐ کے دست مبارک میں تسبیح کرنے لگے اور جب آپ نے اُنکو عبد الرحمٰن کی گود میں ڈالدیا

تو گوہر و مرجان ہو گئے گویا اس سے مقصود یہ تھا کہ دولت کا محتاج نہیں ہوں یصرف آپکا

[1] ناسخ جلد حالات پیغمبر [2] ایضاً حالات سیدۂ عالم [3] ایضاً صفحہ [4] مناقب ابی عمر آشوب ج ۲ صفحہ

کمسن کمسن ہے پھر حضرت ابوبکر و عمر میں مشورہ ہوا مگر یہ اجتماع حیات آنحضرتؐ میں کچھ مبارک
نہوا اسلیئے کہ دونوں بزرگوں کو یہ جواب دیا گیا کہ حکم خدا کا منتظر ہوں یا یہ فرمایا گیا کہ فاطمہؑ کمسن ہے
اگر پہلا جواب ملا تو ظاہر ہے کہ آسمانی فال ہی یہ حضرات نہ چنے سکے اور اگر آخری جواب ملا تو
حیرت ہے کہ اسی کے بعد فوراً علیؑ کا پیام قبول کر لیا گیا جس سے صاف ظاہر ہے کہ ٹالدیا گیا
اس انکار کا رنج ان دونوں بزرگوں کو ہوا اور ہونا ہی چاہیئے کسی کا بھی خون آرزو و خوشی
خوشی نہیں ہوتا۔ اب یہ نہیں معلوم کہ یہ رنج کب تک باقی رہا مگر جب حضرت ابوبکر جواب
صاف پاکر واپس ہوے اور حضرت عمرؓ سے اسکا ذکر کیا تو اُنھوں نے بحسرت فرمایا ردّک یا
ابابکر اور اسی طرح جب حضرت عمر واپس ہوے تو حضرت ابوبکر نے فرمایا ردّک یا عمر یعنی ٹالدیا۔

مولوی عبدالسلام صاحب ندوی یہ واقعہ لکھکر فرماتے ہیں کہ خلفاے مذکور کا پیام
دینا ہمارے نزدیک صحیح نہیں ہے اسلیئے کہ اس روایت کو ابن حجر عسقلانی نے اصابہ میں
نقل نہیں کیا اور جناب نیاز صاحب مولوی صاحب موصوف کی رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں
کہ ایسا ضرور ہوا ہوگا اور اس انکار میں نہ اُنکی توہین ہے نہ جناب سیدہ کی اور کچھ ضروری
نہیں ہے کہ جس روایت کو صاحب اصابہ نہ لکھیں اُسکو غلط ہی تسلیم کر لیا جائے۔

دونوں بزرگ چونکہ حنفی المذہب ہیں اور آپس ہی میں رد وقدح پر آستین اُلٹ رہے ہیں
اور شیعہ ہونا بالاتفاق ایک ایسا جرم ہے جو بلا سماعت مقدمہ موجب سزا ہے اسلیئے ہم اپنی شیعیت
سمیت ان دونوں کے بیچ میں نہیں آنا چاہتے لیکن نیاز صاحب سے دوستانہ اسقدر ضرور عرض
کرنا ہے کہ مولوی عبدالسلام صاحب نے جو سمجھکر انکار کیا ہے وہ آپ نہیں سمجھے بھلا آپ نے یہ
روایت بھی دیکھی ہے خطب ابوبکرؓ و عمرؓ فاطمۃؑ الی رسول اللہؐ فقال النبیؐ ھی لک
یا علیؑ لست بدجال یعنی بکذاب وذلک انہ قد کان وعد علیاؑ قبل ان یخطب
الیہ ابوبکر و عمر حضرت ابوبکر و عمر نے آنحضرتؐ کو پیام فاطمہؑ دیا تو آپ نے فرمایا اے علیؑ

و عمرؓ سے پہلے ہی علیؑ سے وعدہ کر چکے تھے۔

نیاز صاحب اگر آپ خفا نہوں تو لستُ میں تائے متکلم نہیں ہے بلکہ تائے مخاطب ہے اسلیئے کہ آنحضرتؐ نے علیؑ سے کوئی وعدہ نہیں کیا تھا اور اگر ایسا ہوتا تو حضرت ابوبکر و عمر نے جب آپ کو مشفقانہ پیام دینے کی رائے دی ہے اُسوقت آپ اپنے وعدہ کا ذکر فرماتے نہ یہ کہ آپ عذر کرتے اس معاملہ میں اتنی کثیر روایات ہیں جن سے انکار گویا اجماع سے انکار ہے اور ہم شیعہ ہو کر اگر راوی حدیث میں کسی کو جھوٹا کہیں جب بھی آپ کی خفگی کا ڈر ہے اسلیئے لستُ کی جگہ لستَ پڑھتے ہیں اور اس اعتبار سے روحانیت کا وجود علیؑ میں نہ رہا تو اب کس میں پایا جائیگا اسی مقام سے وہ خرابیاں رو براہ ہوئیں جن کی وجہ سے مولوی عبد السلام صاحب کو انکار کرنا پڑا اور اگر اب آپ کو آئندہ اڈیشن چھپوانے کی ضرورت ہوئی تو آپ بھی انکار ہی فرمائنگے لیکن اتنا یاد رہے کہ طبقات ابن سعد اصابہ سے عمر میں بڑی کتاب ہے اسلیئے اصابہ سے معتبر تر ہے پھر اسد الغابہ اور تاریخ کی سیکڑوں کتابوں میں یہ واقعہ نقل ہوا ہے اور قیامت بالائے قیامت کہ صحاح میں بھی ہے اسلیئے مولوی عبد السلام صاحب اور آپ دونوں مل کر کامیاب نہوں گے لہذا ہماری ہمدردی قبول فرمائیے۔

غرض جب یہ دونوں حضرات ناکام ہوئے تو علیؑ کو بھیجا اور آپ آکر خاموش بیٹھ گئے شکر ہے کہ یہاں پیغام بھی دینا نہ پڑا آپ نے خود ہی پوچھا کہ یا علیؑ تم تو آج اسطرح بیٹھے ہو کہ گویا سیدہ کا پیام لائے ہو آپ نے اقرار فرمایا کہ ہاں غرض تو یہی ہے اور اے خدا کے رسولؐ آپ نے فرمایا ہے کہ میرا سبب و نسب منقطع ہونے والا نہیں ہے اسلیئے میری یہ آرزو بیجا بھی نہیں ہے آپ نے فرمایا کہ حسب تو تم میں موجود ہی ہے اور نسب بھی خدا نے تم سے قریب کر دیا ہے اچھا میں سیدہ سے پوچھ لوں یہ کہکر آنحضرتؐ عصمتکدہ خاص میں تشریف لائے اور آپ نے سیدہؑ سے کہا

۵۱ مناقب ج ۲ ص ۱۶۱ ۵۲ مناقب ج ۲ ص ۱۹

کہ بیٹا علی کی قرابت قریبہ اور آنکے فضل اسلام سے تو تم واقف ہی ہو اور میں نے بھی خدا کی درگاہ میں التجا کی تھی کہ وہ تمہاری تزویج ایسے سے کرے جو تمام مخلوق میں بہتر اور تمام سے زیادہ اُسکا محبوب ہو بیٹا آج انھوں نے مجھ سے تمہارے بارے میں کچھ ذکر کیا ہے کہو تم کیا کہتی ہو سیدہ گردن جھکا کر جبیں[1] ہو گئیں تو آپ نے تکبیر فرمائی اور کہا کہ ان کا سکوت ہی ان کا اقرار ہے اور سیرۃ النبویہ میں ابن دحلان مفتی مکہ معظمہ نے جو روایت لکھی ہے اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ پیام و سلام سے پہلے آنحضرتؐ نے سیدہ کا نکاح علی سے کر دیا تھا اور علیؑ کو نکاح کے بعد یہ خبر دی گئی چنانچہ علامہ موصوف اس اختیار کو النبی اولی بالمومنین من انفسھم کے ماتحت خیال کرنے پر مجبور ہوئے۔

بہرحال نسبت ٹھہر گئی اب علیؑ کو اپنی والدہ گرامی فاطمہؑ بنت اسد سے عرض کرنا اور اجازت لینا باقی تھا اسلئے آپ نے آکر ماںؑ[2] سے عرض کی کہ گھر سے باہر کا کام تو میں کر ہی لیتا ہوں لیکن گھر کا کام تنہا آپ پر ہے اسلئے اچھا تھا اگر کوئی اور بھی آپ کا شریک ہو جاتا اور کیا اچھا ہوتا کہ بنت پیمبر فاطمہ آپ کا ہاتھ بٹانے آجاتیں ماں کی رضا پاکر آپ پھر تشریف لائے تو آنحضرتؐ نے مہر کے لئے دریافت فرمایا کہ تمہارے پاس کیا ہے آپ نے فرمایا کہ اے خدا کے رسولؐ آپ میرے حال سے خوب واقف ہیں میرے پاس ایک ناقہ ایک گھوڑا ایک تلوار ایک زرہ ہے آپ نے فرمایا کہ زرہ کو فروخت کر ڈالو یہ زرہ فروخت ہو گئی امیر المومنینؑ فرماتے ہیں کہ مجھے نہیں معلوم[3] وہ روپیہ کسقدر تھا لیکن اُن میں سے آنحضرتؐ مٹھی بھر بھر کر بے گنتی سامان خریدنے کے لئے دیتے رہے۔ شہزادی عالم و ملکۂ جنت کے جہیز کی فہرست لکھتے ہوئے ہم ایسے دنیا پرستوں کا قلم لرزتا ہے۔ قمیص، چادر، قطیفہ، بانڈوں کا پلنگ، ایک بستر جسمیں خرمے کی چھال بھری ہوئی تھی مشک، پیالہ، گگی گھڑے، چکی، چرخہ یہ کُل اسباب ہے۔

۱ طبقات ج ۸ ص۱۲ ۔ ۲ استیعاب صفحہ ۷۷۱ ۳ بحار الانوار مجلسی ج ۱۰۔

جہیز آنے سے قبل اور نسبت ٹھہر جانے کے بعد ایک روز سلمان فارسیؓ علیؑ کو بلانے آئے اور جب آپ آنحضرتؐ کی خدمت میں پہونچے تو فرمایا یا علیؑ تم کو مژدہ بشارت ہو میرے نکاح کرنے سے پہلے خدا نے بالائے فلک تمہارا نکاح کر دیا حاملان عرش میں سے یہ ملک سنطائیل تمہاری نسل کی طہارت اور تمہاری جمعیت خاطر کا مژدہ لے کر آیا ہے اور کہہ رہا ہے کہ جبرئیل بھی چل چکے ہیں دُنیاوی نکاح سے چالیس[1] روز قبل یہ عقد مسرت فلک پر معین ہوا ملک مقرب راحیل نے بیت المعمور میں خطبہ فصیح و بلیغ کے ساتھ اعلان نکاح کیا ملکوت اعلیٰ میں خوشی منائی گئی بہشت آراستہ و پیراستہ ہوئے ملائک نے آپس میں مبارکبادیں دیں فاطمہؑ کا نچھاور ایک دوسرے کو ہدیہ دیا گیا شجر طوبیٰ نے نار دوزخ کے برأت نامے لٹائے جو دوستداران فاطمہؑ کا وسیلہ نجات ہیں" انشاءاللہ"

اس قسم کے روایات ہمارے یہاں بکثرت ہیں لیکن ہم طول کا خیال کر کے ترک کرتے ہیں۔

دُنیا میں روز نکاح خود سیدہ بھی روئی تھیں خدا جانے تھوڑے سے جہیز کی خبر پہونچی یا مہر میں ایک زرہ کو سُنا باپ کی مجبوریوں نے دل دُکھایا یا دولت وارماں یاد آئی مگر آنحضرتؐ بیقرار ہو کر آئے اور فرمایا کہ بیٹا میں نے تمہارا نکاح[2] ایسے سے کیا ہے جو میرے اہلبیت میں سب سے بہتر ہے اور میں نے نہیں خدا نے تمہارا نکاح علیؑ سے کیا ہے اور قیام ارض و سما تک تمہارے مہر میں خمس اموال مقرر کیا گیا۔ دوسری روایت بتاتی ہے کہ سیدہؑ نے خود باپؐ کو بُلا بھیجا اور فرمایا کہ بابا اگر میرا مہر بھی درہم و دینار ہی مقرر ہوئے تو عامہ اُمت اور پیمبر کی بیٹی میں کیا فرق ہوگا میرا مہر شفاعت گناہگاران اُمت ہونا چاہئے آنحضرتؐ نے اسکا کوئی جواب نہ دیا اور درحقیقت اسکا جواب وہی دے سکتا ہے جس نے جبرئیلؑ کو حریر جنت کے ایک پارچہ کے ساتھ بھیجا جسپر لکھا ہوا تھا جعل اللہ مھر فاطمۃ الزہراء شفاعۃ المذنبین من امتہ ابیھا (خدا نے مہر فاطمہؑ انکے باپ کی اُمت کے گنہگاروں کی شفاعت مقرر کی) یہ پارچہ

[illegible]

حسب وصیت سیدہ کے کفن میں رکھدیا گیا تھا۔

"تاریخ نکاح میں سخت اختلاف ہے ماہ رجب بھی کہا گیا ہے یعنی جنگ بدر سے قبل نکاح" اور بعد بدر رخصتی اور بعض نے ذالحجہ کی یکم و ششم اور محرم کی یازدہم بھی بتائی ہے چونکہ نکاح فلک کے چالیس روز بعد دنیا میں عقد ہوا ہے اگر اسکا خیال رکھتے ہوے روایات میں توفیق کی جائے تو یکم ذالحجہ سے یازدہم محرم تک یہ تعداد پوری ہوجاتی ہے اور یہیں ایک عقد فلکی اور ایک عقد ارضی کی تاریخ ہوگی روز عقد خود امیرالمومنینؑ نے خطبہ پڑھا جسکو مناقب میں نقل کیا گیا ہے نکاح کے اُنتیس روز گزر گئے مگر امیرالمومنینؑ نے رخصتی کا تقاضا نہیں فرمایا حضرت عقیل نے اصرار کیا تو آپ نے حضرت ام سلمہؓ سے فرمایا اور اُنھوں نے آنحضرتؐ کے گوش زد کیا آنحضرتؐ نے فرمایا کہ میں منتظر تھا کہ خود علیؑ کہیں۔ ام سلمہؓ نے عرض کی کہ وہ شرماتے ہیں آپ نے فرمایا کہ اچھا اپنے حجرہ کو آراستہ کرو۔

یہ محل نظر ہے کہ ام سلمہ سے آپ نے اُنکے حجرہ کی آراستگی کے لئے فرمایا ہو اس لئے کہ اُسوقت تک ام سلمہ کے شوہر اولی زندہ تھے البتہ اُن کا آنا جانا بحیثیت قرابت ممکن ہے حقیقت یہ ہے کہ اسوقت امیرالمومنینؑ نے ایک چھوٹا سا مکان آنحضرتؐ سے قریب کرایہ لے لیا تھا اور اسی مکان کو آپؐ نے آراستہ کیا تھا صحن میں نرم نرم ریت بچھائی تھی اور بکری کی کھال کا فرش کیا گیا تھا ایک دیوار سے دوسری دیوار تک لکڑیاں باندھ کر اُسپر کپڑے لٹکائے تھے اسی مکان میں زفاف فاطمہؑ واقع ہوا ہاں تھوڑے دن مشکل گزرے تھے کہ آنحضرتؐ کو اتنی دوری شاق ہونے لگی اور ایک روز فاطمہؑ کے پاس آئے کہ بیٹی دل چاہتا ہے کہ تم پھر میرے ہی پاس چلی آؤ کہا بابا مختصر سے مکان میں کیونکر بسر ہو گی اس سے تو یہی اچھا ہے کہ آپ حارثہ بن نعمان سے کہیے جہاں اُنھوں نے آپ کو اور مکان دیے ہیں وہاں ایک میرے لئے بھی دیدیں آنحضرتؐ نے فرمایا کہ بیٹا اب اُنسے تو کہتے بھی شرم آتی ہے۔ مگر جب

حارثہ بن نعمان کو یہ خبر ہوئی تو وہ بیتابانہ حاضر خدمت ہوئے اور عرض کی کہ مولا میں اور میرے مکان سب آپ ہی کے ہیں آپ کا لے لینا آپ کے چھوڑ دینے سے مجھے محبوب تر ہے آپ سیدہ کو بلا لیجیے آپ نے فرمایا کہ اے حارثہ تم سچ کہتے ہو خدا تم کو برکت دے یہ مکان آنحضرت کے مکانات کے عین وسط میں تھا اسلیے کہ جب حضرت عبداللہ ابن عمر ابن خطاب سے حضرت عثمان و حضرت علیؑ کا امتیاز مراتب پوچھا ہے تو آپ نے اسی مکان کی طرف اشارہ کرکے فرمایا تھا کہ مکان سے مکین کے مرتبہ کا اندازہ کر لو دیکھو نا کہ ان کا مکان وسط بیوت پیمبرؐ ہے اور اسی مکان کا دروازہ مسجد نبوی میں کھلا رہا ہے یہ ایسے محل پر واقع تھا کہ صحن مسجد میں سے گزرنا ضروری تھا یہ واقعہ اسوقت کا ہے جب آنحضرتؐ نے ابو ایوب انصاری کے مکان میں رہنا ترک فرما دیا تھا۔

جب امیرالمومنینؑ مکان کو آراستہ فرما چکے تو آنحضرت خود بنفس نفیس اہتمام میں مشغول ہوئے بنی ہاشم کے زن و مرد کو مدعو کیا گیا۔ ام سلمہؓ دلہن بنانے بیٹھیں تو پوچھا بی بی تمھارے پاس کچھ سامان خوشبو بھی ہے فرمایا کہ ہاں کچھ ذرات خوشبو جو دحیہ کلبی کے لباس سے گر گر رہ جاتے تھے وہ میں نے ایک شیشی میں جمع کر لئے ہیں۔ چونکہ جبرئیلؑ امین دحیہؓ کی صورت میں آتے تھے اور ہوا یہ جبرئیلؑ مشک جنت اپنے ساتھ لایا کرتی تھی اسلیے اس مشک سے خوشبو کی گئی اور پھر آنحضرتؐ نے خود اپنے ناقہ پر سوار کیا اور خود مہار ناقہ تھام کر تکبیریں کہتے ہوئے لیچلے بنی ہاشم جو پھیلے ہوئے تھے سمٹ آئے اسد الرسول سید الشہدا حضرت حمزہ و ابن عم رسول حضرت عقیل و عم رسول حضرت عباس نے تلواریں کھینچ لیں اور محمل کو اسطرح سایۂ شمشیر میں لیچلے جس طرح ایک معزز عربی دوشیزہ کو لیجا سکتے ہیں بنی ہاشم کے بعد انصار و مہاجرین کے صفوف تھے اور انکے بعد ازواج النبی مثل حضرت عائشہ و حضرت حفصہ اور زنان انصار مثل معاذہ ام معاذ و ام سلمہ رجز و تہنیت خوانی میں مصروف تھیں چونکہ مسلمانوں پر پے در پے مصائب

گزرنے کے بعد اس شادی نے مُنہ دکھایا تھا اسلیے انصار نے نہایت فراخدلی و عالی حوصلگی سے اس مسرت میں آنحضرتؐ کا ساتھ دیا۔ مردانِ انصار میں کسی نے مکان دیا کوئی ولیمہ کے لئے کچھ لایا کسی نے خود ہدیۃً کچھ پیش کیا کسی نے اپنی عورتوں کے ذریعہ سے براہ راست دولھن کی خدمت میں کچھ تحفہ بھیجا مگر یاد رہے کہ یہ دینے والے انصار تھے ان میں کسی دولتمند مہاجر کا پیسہ صرف نہیں ہوا ہے خدا کا شکر ہے کہ عترت رسولؐ اس احسان سے بچی رہی ورنہ آج خدا جانے کیا کیا الفاظ سُننا پڑتے! رہے انصار اُن کا اور رسولؐ و عترت رسول کا چولی دامن کا ساتھ تھا وہ صرف خوشی ہی میں اہلبیتؑ کے ساتھ نہیں رہے بلکہ مظلومیت میں بھی اُنکے کاندھے پر بار کا بوجھ رکھا گیا۔

چنانچہ سعد ایک گوسفند لائے اور ایک ناصر آرد گندم لایا اور آنحضرتؐ نے خود بیٹھکر گوشت صاف کیا امیرالمومنینؑ فرماتے ہیں کہ مجھے اس حالت میں بھی آنحضرتؐ کے دست مبارک پر اثر خون نظر نہ آتا تھا۔ آنحضرتؐ نے کھانے کا سامان درست فرماکر امیرالمومنین سے فرمایا یا علیؑ جاؤ دعوت دے آؤ آپ مسجد میں آئے تو اُسکو مجمع سے لبریز پایا شرم آئی کہ کسکو بلاؤں اور کس کو نہ بلاؤں آپ نے پکار کر فرمایا کہ اے اہل اسلام ولیمہ بنت رسول میں شرکت کرو۔ کہا جاتا ہے کہ مدینہ بھر اُلٹ پڑا مگر نہ کھانے والوں نے کمی کی اور نہ برکت دست مبارک آنحضرتؐ نے یہاں تک کہ سب سیر ہو گئے۔

جب دولھا دولھن قریب قریب بیٹھے تو آنحضرتؐ نے سیدہؑ کا ہاتھ علی کے ہاتھ میں دے کر فرمایا بارك الله فى ابنة رسول الله پھر آنحضرتؐ واپس تشریف لیگئے اور فرما گئے کہ جب تک میں نہ آلوں دونوں نہ بیٹھیں قریب شام پھر تشریف لائے اور دروازے پر ٹھہر کر پوچھا کہ کیا میرا بھائی (علیؑ) ہے ام ایمن نے دروازہ کھولتے ہوئے عرض کی یا رسول اللہ آپ اب بھی بھائی ہی فرمائے جائیے گا یعنی اب تو علیؑ داماد ہوچکے

آنحضرت نے فرمایا ہاں ام ایمن ایسا ہی ہے یعنی خدائی رشتہ کو میں توڑنے والا کون پھر

آپ نے ایک پرچھائیں دیکھ کر پوچھا کہ کیا یہاں اسماء بنت عمیس بھی ہیں اسماء نے بڑھ کر

عرض کی ہاں میں بھی حاضر ہوں آپ نے پوچھا کہ کیا بنت رسولؐ کی خدمت کرنے کو

آئی ہو کہا ہاں مولا اسوقت عورت کو عورت ہی کے خدمات درکار ہوتے ہیں یارسول اللہ

میں وقت وفات خدیجہ حاضر تھی اُسوقت میں نے دیکھا کہ وہ فاطمہؑ کو دیکھ دیکھ کر اور اسوقت

کو یاد کر کر کے رو رہی تھیں میں نے سبب پوچھا تو کہا کہ فاطمہؑ دولھن بنے گی تو کون ساتھ جائیگا

(حیرت ہے کہ جسکی تین سگی بہنیں موجود ہوں اُسکی ماں اتنی بے آس ہو) میں نے جب یہ

سُنا تو وعدہ کیا کہ میں آپ کی طرف سے خدمت کے لئے حاضر ہونگی چنانچہ آج وہ وعدہ

پورا کرنے آئی ہوں آنحضرتؐ نے یہ سُن کر دعائے خیر دی۔

پھر آنحضرت گھر میں تشریف لائے اور پانی طلب[له] کر کے اُسمیں کُلّی فرمائی سیدہ کو

اور علیؑ کو طلب کیا پھر وہ پانی علیؑ کے سر و بازو پر پہلے چھڑکا اتنے میں سیدہ شرم سے لڑکھڑاتی

ہوئی آئیں آنحضرت نے آپ کے سینہ و سر پر بھی وہی پانی چھڑک کر فرمایا اللّٰھم انھما

احب خلقك اليّ فاحبھما و بارك في ذريتھما واجعل عليھما منك حافظا

واني اعيذ ھما و ذريتھما من الشيطان الرجيم الٰہی تیری مخلوق میں یہی دو محبوب

محبوب تر ہیں تو بھی ان دونوں کو محبوب رکھ انکی اولاد میں برکت دے اور ان کا

نگہبان رہ اور میں ان کو اور ان کی ذریت کو شیطان رجیم سے تیری پناہ میں دیتا ہوں

اس دعا کے ایک حصہ کی مقبولیت تو عالم بھر کا مشاہدہ بن گئی ہے یعنی بارك في ذريتھما

دنیا میں کسی ماں کی اولاد اسقدر تباہ و برباد و قتل و اسیر نہیں ہوئی جسطرح سیدۂ عالم کی

کی ذریت قتل کی گئی مگر آج دنیا میں کوئی گوشہ ایسا نہیں ہے جس میں بکثرت سادات صحیح النسب

و بنی فاطمہؑ موجود نہوں اور انشاء اللہ تاقیامت رہینگے اور اپنے اہل شفقت دوستوں کے خلاف

له مناقب و طبقات ج ۸ ص ۱۲ باختلاف لفظ

مقصود پڑھتے جائینگے کاش سادات کرام اپنے ماں باپ کے مناقب پڑھیں اور اُن کی
افضلیت پر ایمان لائیں اور اپنے دوست و دشمن کو پہچانیں اور اُنکے اسوۂ خیر کی متابعت کریں
اسکے بعد آنحضرتؐ نے فرمایا[1] مرحبا بحرین یلتقیان ونجمین یقترنان ثم خرج
الی الباب یقول طہر کما وطہر نسلکما انا سلم لمن سالمکما وحرب لمن حربکما
استودعکما اللہ واستخلفہ علیکما مرحبا اُن دو دریاؤں پر جو مل گئے اور اُن دو ستاروں
جن کا قران ہوگیا پھر دروازے تک یہ کہتے ہوئے تشریف لائے کہ تم دونوں اور تمھاری نسل
پاک ہوگئی اُن سے میری بھی صلح ہے جن سے تمھاری صلح ہے اور اُن سے میری بھی جنگ
ہے جن سے تمھاری جنگ ہے تم کو خدا کے سپرد کرتا ہوں اور وہی تمھارا نگران ہے۔ شب زفاف
فاطمہؑ بقولؓ ابن عباس ہزاروں ملک زمین پر نازل ہوئے اور صبح کو آنحضرتؐ پھر تشریف لائے
تو ایک پیالہ دودھ کا لیے ہوئے پہلے اسکو سیدہؑ کے سامنے بڑھا کر فرمایا تمھارا باپ تم پر فدا
ہو پی لو پھر علیؑ کی طرف بڑھا کر کہا تمھارا ابن عم تم پر فدا ہو پی لو۔

نکاح کے بعد کی قیامتیں | ہم کو یقین تھا کہ صاحبہ باطن حضرات میں اگر کچھ شکر رنجی انکا
رسولؐ سے ہو بھی گئی ہوگی تو اُس نے تلخکامی کی صورت مدتوں تک اختیار نہ کی ہوگی مگر
ہم کو افسوس ہے کہ ان مراسم کے ختم ہوجانے کے بعد عتاب و خطاب شروع ہوگئے اور آتش
محرومی کا ڈالا ہوا چھالا زبان پر حرف شکایت بنگیا آخر آنحضرتؐ کو فرمانا پڑا کہ میں نے نہ تم کو
روکا اور نہ علیؑ کے ساتھ تزویج کی بلکہ جو کچھ کیا وہ خدا نے کیا اور میرے اوپر تو جبرئیلؑ نازل
ہوئے اور اُنھوں نے کلام خالق نقل کیا کہ اگر ہم علیؑ کو خلق نہ کرتے تو تمھاری بیٹی کا کوئی
کفو برابر کا جوڑا روے زمین پر آدم سے اینندم تک نہ تھا۔

آنحضرتؐ سے مایوسی کے بعد مردوں کی جگہ سیدہ پاس عورتیں آنے لگیں خدا جانے یہ
عورتیں کون تھیں مگر پیغام دینے والوں کی کم از کم شناسا ضرور تھیں عجب نہیں کہ ان کا

[1] مناقب ج ۲ ص ۲۲ ... بحار الانوار ... [illegible]

خیال ہو کہ اب کنوار پنے کی شرم و حیا تو باقی نہیں ہے ممکن ہے کہ سیدہ اپنے اختیار سے

کام لیں چنانچہ اُنھوں نے آ کر کہنا شروع کیا کہ اے سیدۂ عالم تمھارے باپ کو فلاں نے

اور فلاں نے پیام دیا مگر اُنھوں نے اُن سے تو انکار کر دیا اور ایک محتاج اور غریب آدمی کے

ساتھ عقد کر دیا جو کچھ بھی نہیں رکھتا یہ سُن کر سیدہ رونے لگیں اور آنحضرتؐ سے یہ واقعہ

بیان فرمایا آپ نے فرمایا کہ اے سیدہؑ لقد انکحتک اکثرھم علما و افضلھم حلما

و اولھم سلما میں نے تمہارا نکاح اُس شخص سے کیا ہے جو اُن سب سے علم میں زیادہ تر

حلم میں بہتر و افضل اور اسلام میں اول ہے۔ اس حدیث کو اگر بے تناسب واقعہ دیکھے گا

و ضمیر جمع عہد آنحضرتؐ کے تمام مسلمانوں کی طرف راجع ہو گی اور اگر مناسبت واقعہ کا

خیال فرمایا جائے گا تو صرف سیدہ کے پیام دینے والے مرجع ہوں گے۔

اسقدر اور بھی قابل غور بات ہے کہ آپ ان واقعات کو سلسلہ سے دیکھ رہے ہیں

اور یہ سمجھ رہے ہیں کہ یہ دو چار روز کے اندر کے باہم واقعات ہیں درانحالیکہ طرز تحریر نے یہ سلسلہ

پیدا کر دیا ہے ورنہ واقعات میں بُعد ہے جس سے یہ اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ یہ ملال ظاہر بظاہر بعد تک

آیا ہے تو باطن کے امتداد کا حال خدا جانے ہم نہیں کہہ سکتے کہ کون کون سے آئندہ واقعات

کس کس جذبہ کے ماتحت تھے۔

اولاد حسنؑ و حسینؑ و محسنؑ[1] زینب و ام کلثوم۔ امام حسنؑ کو حضرت خال المومنین معاویہ بن

ابوسفیان نے زہر دلوایا امام حسینؑ کو حضرت یزید بن معاویہ نے ذبح کرایا حضرت زینبؑ کا

عقد عبداللہ بن جعفر و حضرت ام کلثومؑ کا عقد محمد بن جعفر سے ہوا ان کا تذکرہ انشاءاللہ آئندہ

صفحوں میں ہو گا حضرت محسن کا تذکرہ بھی آئندہ ہو گا۔

کلام مجید کی مدح سرائی حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ آیہ تطہیر میرے گھر میں نازل ہوئی اللہ دوقت

لہ اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ ج ۵ صفحہ ۵۲۰ ؎۲ سراج الوہاج شرح صحیح مسلم ابن حجاج صفحہ ۴۶۴ و استیعاب ۱۷

؎ تذکرہ سبط ابن الجوزی ۱۲ ؎۳ اسد الغابہ ج ۵ صفحہ ۴۲۱ و شرح صحیح مسلم سراج وہاج صفحہ ۴۶۶

نزول آنحضرت نے علی و فاطمہ و حسن و حسین علیہم السلام کو بلا کر ایک جا جمع کیا اور فرمایا اللھم ھولاء اھلبیتی (الٰہی یہ میرے اہلبیت یہی ہیں) میں نے عرض کی فما انا من اھل البیت قال بلی انشاءاللہ کیا میں اہل بیت سے نہیں ہوں فرمایا کہ ہاں اگر خدا نے چاہا یعنی اہلبیت کے شمار میں اضافہ یا کمی یہ صرف خدا پر منحصر ہے دوسری روایت کی بنا پر آپ نے صاف صاف فرمادیا قفی علی مکانک انت علی الخیر تم اپنی جگہ ٹھہری رہو تم سبیل خیر پر ہو مگر اہلبیت میں داخل ہونے کی گنجائش نہیں ہے۔ آیہ تطہیر نازل ہونے کے بعد سے چھ ماہ تک آنحضرت[ص] روزانہ نماز صبح کے وقت دروازۂ سیدہ پر آواز دیتے تھے الصلوۃ یا اھل بیت محمد انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا اے اہلبیت محمد نماز کا وقت آگیا یقیناً خدا چاہتا ہے کہ اے اہلبیت تم کو رجس سے پاک اور طاہر کردے جو پاک کرنے کا حق ہے

مقام مباہلہ میں آل رسولؐ پر لفظ اہل بیت کا اطلاق اور بھی واضح ہوگیا جب نصاریٰ نجران سے حضرت عیسیٰ[ع] کے متعلق آپ سے مباہلہ ہوا یہ مباحثہ اور تحقیق حق کی آخری صورت خدا نے بتائی تھی اور حکم ہوا تھا کہ اے رسول[ص] اگر دلائل و براہین پر بھی یہ لوگ عیسیٰ کو ابن اللہ ماننے پر اڑے ہوئے ہیں تو قل تعالوا ندع ابنائنا و ابنائکم و نسائنا و نسائکم و انفسنا و انفسکم ثم نبتھل فنجعل لعنۃ اللہ علی الکاذبین کہدو کہ آؤ ہم اپنے بیٹوں کو بلائیں اور تم اپنے بیٹوں کو بلاؤ اور تم اپنے بیٹوں کو اور ہم اپنی عورتوں کو بلائیں اور تم اپنی عورتوں کو اور تم اپنے ان لوگوں کو بلاؤ جو تمہیں مثل اپنی جان کے ہیں اور ہم اپنے ایسے ہی لوگوں کو اور پھر ہم تم بددعا کریں اور جھوٹوں پر خدا کی لعنت قرار دیدیں۔ یہ بددعا کا روز جب طے ہوچکا تو آنحضرت[ص] اسطرح برآمد ہوئے کہ امام حسن[ع] آپ کے ہاتھ کی انگلی پکڑے ساتھ تھے اور امام حسین[ع] آپ کے کاندھے پر تھے یہ ابنائنا کے زندہ معنی تھے اور نسائنا کی معنویت پوری کرنے کو سیدۂ عالم برقعہ پوش آپ کے پس پشت تھیں اور

لہ تذکرہ سبط ابن جوزی اسد الغابہ ص۲۲

... کے اظہار ... سب سے آخر تھے - آپ جب میدان میں پہونچے تو آپ نے

فرمایا اللھم ھولاء اھل بیتی خداوندا میرے اہلبیت یہی ہیں - ہم کو سخت تعجب ہے

کہ اس بڑے وقت حلقہ محبت میں سے کوئی بزرگ نہ خود آنحضرت ؐ کے ساتھ آئے نہ خواہش

ظاہر فرمائی نہ آنحضرت ؐ نے خود ساتھ لیا کیا نقصان ہوتا اگر نفس رسول کا خوبصورت

خطاب حاصل ہوجاتا اور ازواج نبی میں سے بھی کوئی بی بی ہمراہ نہ آئی دہنا تحالیکہ آنیوالوں

کے ساتھ اگر یہ حضرات بھی ہوتے تو کلام مجید کے معنوں میں نقصان نہ پیدا ہوتا ضمیر جمع

ہر شخص کو اپنی گود میں لے لینے کے لئے تیار تھی ہم تو بحمدہ خوش عقیدہ ہیں لیکن اس مقام پر

بعض لوگ کہہ دیتے ہیں کہ نصاریٰ کی بددعا کا یہ خوف تھا کہ مقابل میں نہ آئے اور یہ خوف

حسبقدر زیادہ تھا اُسیقدر القان رسول اللہ کم واللہ اعلم بالصواب تفسیر جلالین[1] میں ہے

کہ ہمراہی میں صرف فاطمہ ؑ و علی ؑ و حسن ؑ و حسین ؑ ہی تھے سچ ہے جگر جگر ہے دگر دگر ہے۔

مناقب } حضرت صدیقہ کبریٰ فاطمہ زہرا ؑ کی شان میں آیات بکثرت ہیں جنکی تفصیل ہماری

دوسری تصنیف "قران النسا" میں موجود ہے یہ مقام طول نہیں ہے سیدہ[2] علیل تھیں آنحضرت ؐ

عیادت کو تشریف لائے مزاج پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ درد میں مبتلا ہوں اور اسپر یہ مصیبت کہ

کھانے کو بھی کچھ نہیں ہے آنحضرت ؐ نے فرمایا کہ کیا تمہاری خوشی کیلئے یہ کم ہے کہ تم دُنیا بھر کی عورتوں کی

سردار ہو سیدہ نے پوچھا کہ یہ لقب تو حضرت مریم ؑ کا تھا آپ نے فرمایا کہ وہ اپنے زمانہ کی

عورتوں کی سردار تھیں اور تم اپنے زمانہ کی عورتوں کی سردار ہو خدا کی قسم اسی سے تو میں نے

تمہارا نکاح اُس سے کیا جو دُنیا کا بھی سردار ہے اور آخرت کا بھی صاحب سراج[3] وہاج میں

مطالب صحیح مسلم ابن حجاج لکھتے ہیں کہ چونکہ اُمت محمدیہ تمام امم سابقہ سے افضل ہے اسلیے فاطمہ ؑ زہرا

سیدہ نسا بنی اسرائیل مریم اور اُنکے ماسوا آسیہ وغیرہا سے بھی افضل ہیں آنحضرت ؐ نے فرمایا

فاطمة[4] بضعة منی فمن اغضبها فقد اغضبنی واستدل[5] بهذا السهیلی علی من سبها

---

[1] جلالین مع کمالین مطبوعہ دہلی ص۵۱ [2] استیعاب ص۱۷۱ [3] سراج وہاج ص۴۶۵ [4] صحیح بخاری شریف ص۵۳۲ و اسد الغابہ ۵۲۲ [5] سراج وہاج ص۴۶۵

فانه یکفر وانها افضل بناته سہیلی نے اسی حدیث سے استدلال کیا ہے کہ فاطمہ کی سب کرنیوالا کافر ہے اور فاطمہؑ آنحضرتؐ کی سب بیٹیوں سے افضل ہیں۔

آنحضرتؐ[1] جب کسی سفر سے واپس آتے تھے تو خدا کے گھر میں دو رکعت نماز پڑھ کر پہلے سیدہ کے گھر میں آلیتے تھے تو پھر کہیں اور جاتے تھے ایک روز آنحضرتؐ[2] تشریف لائے تو امیر المومنینؑ آرام کر رہے تھے امام حسنؑ نے پانی مانگا پھر امام حسینؑ نے بھی پانی مانگا آپ خود اُٹھے اور دودھ دوہ کر لائے پہلے امام حسنؑ کو دیا سیدہؑ نے عرض کی کہ بابا شاید آپ حسینؑ سے زیادہ حسنؑ کو چاہتے ہیں آپ نے فرمایا نہیں یہ نہیں ہے مگر حسن نے پہلے پانی مانگا تھا ثم قال انا وایاک وھذین وھذا الراقد فی مکان واحد یوم القیامه پھر فرمایا کہ میں اور تم اور یہ دونوں اور یہ سونے والے (علیؑ) قیامت میں ایک ہی منزلت پر ہونگے آپؐ[3] نے علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ کے لئے فرمایا انا حرب لمن حاربکم و سلم لمن سالمکم جس سے تمہاری جنگ ہے میری بھی جنگ ہے اور جس سے تمہاری صلح ہے اُس سے میری بھی صلح ہے۔ علامہ سیوطیؒ[4] لکھتے ہیں و سال ربه ان لا یدخل النار احدا من اھلبیته فاعطاہ ذلک ویومر اھل الجمع لغض ابصارھم حتی تمر[5] ابنته علی الصراط وانه اول من یقرع باب الجنة واول من یدخلھا ولعبدہ ابنته آنحضرتؐ نے دعا فرمائی کہ اُنکے اہلبیت میں سے کوئی ایک بھی داخل نار دوزخ نہ کیا جائے اور یہ قبول ہوا اور اہل حشر کو آنکھیں بند کرنے کا حکم دیا جائے گا تا کہ اُنکی بیٹی (فاطمہؑ) صراط پر سے گزر جائیں سب سے پہلے آنحضرتؐ جنت کا دروازہ کھٹکھٹائیں گے اور داخل جنت ہوں گے انکے بعد اُنکی بیٹی (فاطمہ) علامہ سیوطی حدیث غضب فاطمہ کو لکھتے ہوئے لکھتے ہیں کہ یہ بھی مشکوک ہے کہ عام سیدانیوں[6] پر دوسرا نکاح بھی جائز ہے یا نہیں یعنی سیدانی جو نسبت فاطمہؑ ہے اسکو جب نکاح ثانی سے رنج ہوگا تو اولاد ہونے کے سبب سیدہ کو بھی رنج ہوگا

---

[1] استیعاب ۱۷۰ و اسد الغابہ ۵۲۲ [2] اسد الغابہ ۵۲۳ [3] ایضاً [4] انموذج اللبیب فی خصائص الحبیب

جو وجہ غضب رسول ہے علامہ موصوف کہتے ہیں کہ ظاہر ہے جو رعایت احیار کو خوش

کرتی ہے وہی اموات کو۔ ہم کو صرف اسقدر اشارہ مقصود ہے کہ اب انہدام گنبد مزار فاطمہؑ

کے متعلق کیا خیال ہے اور جب اُنکی بعید اولاد کا رنج اُن کا رنج ہے تو اُنکے شوہر کی سب وشتم

کرنے والوں اور اُن کو ایذا پہونچانے والوں کے لئے کیا تجویز کیا جائے گا وان اللہ فی اعلی

ذروۃ الجنۃ اُن کی اولاد جنت کے اعلی درجہ میں ہوگی وفی الحدیث مثل اہل بیتی

کمثل سفینۃ نوح من رکبھا نجی ومن تخلف عنھا غرق حدیث میں ہے کہ آنحضرتؐ نے

فرمایا کہ میرے اہلبیت کی مثال کشتیٔ نوح کی ہے جو اُسمیں بیٹھا اُس نے نجات پائی اور جس نے

منھ پھیرا وہ غرق ہوا وان من تمسک بھم وبالقران لم یضل جس نے اہلبیت اور قرآن

سے تمسک کیا وہ گمراہ نہوگا وانھم امان للامۃ من الاختلاف اور اہلبیت اختلاف کی

حالت میں امت کی اماں ہیں " یعنے دو فریقوں میں جدھر اہلبیت ہوں وہی فریق حق پر ہے"

وانھم سادۃ اہل الجنۃ اور وہ سب سردار اہل جنت ہیں وان من ابغضھما دخل

النار خدا اُن کے دشمن کو نار دوزخ میں ڈالے گا ولا یدخل قلب احد الایمان

حتی یحبھم للہ ولقرابتھم منہ اور کسی کے دل میں ایمان داخل ہی نہوگا جبوقت تک

اہلبیت کو خدا کے لئے اور قرابت رسول کے لحاظ سے نہ چاہے وما منھم الا ولہ شفاعۃ

یوم القیامۃ اہلبیت میں سے ہر ایک یوم قیامت شفاعت کرے گا۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے آنحضرتؐ سے اتنا مشابہ کسی کو نہیں دیکھا جسطرح

فاطمہؑ کلام میں مشابہ تھیں جب فاطمہؑ آتی تھیں تو آنحضرتؐ اُٹھ کر پیشانی کے بوسے لیتے

تھے اور مرحبا کہتے تھے اسیطرح آپؓ ہی سے روایت ہے کہ میں نے فاطمہ سے زیادہ سچا کسی کو

نہیں دیکھا اور اگر کوئی ہو سکتا ہے تو اُنھیں کے باپ (آنحضرت) ہونگے ایک روز جمیع ابن عمیرؓ

نے حضرت عائشہ سے پوچھا کہ آنحضرتؐ سب سے زیادہ کس کو چاہتے تھے آپ نے فرمایا فاطمہؑ کو

پھر اُنھوں نے پوچھا کہ اور مردوں میں فرمایا اُنکے (فاطمہؑ) شوہر (علیؑ) کو۔ ایک دن خود سیدۂ عالم نے پوچھا کہ آپ مجکو زیادہ چاہتے ہیں یا علیؑ کو فرمایا تم اُن سے محبوب تر ہو اور وہ تم سے عزیز تر ہیں۔

عام حالت آپ کی تنگدستی انتہا کی تھی یہاں تک کہ فاقوں پر فاقہ کی نوبت آتی گھر کے باہر کا کام علیؑ کرتے تھے اور گھر کے اندر کا فاطمہؑ۔ ایک روز آنحضرتؐ سے خادمہ یا کنیز کی فرمائش کی تو آپ نے فرمایا یہاں کی ایک کنیز چاہیے ہے یا وہاں کی ستر۔ دو نو خدا شناس زن و شوہر وہاں کی ستر کنیزوں پر راضی ہو گئے آپ نے تسبیح فاطمہ تلقین کی جسکو نہ ان دونوں نے زندگی بھر چھوڑا نہ اُنکے پیروان خاص مسلمان چھوڑتے ہیں ہر نماز کے بعد ہمارا یہ پہلا وظیفہ ہے اور کیوں نہو خدا کا ذکر نبی کا بتایا ہوا دو معصوموں کا آزمایا ہوا اب کیا تکلف ہے لیکن کچھ عرصہ کے بعد فضہؓ کو خدمت کیلئے آنحضرتؐ نے مقرر فرمایا جن سے ایک روز گھر کا کام لیا جاتا تھا اور دوسرے روز خود سیدہ بہ نفس نفیس تمام خدمات پورے کرتی تھیں جسمیں فضہ کے بھی ضروریات شامل تھے۔

کبھی کبھی آپؑ بھوک سے سخت بیچین ہو جاتی تھیں تو آنحضرتؐ تشریف لاکر شکم اقدس پر ہاتھ رکھ کر بھوک کی ایذا دفع فرماتے تھے اور کبھی آنحضرت بھوکے ہوتے تھے تو خانہ فاطمہ میں آتے تھے معلوم ہوتا ہے کہ اگر سیدۂ کے یہاں کھانا پکتا تھا تو کچھ نہ کچھ آنحضرتؐ کے لئے ضرور رہتا تھا ایک روز آنحضرتؐ تشریف لائے اور پوچھا سیدہ کچھ ہو تو دو کہ میں بھوکا ہوں آپ نے کہا بابا ہم سب کا بھی یہی حال ہے آنحضرتؐ واپس تشریف لیگئے تو حجرۂ عبادت سے بوئے طعام آئی آکر ملاحظہ فرمایا تو گرم گرم کھانا موجود تھا بچے بھیجے گئے کہ نانا کو بلا لاؤ حسنینؑ کے ہمراہ آنحضرتؐ تشریف لائے کھانا پیش ہوا تو آپنے پوچھا یہ کہاں سے آیا فرمایا ھذا من عند اللہ ان اللہ یرزق من یشآء بغیر حساب آنحضرتؐ نے دیا خدا کا

شکر ہے جس نے میری زندگی میں تم کو سیدہ بنی اسرائیل (مریم) کے مشابہ فرمادیا - آپ اکثر چکی پیسا کرتی تھیں اور اکثر اجرت پر ریشم یا سوت کاتا کرتی تھیں - ہماری بہنوں کو آج جن کاموں سے گریز ہے وہ انکی سرتاج حضرت بی بی کا شعار تھا اس اجرت میں عدالت کا خاص لحاظ تھا اگر فرض کرو کہ تین پاؤ یا تین سیر جو اجرتاً جو آپکو ریشم کی ایک مقدار صاف کرنے کے لئے ملتے تھے تو دن بھر میں جتنا ریشم صاف کرتی تھیں اُتنے ہی جو بھی صرف کرتی تھیں یعنے ایک حصہ ریشم صاف ہوا تو ایک پاؤ یا ایک سیر جو آپ نے صرف فرمائے اسمیں ایک سبق اور بھی ہے کہ کل کے بھروسے اور اُمید پر آج زیادتی نہ کرو اور تھوڑی چیز کو بھی مختلف حصوں میں تقسیم کرلو - باب مناقب فاطمہؑ میں موافقین و مخالفین سے اسقدر روایات ہیں کہ اس مختصر میں گنجائش نہیں سیرۃ فاطمہؑ خود ایک مستقل تصنیف چاہتی ہے بحمدہ اکثر صاحبانِ علم نے اس فرض کو پورا کیا ہے اور وہ کامیاب بھی ہیں لیکن اُردو کا خالی دامن چاہتا ہے کہ اسکو استقصا سے محروم نہ رکھا جائے جسکی اب بھی کمی ہے خیر دیکھا جائے گا -

وفات آنحضرتؐ اور سیدۂ عالم

کسی ایسے عزیز کی وفات جسکے متعلقین زیادہ ہوں مختلف دلوں پر جداگانہ اثر کرکے نہایت دردناک مناظر عبرت پیدا کرتی ہے آنحضرتؐ کی وفات ایک ایسے سرپرست کی وفات تھی جس سے بزرگ ہستی خدا کے بعد نظر نہیں آتی سے بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر - اسی تناسب سے آپ کے مرض میں تیمارداری کا انہماک عیادت کرنے والوں کا انبوہ وغیرہ کا تصور کیا جا سکتا ہے مگر ناظرین کو یہ معلوم کرکے تاسف آمیز حیرت ہوگی کہ ابتدائے مرض میں تو البتہ یہ سب کچھ تھا لیکن وقت جسقدر نزاکت کی حد پر پہونچتا جاتا تھا مجمع کم ہوتا جاتا تھا اور بھیڑ چھنٹتی جاتی تھی گویا تیمارداری تنہا اہلبیتؑ کے لئے چھوڑ دی گئی تھی ہم حضرت عباس بن عبدالمطلب کی تعریف کئے بغیر نہیں رہ سکتے کہ صرف فاطمہؑ و علیؑ کے ساتھ دینے والوں میں ایک یہ تھے ممکن ہے کہ لشکر اسامہ

جبل جب یمن سے آئے ہیں تو اُنھوں نے حضرت عائشہؓ سے دریافت کیا کہ آپ مجھ سے مرض آنحضرتؐ کی کیفیت بیان فرمائیے آپ نے فرمایا یہ حال تو فاطمہ زہراؑ بیان کرسکتی ہیں اسلیے کہ اول سے آخر تک وہی موجود تھیں اور مجھ سے تو دیکھا نہ جا سکا حضرت معاذ نے پھر یہ حالات امیر المومنینؑ و فاطمہ زہراؑ سے آکر معلوم کئے اسیطرح حضرت عمر سے کعب الاحبار نے آنحضرتؐ کی آخری وصیت دریافت کی تو آپ نے فرمایا یہ تو علیؑ کو معلوم ہوگی وہی اُسوقت موجود تھے پھر بھی ہم کو اعتراف ہے کہ حضرت عمر حضرت ابو بکر سے پہلے آ گئے تھے کیونکہ جن دو وقت حضرت ابو بکر کی طلبی بتائی جاتی ہے اُن دونوں وقتوں میں آپ غیر حاضر تھے کہا جاتا ہے کہ نماز عشا کیلئے آنحضرتؐ نے فرمایا کہ حضرت ابو بکر پڑھائیں وہاں حضرت ابو بکر موجود نہ تھے اسلئے حضرت عمر آگے بڑھ گئے آنحضرتؐ نے آپ کی تکبیر کی آواز سُنکر فرمایا ہرگز نہیں ہرگز نہیں ہرگز نہیں یہ امر قابل غور ہے کہ حضرت ابو بکر کی خلافت پر جو استدلال حضرت عمر نے خود پیش فرمایا ہے وہ نماز ہی کا پڑھوانا تھا لہذا معلوم ہوتا ہے کہ خلافت کو اکتسابی سمجھ کر حضرت عمر نے پہلے اپنے ہی لئے تجویز کیا تھا مگر ہزاروں حسرتیں ایسی کہ ہر حسرت پہ دم نکلے ، بہت نکلے مرے ارمان لیکن پھر بھی کم نکلے ۔ حضرت عمر کم از کم اُسوقت بھی موجود تھے جب خانہ رسالت کے باہر رونے کی آواز نے آنحضرتؐ کی سُنائی سُنائی ہے اسوقت حضرت عائشہ بھی آگئیں تھیں اور آپؓ کے ہمراہ زنان انصار منھ پیٹ پیٹ کر رو رہی تھیں انھیں آوازوں نے انصار میں بھی قیامت برپا کردی اور حضرت عمر نے بھی سُنا آپ لوگوںؓ سے لڑنے لگے اور فرمانے لگے کہ ہرگز آنحضرتؐ کا انتقال نہیں ہوا ہے جو کہے گا اُسکا سر کاٹ لوں گا بلکہ آنحضرتؐ حضرت موسیٰ کی طرح خدا کے یہاں گئے ہیں اور اُسی طرح واپس بھی آجائینگے اسوقت حضرت

۱؎ روضۃ الصفا ج ۲ ص ۲۳ ۲؎ ایضا ص ۲۲ ۳؎ تذکرہ سبط ابن جوزی تاریخ الخلفا ص ۴۲ ۴؎ حضرت عائشہ کا مُنھ پیٹنا سیرۃ ابن ہشام ص ۱۰۱۲ ۵؎ زنان انصار کا ماتم کرنا تذکرہ سبط ابن جوزی ۶؎ تذکرہ سبط ابن جوزی
[illegible]

ابوبکر تشریف لائے اور آنحضرت کی صورت دیکھ آنے کے بعد آپ نے حضرت عمر کو اس ناجائز عقیدہ سے روکا اور باآواز بلند ارشاد فرمایا وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل افان مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم (محمد رسول ہیں انکے پیشتر بھی اور رسول گزر چکے ہیں تو کیوں اے اہل اسلام) اگر ان کا انتقال ہوگیا یا یہ قتل ہوگئے تو کیا تم اپنے پچھلے پیروں (کفر کیطرف) پلٹ جاؤ گے۔ حضرت عمر فرماتے ہیں کہ مجھے اسوقت ہوش آیا اور میں یہ سمجھا کہ گویا یہ آیت ابھی نازل ہوئی ہے ہم کو اس علم قرآن یا قرآن کے متعلق آپ کے حافظے پر بدگمانی نہ کرنا چاہیئے اور آپ کے اس انوکھے اعتقاد کو جو آنحضرت کی بقا کے متعلق تھا خوش عقیدگی سے افراط غم کا نتیجہ سمجھنا چاہیئے۔

غرض بڑے بڑے لوگ یوں علیحدہ تھے کچھ اپنے اہل وعیال میں چلے جاتے تھے کچھ بیرون داہل شہر سے مل کر آئندہ نتائج پر گفتگو میں مشغول تھے اور علیؑ وفاطمہؑ کی راتیں جاگ کر اور دن رو کر بسر ہو رہے تھے آنحضرت ؐ بےچین کروٹ لیتے تھے تو فاطمہ روتی تھیں آنحضرت ؐ کے چہرہ کا رنگ فاطمہ کے ہوش اڑائے دیتا تھا آپ اگر کراہ کر فرماتے تھے واکرباہ تو ساتھ ساتھ بیٹی بھی کہتی تھی واکرب ابتاہ آپ ہی کو یہ سنکر تسکین بھی دینا پڑتی تھی کہ بیٹا آج کے بعد پھر تمہارے باپ پر کوئی کرب نہ ہوگا کبھی کہتے تھے گھبراؤ نہیں تم ہی سب سے پہلے مجھے آکر ملو گی کبھی فرماتے کہ کیا اس پر راضی نہیں ہو کہ تم سیدہ زنان عالم ہو۔ امیرالمومنین گود میں لئے بیٹھے تھے حکم تھا کہ میرا سر گود میں رکھو میری روح نکلے تو اپنے ہاتھ پر لو اور اپنا ہاتھ چہرہ پر مل لو دیکھو علیؑ جبتک سپرد خاک نہ کر لینا میرے پاس سے ہٹنا نہیں دیکھو سب سے پہلے نماز بھی تم ہی پڑھنا حسنینؑ کے رونے کی ایک بات ہو تو کہی جائے محبوب نانا کا حال دیکھتے تھے تو روتے تھے باپ کا اترا ہو منہ دیکھتے تھے تو روتے تھے ماں کی فریاد سنتے تھے تو روتے تھے یہاں تک کہ روتے روتے نانا پر گر پڑے جلدی سے امیرالمومنینؑ

نے علیحدہ کرنا چاہا تو دیکھا آنحضرتؐ سینے سے لپٹائے ہوئے فرما رہے ہیں اے علیؑ رہنے دو ان کو میری خوشبو سونگھ لینے دو مجھے انکے جسم کی خوشبو سونگھ لینے دو انکو اپنی زاد مجھ سے لے لینے دو مجھے ان سے آخری زاد روحانی انسے لے لینے دو۔ سیدہ نے کہا باباؐ پھر اپنے بیٹوں کو کچھ دیتے جاؤ فرمایا اچھا حسنؑ کو اپنی ہیئت وسیادت دی اور حسینؑ کو اپنی سخاوت وشجاعت دی۔

آخری دن } صبح کو آنحضرتؐ نے افاقۃ الموت حاصل کیا نماز صبح کے وقت سامنےؐ کا پردہ ہٹا انصار کو نماز پڑھتے دیکھ کر مسکرائے انصار نے جو آنحضرتؐ کو کھڑے ہوئے مسکراتے دیکھا وہ خوشی ہوئی کہ قریب تھا کہ نمازیں توڑ توڑ کر آپ کی طرف پلٹ پڑیں مگر پھر پردہ ڈلوا دیا گیا اور ختم نماز کے بعد تشریف لائے اور اتنی بلند آواز سے کہ جو مسجد کے باہر آرہی تھی فرمانا شروع کیا۔

ایہا الناس سعرت النار واقبلت الفتن کقطع اللیل المظلم وانی واللہ ما تمسکون علیّ بشیٔ انی لم احلّ الّا ما احلّ القران ولم احرم الّا ما حرّم القران

ہاں اے گروہ ناس آگ بھڑک اٹھی اور فتنے اندھیری رات کی طرح بڑھ آئے (قریب ہو گئے) خدا کی قسم تم کسی شئے میں مجھے نہیں پکڑ سکتے (یعنی میں نے اپنے ذمہ کی تبلیغ پوری کردی اب چاہے مانو یا نہ مانو) میں نے کوئی شے حلال نہیں کی مگر وہی جسکو قرآن نے حلال کیا تھا اور اسطرح کوئی شے حرام نہیں کی مگر وہی جسکو قرآن نے حرام کیا تھا۔

اسمیں شک نہیں کہ اگر اس کلام کو ہم سقیفہ و غصب فدک کے ساتھ ملا کر دیکھیں تو نہ صرف بلاغت کی انتہا نظر آئے گی بلکہ یہ خبر غیب میں شمار ہوگا اور ایمان لانا پڑے گا نار کا ذکر تو ڈرانے کے لئے ہے اور فتنوں کی نزدیکی واضح کہ صرف چند گھنٹوں کے بعد پھر اسپر یہ قیامت کہ شب تار یک سے مشابہت دی ہے اسلئے کہ سقیفہ میں جو کچھ ہوا وہ رات اتاراتی ہوا حلال قران میراث پدر ہے وللذکر مثل حظ الانثیین جسطرح فدک میراث ہوا اور حرام قرآن غصب فدک ہے۔

۱۔ ابن سعد التاریخ ج ۲ ص ۲ تذکرہ سبط ابن جوزی ص ۹۳ سیرۃ ابن ہشام صفحہ ۱

[illegible]

کلام فصاحت و بلاغت محل و وقت کے لحاظ سے تعقل کے اس بلند مرتبہ پر ہو وہ آج سے پانچ روز پہلے یعنی پنجشنبہ[1] کو اس قابل تھا کہ اُسکو تحریری وصیت لکھوا دینے سے روک دیا اور حضرت عمر نے نہایت بیباکی سے فرمادیا کہ ان الرجل لیھجر[2] یہ آدمی ہذیان بک رہا ہے انا للہ و انا الیہ راجعون کاش وہ وصیت عمل میں نہ آتی کاش وہ تحریر آج ہی کی طرح صفحہ عدم کی زینت ہوتی مگر ہم مرتے وقت اپنے پیمبر کے لئے یہ الفاظ نہ سُنتے۔

اس فقرہ کی دو تاویلیں[3] بھی کی گئیں ہیں ایک یہ کہ ہجر سے مفقود ضد وصل ہے یعنی فقرہ کے معنی یہ ہونگے کہ یہ آدمی چھوڑ رہا ہے واضح ہے کوئی دوات و قلم کاغذ مانگے کوئی یہ جواب دے کسقدر بار لط بات ہو گی اور دوسری تاویل کیا ایک قسم کا عذر ہے کہ حضرت عمر سے اس فقرہ کی اُمید نہیں کی جا سکتی ممکن ہے کہ اس روایت کے راوی نے تدلیس کی ہو چونکہ یہ لکھکر بھی رجال و مجروح نہیں کیے جا سکے اسلئے فقرہ کا مدار اعتقاد پر ٹھہرا اور کسی کے اعتقاد میں مجھے اور آپ کو دخل دینے کا کیا حق سینکڑوں ہندو ہیں جو اپنے خدا کی ناف سے ایک درخت کے اُگنے کا اعتقاد رکھتے ہیں ہمارا فرض نہیں ہے کہ ہم کلہاڑی لئے درخت کی جڑ کاٹنے کیلئے دوڑتے پھریں - غرض وصیت تحریری تو عمل میں نہ آسکی جسکو ابن عباس رو رو کر فتنوں کی اور مصیبت کی جڑ بتاتے تھے اب تقریری وصیت اُسکا یہ حال ہے کہ سعید بن جبیر[4] سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے نماز کی تاکید کی وفود عرب کو خیرات دیتے رہنے کی وصیت دیا) یہود و نصاریٰ کو جزیرۂ عرب سے نکالدینے کی وصیت کی - تیسری وصیت کے متعلق راوی ناقل ہے کہ یا سعید بھول گئے یا بمصلحت بیان نہیں کی - اب اسمیں کوئی شک نہیں رہتا کہ اہل حق مصلحتوں کی قربان گاہ پر چڑھا دیے گئے اور حقوق رازداریوں پر نثار ہو گئے۔

---

[1] ابن ہشام صفحہ ۱۰۱۱ [2] تذکرہ سبط ابن جوزی [3] ایضاً [4] ایضاً [5] تذکرہ و روضۃ الصفاج صفحہ ۴۲۲ وغیرہ

ان تمام واقعات کا اثر کسی پر ہوا ہو کہ نہوا ہو لیکن مظلوم فاطمہؑ پر اسکی تاثیر گہری تھی
یہی سبب ہے کہ آنحضرتؐ کی وفات کے بعد پھر سیدہؑ کو کسی نے ہنستے ہوئے نہیں دیکھا اسلیے
کہ آپ کی تمام اُمیدیں جو اپنے یا اپنے شوہر اور اولاد کے متعلق تھیں وہ پامال ہوچکی تھیں یہ
وہ اُمیدیں تھیں جنکا حق شریعت اسلام شریعت امم سابقہ قانون عرف نے آپ کو دیا تھا
آپ میراث پدری کی تنہا مالک تھیں اور اسکی اُمیدواری فطری تھی اسلیے کہ شریعتِ
ابراہیمی جو آنحضرتؐ کے عہد سے پہلے تھی یا شریعت موسیٰؑ وعیسیٰؑ اُنھوں نے فاطمہؑ کو مایوس
نہ کیا تھا اگر قرآن کی آیت میراث میں آنحضرت کا استثنا ہوجاتا تو فاطمہؑ صبر کرلیتیں
کہ جسطرح قدیم شرائع کی اور باتیں منسوخ ہوئیں یہ بھی منسوخ ہوگی مگر خدا اور رسولؐ کسی نے
محروم نہیں کیا اور محروم کیا تو محلے والوں نے ۔

آنحضرتؐ کے بعد علامہ سپہر صاحب ناسخ شاید تاریخ خاصہ (شیعہ) پر اعتبار کرکے
یہ لکھ سکے کہ لوگوں نے باپ کی تعزیت میں بیٹی کو یاد کرنے کی زحمت گوارا کی تھی وہ آئے بھی
تھے اور تسلّی وتسکین کے الفاظ سے ایک ٹوٹا دل جوڑنے کی بھی سعی کی تھی اور اسی جلسہ میں سیدہؑ
عالم نے فرمایا تھا کہ تم سے کیونکر میرے باپ کو زیرخاک چھپایا جائیگا ہم کو اپنے قصور نظر کے
اعتراف کے ساتھ اس سے اختلاف ہے کیونکہ سیدہؑ عالم کا یہ سوال عام نہ تھا بلکہ صرف
انسؓ غلام رسولؐ سے تھا اور انس کی خدمتگزاری اُنکی حاضری کو خود فرض کرتی ہے اسلیے
اُنکا آنا تعزیت کے لیے نہیں کہا جاسکتا اور سوال کی نوعیت خود بتاتی ہے کہ اسکو کن لوگوں
سے متعلق ہونا چاہیے اسلیے کہ جب دولت نبوت خاک میں چھپائی جارہی تھی اُسوقت
عامہ اصحاب خلافت کی کشمکش میں مبتلا اور سقیفہ بنی ساعدہ میں جانشینی کے لیے مسند
بچھا رہے تھے جب اُن لوگوں کا وجود مقام دفن پر ہوتا تو یہ سوال بھی اُن سے کیا جاسکتا
تعزیت کے لیے اہل شہر اہل محلہ نے کوئی رسم ادا نہیں کیا اور غریب فاطمہ اسلیے کہ سب پھر موجود تھیں

۲۸ صفر سنہ ۱۱ھ روز دوشنبہ قریب بہ غروب آفتاب چراغ نبوت خاموش ہوا اور شب چہارشنبہ نصف شب کے بعد لحد منور پر داغہائے دل اسلام نے پہلے پہل چراغ قبر روشن کئے چونکہ زوال شمس رسالت تھا اسلیے نہ دن عروج پر تھا نہ مہینہ نہ آفتاب نہ مہتاب اور یہ رعایت شب دفن تک باقی رہی جب رات بھی ڈھل لی تو آمنہ کی گود کا چاند قبر کے مغرب میں پوشیدہ ہو گیا یکم ربیع الاول روز چہارشنبہ بیٹی باپؐ کی زیارت کو آئی اور مسند نبوت کی جگہ خاک کا بستر دیکھکر بیہوش ہو گئی آنکھ کھلی تو خاک قبر اٹھا کر سونگھی اور مرثیہ پڑھنا شروع کیے۔

ماذا[52] علی من شم تربۃ احمد   ان لا یشم مدی الزمان غوالیا
خاک قبر احمدؐ سونگھنے والے پر الزام نہیں ہے   اگر وہ بقائے زمانہ تک کوئی شے خوشبو کی نہ سونگھے
صبت علی مصائب لو انہا   صبت علی الایام صرن لیالیا
میرے اوپر وہ مصیبتیں ٹوٹیں کہ اگر وہ   مصیبتیں دنوں پر پڑتیں تو وہ سیاہ راتیں ہو جاتے

نفسی علی زفراتہا محبوسۃ   یا لیتہا خرجت مع الزفرات
میرا نفس اپنی آہوں میں خود الجھا ہوا ہے   (مگر آہیں تو نکل بھی جاتی ہیں) کاش یہ بھی انھیں کے ساتھ نکل سکتا
لا خیر بعدک فی الحیوۃ وانما   ابکی مخافۃ ان تطول حیاتی
آپ کے بعد حیات دنیا میں کوئی اچھائی نہیں ہے   میرا رونا اسی ڈر سے تو ہے کہ کہیں میری حیات طولانی نہ ہو

ادھر سیدہ کی زبان جب باپ کا مرثیہ سنا کر علیؑ و اولاد علیؑ سے ڈھلتے ہوئے آنسو صدمہ میں لے رہی تھی عین اسوقت حضرت ابوبکر تہنیت و مبارک باد خلافت کا لطف حاصل کر رہے تھے اگرچہ جسکو اجتماع کامل کہا جائے وہ نہوا تھا اور آپ کی کھلی مخالفت کرنے والوں میں جماعۃ[53] بنی ہاشم کل کی کل اور زبیر و عتبہ و خالد بن سعید بن العاص و مقداد و سلمان فارسی و ابی ذر و عمار یاسر و براء بن عازب و ابی بن کعب و ابوسفیان کے نام آسانی سے لیے جا سکتے تھے۔ چنانچہ عتبہ نے

۵۱ مناقب ج ۳ ص ۱۲۹ ۵۲ ناسخ ج ۳ ص ۵۱ ۵۳ المختصر فی احوال البشر ابو الفداء جلد اول ص ۳۰۶

تو نہ صرف نثر بلکہ نظم میں بھی اُس نام نہاد نمائندہ کانفرنس (اجتماع سقیفہ) کا خاکہ اُڑانا شروع کر دیا

ماکنت احسب ان الامر منصرف[1] | عن بنی ہاشم ثم منھم عن ابی حسن
ہم کو یہ گمان بھی نہ تھا کہ بنی ہاشم سے خلافت ٹلنے والی ہے | اور بنی ہاشم میں بھی خاص ابو الحسن علیؑ سے
عن اول الناس ایمانا و سابقہ | و اعلم الناس بالقرآن والسنن
پہلے ایمان لانے والے اور اُسکی طرف سبقت کرنیوالے | اور قرآن و سنت کے سب سے بہتر جاننے والے سے
و اٰخر الناس عھدا بالنبی و من | جبرئیل عون لہ فی الغسل والکفن
لوگوں میں سب سے آخر عہد آنحضرتؐ سے اور وہ | جنکے جبرئیل غسل و کفن آنحضرت میں مددگار تھے

جماعۃ بنی ہاشم ایک بڑی جماعت ہے (اور اس دنیا میں عربؐ اور عرب میں قریش اور قریش میں بنی ہاشم اور بنی ہاشم میں آنحضرتؐ کو منتخب کیا گیا ہے اور اُنکی عظمت اتنی شان رکھتی ہے کہ مجلس میں ایک دوسرے کی تعظیم کو اُٹھ سکتے ہیں و لکن لا یقوم بنی ھاشم من مقامھا بنی ہاشم پر کسی کی تعظیم فرض نہیں ہے) اُسکو خلاصۂ کائنات کہنا بدیہی ہے یہ کل جماعۃ اور جسقدر نام اوپر لکھے گئے یہ سب مخالفت کا دم بھر رہے تھے اور اجتماع ناتمام تھا انکے علاوہ انصار بھی اُسوقت تک مخالف تھے جب تک اُنکی رائے آزادی کی فضا دیکھ سکتی تھی لیکن جب اُنکی آزادی سلب کر لی گئی اور انصاف کے مقابل اسطرح قوت لائی گئی جسطرح جلیان والے باغ (امرتسر) میں برٹش سپاہی کو آزادی کا خون بہ بہ کر آسمان کا مُنہ دیکھنے لگا اور رائے عامہ میں یوں سکوت پیدا ہوا جیسے آج سوراجیوں میں لیکن قوت حق کو صرف خاموش کر سکتی ہے وہ فنا نہیں ہوتا اسوقت اور اِسوقت کے بعد سوراج مظاہرہ حق کرتا ہے اور کرتا رہیگا اور جس روز طاقت داروں کے بازو ناتواں پائیگا اُسوقت سارے ہندوستان کو اپنی برکات سے فیضیاب کر دیگا بالکل اسطرح علیؑ کا حق اگرچہ ہر ممکن قوت سے مغلوب کیا گیا اور برابر مغلوب ہوتا رہے مگر ایک روز محیط اسلام پر اسکے نشان کا پرچم ضرور لہرائیگا کیونکہ حق یہی ہے

[1] المختصر فی احوال البشر لابی الفدا مطبوعہ مصر صفحہ ۱۶۵ تفسیر درمنثور صفحہ ۵۳ الموزج اللبیب للسیوطی ۱۲

اور عتبہ وغیرہ پر منحصر نہیں آج بھی تعلیم یافتہ اور آزاد رائے رکھنے والے" سمجھی خیال کے لوگ علیؑ کے حق کو تسلیم کر رہے ہیں اگرچہ وہ شیعہ نہوں۔

سرسید احمد بانی علیگڈھ کالج اپنے ایک خط میں ذیل کی عبارت لکھتے ہیں ضد اور ہٹ دھرمی سے باز آؤ اور حق کے آگے سر خم کرنا شرافت نفس کی دلیل سمجھو ذرا دیکھو کہ علیؑ کا حق اُن کو تقسیم کار خلافت پر کیونکر مجبور کرتا ہے۔ قوم کا یہ فرد کامل نواب عماد الملک بہادر مرحوم کے نام خط کا سلسلہ جاری رکھتے ہوئے لکھتا ہے... کہ خلافتؓ کی نسبت بحیثیت انتظام ملکی کیا لکھا جائے اور کون لکھ سکتا ہے میں تو اُن صفات کو جو ذات نبوی میں جمع تھیں دو حصوں پر تقسیم کرتا ہوں ایک سلطنت اور ایک قدوسیت اول کی خلافت حضرت عمر کو ملی اور دوسری خلافت حضرت علیؑ و ائمہ اہلبیت کو یہ کہدینا تو آسان ہے مگر کس کو جرات ہے کہ اسکو لکھے حضرت عثمان نے سب چیزوں کو غارت کر دیا حضرت ابو بکر تو بڑے نام بزرگ آدمی تھے پس میری رائے میں ان بزرگوں کی نسبت کچھ لکھنا اور سور خانہ تحریرات کا تیر مشق بنانا نہایت نامناسب ہے جو ہوا سو ہوا جو گذرا سو گذرا

ہم نے جن الفاظ پر خط کھینچدیا ہے اُن پر ٹھنڈے دل سے غور کرو۔

اس ساسی عبارت نے یہ بتا دیا کہ سرسید احمد مرحوم کے خیال میں خلافت حقہ اور خلافت الٰہیہ کسی کے لئے نہیں لی گئی اور قدوسیت علی کے دروازے کو چومتی ہیں کی ہیں رہ گئی البتہ شاہی وہ خلفائے ثلاثہ حاصل کر سکے اور اُنھوں نے ایک مدت تک سلطنت کی اسمیں (خلفا کی شاہی میں) نہ کسی شیعہ کو کبھی عذر پیدا ہوا اور نہ کوئی ذیعقل عذر کر سکتا ہے یقیناً کسی نہ کسی طرح اُنھوں نے شاہی کی اور وہ بادشاہ تھے اگر تم بھی اس عقیدے کو تسلیم کر لو تو علیؑ کو خلیفہ بلافصل سمجھو اور پائیدار صلح سے اسلامی آبادی کو آرام حاصل کرنے دو۔ رہی شاہی وہ تیرہ سو برس نہیں جب سے اُسکا وجود پایا جاتا ہے اور جبتک پایا جائے گا جبرو

عصبب کا نتیجہ رہی ہے اور رہے گی۔ آج اگر انگریزی حکومت استحقاق سلطنت کی کوئی سند نہیں پیش کر سکتی تو مغلیہ خاندان اور چند نسبی راجاؤں کے پاس کونسا فرمان الٰہی موجود تھا کہ وہ بادشاہ بنے مزے کریں اور ہندوستان بھر غلامی کی ڈھیل کھینچا کرے۔

اسمیں عذر ناممکن ہے کہ اہلبیت کا حق تو قوت سے دبایا گیا اسلیے حضرت ابو بکر نے حضرت عمر کو بھیجا کہ وہ علیؑ کو بیعت کے لیئے حاضر کریں ثم ان ابا بکر بعث عمر ابن الخطاب الی علی و من معہ لیخرجھم من بیت فاطمۃ فقال ان ابوا فقاتلھم فاقبل عمر بشیء من نار علی ان یضرم الدار فلقیتہ فاطمۃؑ فقالت الی این یا ابن الخطاب اجئت لتحرق دارنا قال نعم
پھر حضرت ابو بکر نے حضرت عمر کو بھیجا کہ وہ علیؑ اور جو جو اُنکے ساتھ ہیں اُنکی طرف جائیں اور اُنکو فاطمہ کے گھر سے نکالیں اور حضرت ابو بکر نے یہ بھی حکم دیا کہ اگر وہ انکار کریں تو اُنکو قتل کر ڈالو حضرت عمر آگ لے کر بڑھے کہ گھر کو جلا ڈالیں اسوقت فاطمہؑ دروازے پر آئیں اور کہنے لگیں کہ اے خطاب کے بیٹے یہ کدھر کا قصد ہے کیا تو ہمارے گھر کو جلانے آیا ہے حضرت عمر نے کہا بیشک میں گھر جلا دوں گا۔ کیا ان الفاظ سے حضرت ابو بکر و عمر کا مظاہرہ قوت آشکار نہیں اور کیا اہلبیت کی مظلومیت واضح نہیں ہے اور کیا اُنکی آزادرائے کو آگ سے شعلہ فشاں کرنے کو نہیں کہا گیا یہ واقعہ اہل اسلام کے سلوک و رعایت کا ایک سیاہ نقشۂ عمل پیش کر رہا ہے اگرچہ شیعہ تاریخیں تو اس حد سے بھی آگے بڑھی ہوئی ہیں اور وہ حضرت عمر کے قول کو باب خانہ فاطمہ پر عمل پہنچاتے بتاتی ہیں لیکن اگر یہ بھی ہو تو الاعمال بالنیات حضرت عمر کے سابق اعلان محبت خدا و رسولؐ و اہلبیت کے لیئے اقرار احراق کر لینا بہت کافی ہے۔ یہ واقعہ دراصل حقیقت خلفا پر ایک کارگر ضرب ہے۔ یہی اسباب ہیں کہ جن سے مولانا نیاز و مولانا سعید انصاری اپنی اپنی کتابوں میں ادھر اشارہ بھی نہیں کرتے۔ ابو الفدا کی تحریر بالا میں حضرت ابو بکر کا علیؑ سے حکم مقاتلہ دینا ہر طرح واضح ہے اور یہ حدیث بھی صحیح ہے کہ آنحضرتؐ نے علی و فاطمہ و حسنینؑ

کے لئے فرمایا انی سلم لمن سالمکم وحرب لمن حاربکم (جس سے تم سب کی صلح ہے میری بھی صلح ہے اور جن سے تمہاری جنگ ہے میری بھی جنگ ہے) مجھے نہیں معلوم کہ یہ مقابلہ کا حکم آنحضرتؐ پر بھی حاوی ہے یا نہیں اور کیا آنحضرت کے سچے دوست اُن لوگوں کے دوست ہوسکتے ہیں جو اُن سے قصد مقاتلہ رکھتے ہوں لا تجد قوما یومنون باللہ والیوم الاخر یوادون من حاد اللہ ورسولہ تم کبھی نہ پاؤ گے کہ جو لوگ خدا اور روز جزا پر ایمان رکھتے ہیں اُن سے محبت کریں جو خدا اور رسولؐ سے دشمنی رکھتے ہیں ہم یہ شبہ کرنے میں حق بجانب ہیں کہ حضرت ابوبکر کے مشورے سے خانہ فاطمہؑ کے تمام مکینوں کی ہلاکت کا حکم تھا چاہے آتش حدید سے ہو یا آتش حطب سے اسلئے کہ ابوالفدا کی عبارت ان لفظوں سے شروع ہوتی ہے ثم ان ابابکر بعث عمر ابن الخطاب الی علیؑ ومن معہ حضرت ابوبکر نے حضرت عمر کو علیؑ اور جو جو اُنکے ساتھ تھا اُنکی طرف بھیجا تھا یہ بہت ممکن ہے کہ حضرت ابوبکر کا مخالف اور علیؑ کا موافق گروہ دو چار روز پہلے اُنکے یہاں فرداً فرداً آیا ہو لیکن خانۂ فاطمہؑ میں بغاوت حکومت کا میگزین تیار کرنے کو کبھی اجتماع نہوا تھا اور جب علیؑ کو گھر سے باہر لایا گیا ہے تو صرف یہی گرفتاری عمل میں آئی تھی یقیناً اگر اور کوئی ہوتا تو وہ بھی ساتھ ساتھ گرفتار ہوتا مگر نہ سلمان ملے نہ مقداد نہ عباس بن عبدالمطلب نہ جماعت بنی ہاشم کا اور کوئی رکن۔ اب میں کیا بتاؤں کہ من معہ سے صرف علیؑ و فاطمہؑ و حسنینؑ ہی مراد تھے اسکی تائید میں شیعہ وسُنی روایات یہ بھی بتاتے ہیں کہ حضرت عمر کو آگ لیجاتے دیکھکر موجودہ اشخاص نے کہا کہ جناب کیا آپ اس گھر کو جلا دینگے اسمیں تو حسنینؑ بھی ہیں جو رسول اللہ کے بہت پیارے بچے ہیں یا یہ کہا گیا کہ اسمیں تو فاطمہؑ بھی ہیں تو آپ نے فرمایا کہ کوئی بھی کیوں نہ ہوں میں گھر جلا دونگا کیا عورتوں اور بچوں کا جلانا اگرچہ وہ کافر ہی کیوں نہوں دستور اسلام کے ماتحت ہے کیا کوئی جنٹلمین ترقی یافتہ زمانہ اس واقعہ پر کوئی ہمدردانہ رائے اختیار کرے گا۔

اسکا بہترین جواب یہ ہوسکتا ہے کہ خلفاء کو اس باغی گروہ کے اجتماع کی غلط خبر دیگئی تھی

اور اسلیے اُنکا یہ تدبیر کرنا حق رکھتا ہے لیکن یاد رہے کہ یہ خیال ہم ایسے لوگوں کے لئے صحیح ہے جو

قدوسیت و خلافت آلٰہیہ کے فیوض سے بالکل بے لوث ہیں اُسکے مقابلہ میں یہ صحیح نہیں ہو سکتا جو

(حضرت عمرؓ مدینہ میں منبر پر خطبہ کہتے کہتے دفعتہً چلّا اُٹھے یاساریۃ الجبیل یاساریۃ الجبل

(اے ساریہ پہاڑ کی آڑ لے لو پہاڑ کی آڑ لے لو) جب لوگ پوچھیں تو جواب میں کہا جائے کہ

ہمارے بھائیوں (مسلمانوں) پر کفار (اہل نہاوند و عجم) حملہ کر رہے ہیں میں نے مسلمانوں کو

جائے پناہ بتادی اور جب نہاوند (ایران) سے مہینوں کے بعد پیام بر فتح آئے تو تصدیق

کرے کہ ہم نے آواز سُنی تھی اور حکم پر عمل کر کے جان بچائی تھی - جو ایران کے حالات کو مدینہ

میں معلوم کرے اُسکو فقط ایک دیوار بیچ کا حال نہ معلوم تھا اور وہ نہ جانتا تھا کہ علیؑ کے

ساتھ کون کون ہے - پھر یہ واقعہ بالاضعیف بھی نہیں ہے - علامۂ بخاری سے امام محدثین

اور اکثر محدثین نے سراہا ہے اور بیشمار تاریخوں میں موجود ہے -

اس کُل واقعہ کو ہم ایک بوڑھے فاضل کے الفاظ میں پیش کرتے ہیں یہ بزرگ حضرات

اہلسنت سے لقب امام و فقیہ حاصل کر چکے ہیں اور اپنی قدامت عہد سے تمام فرق اسلام

کے لئے قابل بزرگ داشت ہیں حقیقت یہ ہے کہ پُرانے مصنفین اور پُرانی تصانیف

انکشاف حقیقت کا بہترین ذریعہ ہیں اسلیے کہ متاخرین کا ذریعۂ معلومات بھی ان ہی پر

منحصر تھا یہ بزرگ امام ابی محمد عبداللہ بن مسلم بن قُتیبہ مشہور با امام ابی قتیبہ ہیں انکا سال

وفات ۲۷۶ھ ہے ان کا عہد تبعہ تابعین کا عہد ہے اور اگر ان سے بعض طویل العمر تابعین سے

بھی ملاقات ہوئی ہو تو کوئی عجیب بات نہیں ہے لہذا ان کا بیان بہت زیادہ وقیع ہو سکتا

ہے - یہی امام اپنی لفظوں میں اُسوقت کا نقشہ پیش کرتے ہیں جب حضرت عمرؓ نے علیؑ کو

دروازہ فاطمہؑ سے آواز دی اور بیعت کے لئے باہر بلایا -

فقال علی حلفت ان لا اخرج ولا اضع امیر المومنینؑ نے فرمایا میں نے تو قسم کھائی ہے کہ جبتک

او بي على عاتقي حتى اجمع القرآن .
فوقفت فاطمةؑ على بابها فقالت لا عهد لي
بقوم حضروا اسوء محضر منكم تركتم
رسول الله وجنازته بين ايدينا وقطعتم
امركم بينكم لم تستامرون ولم تردوا
لنا حقا فاتى عمر ابا بكر فقال له الا تاخذ
هذا المتخلف عنك بالبيعة فقال ابو بكر
لقنفذ وهو مولى ابي بكر اذهب فادع
علياً قال فذهب الى عليؑ فقال له ما
حاجتك فقال يدعوك خليفة رسول
الله فقال لاسريع ما كذبتم على رسول الله
فرجع فابلغ الرسالة قال فبكى ابو بكر
طويلا فقال عمر الثانيه ان لا تمهل هذا
المتخلف عنك بالبيعة فقال ابو بكر
لقنفذ عد عليه فقل له امير المومنين
يدعوك لتبايع فجائه قنفذ فادى
ما امر به فرفع عليؑ صوته فقال سبحان
الله لقد ادعى ما ليس له فرجع قنفذ
فابلغ الرسالة فبكى ابو بكر طويلا ثم قام عمر
فمشى ومعه جماعة حتى اتوا باب فاطمة
فدقوا الباب فلما سمعت اصواتهم

قرآن مجید جمع نہ کرلوں گا نہ ردا اوڑھوں گا نہ گھر سے نکلوں گا
(راتنے میں) فاطمہ دروازے پر آئیں اور کہنے لگیں کہ مجھ سے
اس قوم سے کچھ مطلب نہیں جو تم ایسوں کی طرح محل بد پر حاضر ہو
تم نے آنحضرت کو چھوڑ دیا اُنکا جنازہ ہمارے سامنے رہا اور
تم نے (خلافت کو) اپنے لیے طے کر لیا تم کیونکر امیر بنگئے اور ہمارے
حق کو (ہم سے) کیونکر پلٹا دیا حضرت عمر نے یہ سارا ماجرا
حضرت ابو بکر سے بیان کرکے کہا کہ کیا تم اس بیٹھے رہنے والے
(علیؑ) سے بیعت نہ لوگے حضرت ابو بکر نے اپنے غلام قنفذ کو
بھیجا کہ علیؑ کو بلا لائے قنفذ نے آکر پکارا تو امیر المومنین نے
پوچھا کیا کام ہے اُس نے کہا کہ آپ کو رسول اللہ کے خلیفہ
بلا رہے ہیں امیر المومنین نے فرمایا کہ تم نے رسول خدا پر (ابو بکر کو
خلیفہ کرنیکا) کیا جلدی بہتان باندھا ہے یہی سب قنفذ
نے ابو بکر سے کہا تو حضرت ابو بکر بڑی دیر تک روتے رہے حضرت
عمر نے دوسری مرتبہ فرمایا کہ علیؑ کو مہلت نہ دو حضرت ابو بکر نے
پھر قنفذ کو بھیجا کہ جا کر کہدے کہ امیر المومنین بلاتے ہیں تاکہ
بیعت لیں قنفذ نے جب آکر یہ کہا تو امیر المومنینؑ نے باواز بلند
فرمایا کہ سبحان اللہ ایسی صفت یعنی امیری مومنان کا دعویٰ ہے جو
اُن میں (سرے سے) نہیں ہے قنفذ نے یہ بھی آکر کہدیا تو حضرت
ابو بکر پھر دیر تک رو دیا کیے پھر حضرت عمر ایک گروہ کے ساتھ آئے
اور فاطمہؑ کا دروازہ کھٹکھٹایا جب فاطمہؑ نے ان لوگوں کی آواز سنی

نادت باعلی صوتها یا ابت یا رسول الله ما
ذا لقینا بعدک من ابن الخطاب و ابن ابی
قحافه فلما سمع القوم صوتها و بکائها
انصرفوا باکین وکادت قلوبهم تتصدع
واکبادهم تتفطر وبقی عمر ومعه قوم فاخرجوا
علیا فمضوا به الی ابی بکر فقالوا له بایع فقال
ان انا لم افعل فمه قالوا اذا والله الذی
لا اله الا هو نضرب عنقک قال اذا تقتلون
عبد الله واخا رسوله فقال عمر اما عبد الله
فنعم واما اخو رسول الله فلا وابو بکر ساکت
لا یتکلم فقال له عمر الا تامر فیه بامرک
فقال لا اکرهه علی شیء ما کانت فاطمهؑ
الی جنبه فلحق علیؑ بقبر رسول الله وهو
یصیح ویبکی وینادی یا ابن ام ان القوم
استضعفونی وکادوا یقتلوننی

رسولؐ آپ کے بعد خطاب اور ابی قحافہ کے بیٹوں کے ہاتھوں
کیا کیا دکھ پہونچے ہیں اس آواز کو سن کر تمام لوگ چیخیں
مار کر روتے ہوئے پلٹے اُن کے دل پارہ پارہ اور کلیجوں کے
ٹکڑے ہو رہے تھے مگر حضرت عمر اور چند کس ٹھہرے رہے
یہاں تک کہ علیؑ کو گھر سے نکالا اور حضرت ابو بکر کے پاس
لیگئے لوگوں نے علی سے کہا کہ بیعت کرو آپ نے کہا کہ
اگر بیعت نہ کروں تو کیا ہوگا کہا خدا کی قسم تمہاری گردن
اڑادیں گے امیر المومنینؑ نے فرمایا تو تم ایک خدا کے بندے
اور اسکے رسولؐ کے بھائی کو قتل کردوگے حضرت عمر نے فرمایا
کہ خدا کا بندہ ہونا تو خیر مگر رسول کے بھائی تم نہیں
ہوسکتے (یہ سب کچھ ہو رہا تھا) اور حضرت ابو بکر چپ تھے
کچھ نہ کہتے تھے حضرت عمر نے کہا کہ اب تم حکم دو (شاید حکم
قتل کی طلب تھی) حضرت ابو بکر نے فرمایا میں انہیں کسی
شے (بیعت) پر مجبور نہ کروں گا جبتک فاطمہؑ ان کے
پہلو میں ہیں (یہ سنکر) امیر المومنین قبر رسولؐ سے لپٹ
کر اور باآواز بلند رو رو کر فریاد کرتے تھے اور پکارتے تھے کہ
اے میری ماں کے بیٹے قوم نے مجھے کمزور کردیا اور اب
چاہتی ہے کہ مجھے قتل بھی کردے

چند نکتہ قابل غور و فکر

(۱) جب کسی تلاوت کرنے والے کو احترام قرآن کی جہت سے حالت تلاوت میں نہیں اُٹھاتے تو علیؑ کو جمع قرآن کے وقت اُٹھانے کی کوئی خاص غرض تھی علیؑ تو وہی قرآن جمع کر رہے تھے جسکو آئندہ علمائے اہلسنت ایمان کا مدار بنانے والے تھے اور حضرت عمر نے حسبنا

(۲) کیا فاطمہ کی یہ شکایت حضرت عمر سے کہ تم نے آنحضرت اور انکی بیت کو چھوڑ دیا صحیح ہے اور واقعاً حضرت عمر اس جرم کے مرتکب تھے اور کیا اسی کی جانب مولوی معنوی حضرت مولانا روم اشارہ کرتے ہیں ؎

چوں صحابہ حب دنیا داشتند — مصطفےٰ را بے کفن بگذاشتند

آپ کہیں گے مثنوی میں یہ شعر ہی نہیں ہے لیکن اس شعر کا عدم و وجود دونوں بدقسمتی پر مبنی ہے اسلیے کہ جدید چھاپے کی مثنوی میں نہونا ہماری بدقسمتی ہے اور قدیم نسخوں میں ہونا تحریف کرنے والوں کی بدقسمتی۔

(۳) قنفذ کے واپس ہونے پر اور خلیفہ اور امیر المومنین کے القاب کی تائید نہ سُنکر حضرت ابوبکر کا طولانی گریہ کوئی بات رکھتا ہے یا تفریحاً تھا۔

(۴) مجمع صحابہ تو خاموش تھا مگر حضرت عمر کا ان معاملات پر اصرار کسی قانونی حق سے تھا یا فاطمہؑ سے کوئی خاص عداوت تھی ہمارے خیال میں فاطمہؑ کی سوا رسولؐ کی بیٹی اور وارث ہونے کے اور کوئی خطا نہ تھی۔

(۵) فاطمہؑ کی فریاد پر جن لوگوں کے دل پھٹ رہے تھے اور جو رو رہے تھے وہ یقیناً ان دونوں (علیؑ و فاطمہؑ) کا ہمدرد ہونگے مگر پھر بھی کوئی حضرت عمر کا ہاتھ نہ پکڑ سکا کیا اسی کمزور قوم کی مدد پر علیؑ کا طلب حق کرنا عقلمندی کہلاتا۔

(۶) عرب عجم، یورپ، ایشیا، کس ملک میں چچا کے بیٹے کو بھائی نہیں کہتے پھر حضرت عمر نے کس قوت سے آنحضرتؐ کی اس حدیث کا رشتۂ حیات قطع کیا ھو اخی فی الدنیا والآخرہ (علیؑ دُنیا و آخرت میں میرا بھائی ہے) اس جھوٹ کو سیاہ کہتے ہیں یا سفید

(۷) حضرت عمر نے حکم قتل چاہا اور حضرت ابوبکر نے فاطمہؑ کی حیات تک علی کو مجبور کر کے بیعت لینے سے انکار کیا تو بعد وفات سیدہ عدم اجبار کی مہلت گزر گئی تھی لہذا معلوم ہے کہ علیؑ نے بیعت کیوں نہ کی۔

حضرت عمر ہی کا سر قلم کر کے الگ کر دیتے کسی نے اور حضرت ابو بکر نے حکم قتل نہ دیا۔ ان دونوں میں کون حق پر تھا ہمیں شک نہیں کہ اگر علیؑ آج قتل کر دیے جاتے تو جنگ جمل و صفین و کربلا نہ واقع ہوتی اور اسمیں نہ صرف بڑے بڑے صحابہ بلکہ بعض ام المومنین کے مرتبہ پر فائز ہونے والی عورتوں کا بھی پردہ رہ جاتا خیر فقط طلب حکم نے ابن ملجم کے خیالات میں نشو و نما پیدا کی اور اسکی ہمت آفرینی کے لیے کافی ہو گیا۔

یہ حضرات اہلسنت کی قدیم العہد تاریخ کی تحریر ہے اسمیں اور شیعہ قوم کے احادیث میں کیا فرق رہتا ہے شیعوں کے یہاں اس واقعہ میں اتنا اور بڑھا ہوا پایا جاتا ہے۔ (۱) دروازہ فاطمہ جلایا گیا اور جلتا ہوا دروازہ پہلوئے فاطمہؑ پر بایں حضرت عمر کی ضرب نے گرایا۔ (۲) حمل محسنؑ اسی ضرب سے ساقط ہوا۔ (۳) علیؑ کی گردن میں رسی باندھ کر باہر لایا گیا۔ اگر امام موصوف کی تحریر پر نظر غائر ڈالی جائے تو ان میں سے اور دو باتیں بھی مطابق ہو جائیں گی جب حضرت عمر ایک گروہ کو اپنے ساتھ لے کر تشریف لائے ہیں اور دروازہ فاطمہؑ پر دستک دی ہے تو کیا حضرت عمر کا آنا بہانہ آنا تھا" کیا آپ اور قنفذ اس سے پہلے نہ آ چکے تھے مگر پہلی بار فاطمہؑ نے احتجاج کیا اور آخری مرتبہ صرف پکارنے پر آنحضرتؐ کا نام لے لیکر اسطرح فریاد کرنے لگیں کہ سُننے والے بھی رو دیے۔ کیا مطالعہ فطرت کرنے والے بغیر کسی نئے وقوع واقعہ کے اسکو قبول کر سکتے ہیں کیا صرف آواز دینا فریاد کا باعث بتایا جا سکتا ہے۔

اور لطف یہ کہ فاطمہ تو مثلاً ہیبت و شدت سے (جو آپ پر پہلے نہ طاری ہوئے تھے خلاف فطرت) مرعوب ہو کر صرف آواز پر رونے لگیں مگر دروازے کے باہر مجمع اصحاب پر کیا آ بنی تھی کہ اُنکے دل ٹکڑے اور کلیجے چھلنی ہوئے جاتے تھے اور وہ چیخیں مار کر رو رہے تھے کیا فریاد بے محل و بے سبب فاطمہؑ پر ایسی فریاد کبھی اثر پیدا نہیں کر سکتی جب تک وہ کسی شدت و ... کے ماتحت نہ ہو۔ ہم اس مقام کو ذرا تامل کی نگاہ سے دیکھیں تو صاف معلوم

خاموش ہیں اور اگر کوئی کچھ بتاتا ہے تو جلتے ہوئے در کا گرایا جانا ہم کو مجبوراً اسپر ایمان لانا پڑتا ہے کیونکہ واقعات کا پیدا کرنا ہمارے ہاتھ میں نہیں ہے اسپر مزید ثبوت یہ ہے کہ جب تین بار سے زیادہ حضرت ابوبکر کے پیامی مع حضرت عمر بند دروازے سے واپس کیے گئے تو آخری مرتبہ یہ دروازہ کیونکر کھلا اور علیؑ کیونکر باہر لائے جا سکے تاریخ میں لفظ اخراج ہے خرج علیؑ نہیں ہے ہم کو مجبوراً ماننا پڑے گا کہ علیؑ خود نہیں نکلے بلکہ گھر سے نکالے گئے پھر رہنا تو ظاہر نہیں دروازہ کیونکر کھلا اسکے لیے آسان تدبیر جلا کر گرا دینا ہے۔ اور جلتے ہوئے در کی ضرب سے ایک حاملہ عورت کا اسقاط حمل ہو جانا خلاف عقل نہیں ہو سکتا۔ رہا علیؑ کی گردن میں رسی باندھنا وہ اُس قوم سے خلاف اُمید نہیں ہو سکتا جو قتل پر آمادہ تھی۔

اس پر یہ دعویٰ کرنا کہ فاتح خیبر سا شخص اس آسانی سے کیونکر گرفتار ہوا یا علیؑ کی شجاعت میں کمزوری پیدا کرنا یہ سراسر ہزیان ہے حضرت آدمؑ سے لیکر آنحضرتؐ تک اور خود آنحضرتؐ مشرکین و کفار کے ہاتھ سے ہر ممکن ظلم اُٹھاتے رہے ہیں صرف گلے ہی میں نہیں پاؤں میں رسیاں باندھکر بازاروں میں کھینچا گیا ہے طمانچے مارے گئے ہیں غلیظ و نجس اشیاء انپر پھینکے گئے ہیں مگر قوت الٰہیہ کا ہر مالک اُسیطرح خاموش ملا ہے جس طرح علیؑ نظر آئے ہیں نبوت و رسالت کے انسانوں کے بعد صرف یہی خاموشی تو ہے جو بتاتی ہے کہ علیؑ میں قدوسیت کا کمال تھا اور آپ کی طاقت تہور کے ماتحت نہ تھی بلکہ امر و حکم خدا کے تصرف میں تھی۔

حقوق فاطمہؑ و فدک کا انجام کار سطور بالا کے بعد فدک کا قضیہ نامرضیہ بے حقیقت نہیں ہے جن لوگوں نے علیؑ کا سر لینے کی فکر کی تھی اگر انھوں نے فدک لیکر اپنے ناکام اُمید کی تلافی کی تو ہم کو سمجھنا چاہیے کہ ہم سستے چھوٹے لیکن یہ دھوکا ہے کہ فاطمہؑ سے صرف فدک غصب کیا گیا اور شیعہ قوم اپنے خلاف عادت ایک مشہور چیز کے پیچھے پڑ کر دوسرے اجزا سے قطع نظر کر رہی ہے یہ دراصل تین چیزیں ہیں (۱) میراث فدک اسکے ماتحت ہے (۲) نحلہ رسول یعنی صدقات جسکی تولیت بھی فاطمہ کو ملنا چاہیے تھی اور یہ بھی ایک خاص رقم تھی (۳)

سہم ذوی القربی جسکو اب خمس کے نام سے دنیا پہچانتی ہے اور جسکو قرآن نے واجب کیا تھا۔

عن انس بن مالك ان فاطمة اتت ابابكر فقالت لقد علمت الذی ظلمتنا عنه اهل البیت من الصدقات وما افاء الله من الغنائم فی القرآن من سهم ذوی القربی ثم قرات علیه واعلموا انما غنمتم من شئ فان لله خمسه وللرسول ولذی القربی الخ

حضرت انس کہتے ہیں کہ فاطمہؑ حضرت ابوبکر کے پاس آئیں اور کہا کیا آپ کو معلوم ہے کہ اہلبیت پر صدقات رسول اور سہم ذوی القربی جو خدا نے انکو دیا تھا کے بارے میں ظلم کیا گیا یہ کہکر یہ آیت پڑھی (اے اہل ایمان) سمجھ لو کہ جب تم کسی شے کی غنیمت حاصل کرو تو اسکا پانچواں حصہ یقیناً خدا اور رسولؐ اور قرابت داروں کے لئے ہے۔

حضرت ابوبکر نے فرمایا مجھے کتاب خدا اور تمہارے حق سے کوئی عذر نہیں مگر مجھے نہیں معلوم کہ مال غنیمت کا حصہ سب کا سب تمہارا ہو فاطمہؑ نے کہا تو کیا وہ تمہارا اور تمہارے قرابت داروں کا (خدا نے مقرر کیا) ہے حضرت ابوبکر نے فرمایا نہیں مگر اسمیں سے تم کو کچھ دیا جائیگا اور باقی مصالح مسلمین میں صرف ہوگا فاطمہؑ نے کہا مگر یہ تو خدا کا حکم نہیں ہے (اسکے خلاف ہے) حضرت ابوبکر نے فرمایا کیا تمہارے پاس آنحضرتؐ کا کوئی عہدنامہ اس بارے میں موجود ہے (خدا کے حکم پر آنحضرتؐ کا عہدنامہ فاطمہ سے مانگنا عجیب و غریب ایجاد ہے کیا زکوٰۃ کے متعلق آنحضرتؐ کا عہدنامہ زکوٰۃ لینے والوں نے حضرت ابوبکر کو دکھایا تھا) فاطمہؑ نے کہا میرے پاس عہد تو کوئی نہیں ہے لیکن جب یہ آیت نازل ہوئی تھی تو آنحضرتؐ نے فرمایا تھا ابشروا ال محمد فقد جاءکم الغناء (اے آل محمدؐ تم کو دولتداری کی بشارت ہو) آپ نے فرمایا میں تم کو کل حصہ تو نہیں دیسکتا چاہے اسپر حضرت عمر و ابو عبیدہ جراح سے گواہی لے لو (ان حضرات پہ گواہی کا انحصار کیا معنی رکھتا ہے یہ حضرت ابوبکر ہی سمجھ سکتے ہیں) فاطمہؑ نے ان دونوں سے کہا تو ان دونوں نے بالکل وہی کہا جو حضرت ابوبکر نے فرمایا تھا ملفوظات کی نکتہ وار مطابقت نے فاطمہ کو حیران کردیا اور آپ کو ہمیشہ شک رہا کہ یہ سکوٹ سے ہوا ہے۔

دو چیزوں کا روایت بالا میں ذکر ہو گیا اور ہم کتاب کے بڑھتے ہوئے حجم پر افسوس کرتے ہوئے ان واقعوں کی ضروری تفصیل بھی نہ کر سکے حقیقتاً تاریخ فاطمہؑ اس قابل ہے کہ اُسپر ایک مبسوط کتاب علیحدہ لکھی جائے جسمیں گرد و پیش کے حالات پر نظر کی جا سکے۔

فدک؛ جنگ خیبر سے واپسی پر یہودان فدک سے بذریعہ محیصہ بن مسعود انصاری نصف پیداوار پر آنحضرتؐ سے صلح ہوئی چونکہ فدک میں نہ جنگ کی نوبت آئی تھی نہ اُسکو فتح کرنے کی مسلمانوں نے زحمت اُٹھائی تھی اسلیے یہ خالصہ جائداد آنحضرتؐ کی مقرر ہوئی۔

فدک کے معاملہ کو ہلکا کرنے کی جہاں ہزاروں تدبیریں کی گئیں ہیں وہاں ایک یہ بھی ہے کہ اسم باغ کی اضافت بھی اُس سے وابستہ کردی ہے تاکہ حیدرآباد والے باغ عامہ کی اور لکھنؤ والے سکندر باغ کی، اور پنجاب والے جلیانوالے باغ کی وسعت کو مدنظر رکھتے ہوئے اسی کے لگ بھگ سمجھ کر اسکو بھی ایسا ہی کچھ سمجھ لیں۔ تاریخ پر نظر رکھنے والوں کے نزدیک فدک کو باغ سمجھنا بیہودہ گوئی ہے یہ ایک بڑا علاقہ ہے جو آج بھی عرب کے نقشوں میں آنکھ کے تل سے بڑا پایا جاتا ہے اسکی آمدنی آنحضرتؐ کو سال میں دو بار کر کے ملا کرتی تھی اور کہا جاتا ہے کہ آپ اسمیں سے اپنی اولاد کے ساتھ مسافرین وغیرہ سے بھی مسلوک ہوتے تھے اور بنی ہاشم کی ناکتخدا لڑکیوں کی شادیاں بھی اس روپیہ سے ہوتی تھیں۔

آنحضرتؐ کا یہ عمل اُنکی سخاوت کے ماتحت تھا لیکن اس صورت واقعہ کو حضرت ابوبکر نے صورت صدقات میں سمجھ کر اُسکو ضبط کرنا مناسب سمجھا آپ کو ہزار بار تجربہ ہوا ہوگا کہ امیر اپنی جائداد سے زندگی بھر خیرات کرتا رہا اور یہ خیرات کرنا وقف کی دلیل نہوا بلکہ بعد کو میراث سمجھا گیا غنیمت ہے کہ اسوقت اُس خیال کے لوگ موجود نہیں ہیں ورنہ یا ہندوستانی والیان ملک خیرات سے ہاتھ اُٹھا لیتے یا اپنی اولاد کے حقوق وراثت سے دستبردار ہو جاتے۔ آنحضرتؐ کی سخاوت فدک کی آمدنی ہی تک محدود نہ تھی وہ اس سے بہت پہلے سے تھی اور اسکا سلسلہ

اکثر آپ کے لباس کو بھی بہالے گیا ہے ایک سے زیادہ بار آپ کی اشیائے خانہ داری رہن ہوئی ہیں آپ کی چادریں تقسیم ہوئیں جیسے قبیلہ ا ۔۔۔ وغیرہ کو مگر یہ تقسیم ان اشیاء کو صدقہ قرار نہ دے سکی اسی عنوان پر آنحضرتؐ حضرت ابوبکر کے مال کو اپنا مال سمجھتے تھے جیسا کہ فضائل حضرت ابوبکر میں درج ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکر نے اپنا مال آنحضرت کو ہبہ کر دیا تھا اور دوسری دلیل یہ کہ اس پر آنحضرتؐ کا قبضہ و تصرف بھی ثابت ہے چنانچہ دونوں روایتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک روز آنحضرتؐ نے فرمایا کہ مجھے کسی کے مال نے اتنا نفع نہیں دیا جسقدر مال ابوبکر نے دیا تو حضرت ابوبکر رونے لگے اور فرمایا کہ ھل انا ومالی الا لک یا رسول اللہ وکان رسول اللہ یقضی فی مال ابی بکر کما یقضی فی مال نفسہ میں کہاں اور میرا مال کہاں کیا وہ آپ کا نہیں ہے۔ دوسری روایت میں ہے آنحضرتؐ مال ابوبکر میں اسی طرح تصرف کرتے تھے جیسے اپنے مال میں لہذا قبضہ بھی ثابت جو دلیل وقف ہے اور اسمیں آنحضرتؐ کا جوش سخا بھی ویسا ہی تھا جیسا کہ ہر عہد میں پایا گیا پھر کوئی وجہ نہیں ہے کہ آپ کے مکانات و دوکان وغیرہ کو مسلمانوں پر تقسیم نہ کیا جائے۔ فدک حاصل ہو جانے کے بعد آیت نازل ہوئی وآت ذا القربی حقہ والمسکین وابن السبیل ولا تبذر تبذیرا ۔ اے رسول قرابت دار اور مسکین و مسافر کو اسکا حق دیدو اور بیجا صرف نہ کرو

اسی آیت کے ماتحت فدک فاطمہ کو دیدیا گیا امام فخرالدین رازی اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ یہ حکم یا تو خاص ہے متعلق ہے (یعنی آنحضرتؐ سے) یا عام اہل اسلام سے لیکن اتفاق اسی پر ہے کہ یہ حکم عام ہے اول تو حکم عام میں خاص بھی داخل ہیں دوسرے دیکھنا چاہئے کہ آیت بالا کے نزول نے تعمیل کا جوش کس میں پیدا کیا اگر نزول آیت کے بعد عام میں تعمیل شروع ہوئی تو یقیناً آیت انہیں سے مخاطب تھی اور اگر آنحضرتؐ تعمیل کو اٹھے تو قرآن انھیں سے حق اہلبیت دلوا رہا تھا ہم دیکھتے ہیں کہ آیت نازل ہوتے ہی صرف آنحضرت تعمیل کو اٹھتے ہیں۔

البزاز و ابو یعلی و ابن ابی حاتم و ابن مردویہ	بزاز و ابو یعلی و ابن ابی حاتم و ابن مردویہ نے ابی سعید
عن ابی سعید الخدری قال لما نزلت	خدری سے روایت کی ہے کہ جب آیت مرقومۂ بالا نازل
هذه الآیة وآت ذا القربی حقه دعا	ہوئی تو آنحضرتؐ نے فاطمہؑ کو بلایا اور فدک
رسول الله فاطمة فاعطاها فدك	عطا کر دیا۔

اگر ہم حضرت ابوبکر کی حدیث انتفاءِ میراث کو (جو صرف آپ ہی نے بیان کی ہے) بھی سچ مان لیں تو بھی اب فدک کو واپس نہ ہونا چاہئیے تھا اسلئے کہ وہ سیدہؑ کے قبضہ میں قبل وفات پیغمبر تھا اور دی ہوئی چیز کا نام ہی میراث نہیں ہوتا اس کا دوسرا ایک ثبوت یہ ہے کہ عمر ابن عبدالعزیز نے جب اس موضع کو واپس کیا ہے تو یہ کہکر کہ میں چاہتا ہوں کہ یہ اولاد فاطمہؑ کے پاس اسطرح رہے کما کانت علیہ جس طرح وہ فاطمہؑ کے قبضہ میں تھا اور اسطرح مامون رشید کو جب اپنے قصر عدالت میں فدک کا عرضی دعویٰ ملا تو وہ پہلے تو رو دیا اور پھر اُسنے فاطمہؑ کے وکیل کو بلایا اور استقرار حق پر کامل غور سے دیر تک مباحثہ ہوا اور آخر ار ذیقعدہ کو فاطمہؑ کے وکیل نے ڈگری حاصل کرلی مامون رشید عباسی نے اپنے حکمنامہ [۵۳] مورخہ ماہ ذیقعدہ ۲۱۰ھ میں بھی یہی الفاظ لکھے ہیں کہ جسطرح وہ فاطمہؑ کے قبضہ میں تھا اُسیطرح اولاد فاطمہ کے قبضہ میں دیدیا جائے نیز خلیفۂ وقت اسکو تقرب خدا و رسول و اقامت عدل و انصاف کا سبب قرار دیتا ہے۔ عمر ابن عبدالعزیز اپنی نیک سیرت اور مامون عباسی اپنی علمی قابلیت سے خلفائے بنی مروان و بنی عباس میں جو عظیم مرتبت رکھتے ہیں وہ صاحبان نظر سے مخفی نہیں ہے۔ ہم کہہ سکتے کہ مامون نے اس مقدمہ میں کوئی ضروری پہلو نہ چھوڑا ہوگا جسپر بحث نہ کی ہو اس سب کے بعد مامون رشید اپنے قرب عہد کے خیال سے ہم سے زیادہ وسیع ذرائع معلومات رکھتا تھا اور اُسکو فاطمہؑ کا حق منظور کرنا پڑا اور اسلیئے اُس نے حکمنامہ میں یہ بھی اشارہ کیا کہ فاطمہؑ کا قبضہ مسلم ہے جس کے بہت سے شواہد اب بھی پیش کئے جا سکتے ہیں۔

[۵۱] تفسیر درمنثور للسیوطی سورۂ بنی اسرائیل قریب ربع و حبیب السیر منہ [۵۲] شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید معتزلی ج

فاطمہ کا قبضہ مسلم ہوجانے کے بعد اب اور بھی سمجھ میں نہیں آتا کہ حضرت ابوبکر نے کس قانون کے ماتحت سیدہ سے گواہ طلب کیے تھے مدعیٰ علیہا سے گواہ طلب کرنا یہ بالکل جدید ایجاد تھی اور فاطمہؑ گواہی کے لیے علیؑ وام ایمن کو لائیں بھی تو یہ کہکر واپس کردیا گیا کہ شوہر کی گواہی زوجہ کی طرف سے ناجائز ہے۔ اہل فہم کو اس مسئلہ پر کافی غور کرنا چاہیے کہ اس مسئلہ کی کیا علت ہے۔ اگر محبت کا تعلق شوہر سے گواہی کا حق غصب کرلیتا ہے تو باپ، بیٹے، بہن بھائی ماں بیٹی کی گواہیاں کیوں نہ ختم کردیگئیں ایک شخص کو اپنی اولاد جیسی عزیز ہوتی ہے بیوی تو ویسی عزیز نہیں ہوتی۔

فاطمہؑ بنفس نفیس طلب فدک کے لیے اپنی خاندانی عورتوں کے حلقہ میں رفتار آنحضرتؐ سے راستہ طے کرکے آئیں تھیں اور حضرت ابوبکر کے اور آپ کے درمیان ایک سفید چادر کا پردہ باندھا گیا تھا آپ سے کلام کی نوبت کے بعد پیام کی بھی باری آئی ہے فاطمہ نے مسجد نبوی میں خطبہ کہکر اپنی فصاحت و بلاغت سے سُننے والوں کو حیران کردیا اور آپ کی مظلومیت پر درمیان کلام چند بار رونے کا شور برپا ہوا آپ نے مجمع سے مہاجرین وانصار کی تقسیم کو پیش نظر رکھ کر کلام کو انجام تک پہونچایا مگر آپ مایوس واپس کی گئیں اور جس حدیث پر حق آرزو کیا گیا وہ حدیث واحد ہے جسکو کسی صحابی نے آنحضرتؐ سے نقل نہیں کیا ہے نحن معاشر الانبیاء لا نورث ما ترکناہ صدقہ (ہم تمام انبیا میراث نہیں چھوڑتے اور جو چھوڑیں وہ صدقہ ہے) فاطمہ کو مایوسی کے بعد غصہ آیا اور بقول حضرت عائشہ آپ حضرت ابوبکر پر غضبناک ہوئیں اور چھ ماہ کے بعد انتقال کیا اور بقول ابوالطفیل آپ نے وصیت فرمائی کہ میری نماز جنازہ میں بھی ابوبکر شریک نہوں۔

اس کلام کے بعد سیدہؑ نے حضرت ابوبکر سے دریافت کربھیجا انت ورثت رسول اللہ ام اھلہ قال بل اھلہ کہ تم رسول اللہؐ کے وارث ہوئے ہو یا انکے اہل بیت وارث ہوئے

... حضرت ابوبکر کو ذاتی حدیثیں کے خلاف ہے ایک جگہ
کہتے ہیں کہ انبیاء میراث ہی نہیں چھوڑتے اور ایک جگہ کہتے ہیں کہ اُنکے اہلبیتؑ وارث ہیں
یہی مقام ہے جہاں شیعہ خیال کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر چونکہ بزرگ اور بھولے آدمی تھے
اُنھوں نے مشورہ سے پہلے فطرتاً اہلبیت کو وارث سمجھا اور بتایا لیکن مسکوٹ کے بعد حدیث
پڑھنا پڑی۔

حدیث نہ صرف واحد ہے بلکہ اُسکے دو حصہ ہیں اور دونوں قرآن سے مخالف ہیں
یعنی پہلا حصہ یہ کہ تمام انبیاء میراث نہیں چھوڑتے اسکے یہ معنی ہوئے کہ اگر نبی بیٹے تو انہیا کے
پیشین نے حضرت عیسٰی تک میراث نہیں چھوڑی پھر قرآن مجید کہتا ہے کہ ورث سلیمان
داؤد اور حضرت زکریاؑ کی حسب دعا یحیٰیؑ سا وارث پیدا کیا جاتا ہے اُسکے اسباب میں
زکریاؑ ایک سبب یہ بھی بتاتے ہیں یرثنی ویرث من ال یعقوب (اسلیے مجھے بیٹا دے)
کہ وہ میری بھی میراث حاصل کرے اور اولاد یعقوبؑ کی بھی اگر انبیاء میراث نہیں چھوڑتے
تھے تو سلیمانؑ داؤدؑ کے کیونکر وارث ہوئے اور زکریاؑ جو خود پیغمبر تھے اُنھوں نے قانون شکنی
کیوں کی یا داؤد و زکریا میراث چھوڑنے کے جرم میں پیغمبر نہ رہینگے۔ دوسرا حصہ کہ ہم جو کچھ
چھوڑتے ہیں وہ صدقہ ہے اُسوقت تک صحیح نہیں کہا جا سکتا جب تک کہ خدائی میراث نامہ
(قرآن شریف) میں آیت میراث میں استثنا نہ پیدا کیے جائیں وہاں تو صرف یہی ہے
للذکر مثل حظ الانثیین (مرد کا دوہرا عورت کا اکہرا حصہ ہے) پھر حضرت ابوبکر کا عمل بھی
اسکے خلاف ہے آپ نے اسلحہ جات و ملبوسات و اسپ و راحلہ آنحضرتؐ سب کا سب علیؑ
کو میراثاً کیوں دیدیا گویا آپکی حدیث انتفاء میراث سچ ہے تو یہ میراث دے کر آپ نے حق
اہل اسلام تلف کیا اور قول رسولؐ خدا کی مخالفت کرکے گناہگار ہوئے۔ غرض کمیت شاعر نے خوب کہا ہے

اھوی علیاً امیر المومنین ولا ارضی بشتم ابی بکر و لا عمرا

میں اُن علی کو جو مومنین کے امیر ہیں دوست رکھتا ہوں اور سب و شتم حضرت ابوبکر و عمر پر بھی راضی نہیں ہوں

ولا انصفوا وان لم يعطيا فدكا   بنت النبي ولا ميراثها

اور اگرچہ اُنھوں نے دخترِ رسول کو فدک نہیں دیا   اور میراث سے بھی محروم کر دیا مگر ہم (اپنی زبان سے) اُنھیں کافر نہیں کہتے

الله يعلم ماذا يحضران به   يوم القيامة لمن عذر اذا اعتذرا

البتہ خدا ہی جانے کہ وہ قیامت میں کیا عذر   پیش کریں گے جب عذر پیش کرنا چاہیں گے

ان واقعات پر نظر کرنے سے شک نہیں رہتا کہ سیدۂ عالم کے حقوق کو ایک گہری پالسی کے ماتحت تلف کیا گیا اور اکابر صحابہ کی سکوت نے یہ کار نمایاں کیا ان اہل شامل میں حضرت عمر کا مرتبہ ہر ایک سے بہتر و برتر ہے جسکو تذکرۂ ابن جوزی باب العاشر سے نقل کیا جاتا ہے

جاءت فاطمة الى ابي بكر وهو على المنبر فقالت يا ابا بكر افي كتاب الله ان ترثك ابنتك ولا ارث ابي فاستعبر ابو بكر باكيا ثم قال بابي ابوك وبابي انت ثم نزل فكتب لها بفدك ودخل عليه عمر فقال ما هذا فقال كتاب كتبته لفاطمة بميراثها من ابيها قال ماذا تنفق على المسلمين وقد حاربتك العرب كما ترى ثم اخذ عمر الكتاب فشقه

فاطمہؑ ابو بکر کے پاس تشریف لائیں (جبکہ آپ ممبر پہ تھے) اور آپنے پوچھا کہ کیا قرآن میں یہی ہو کہ تمہاری میراث تمہاری بیٹی لے اور میں اپنے باپ کی میراث نہ پاؤں تو حضرت ابو بکر رو دیے اور فرمایا کہ میرے باپ تم پر اور تمہارے باپ پر فدا ہوں پھر آپ ممبر سے اُترے اور استرداد نامہ فدک لکھدیا اتنے میں حضرت عمرؓ آگئے اور آپ نے پوچھا یہ کیا ہے حضرت ابو بکر نے کہا کہ یہ فاطمہؑ کے لئے میراث نامہ میں نے لکھا ہے آپ نے فرمایا کہ تمام عرب تمہارے لیے لڑ رہے ہیں پھر مسلمانوں کو کہاں سے دو گے پھر حضرت عمر نے وہ رقعہ لے کر پھاڑ ڈالا

مرض الموت فاطمہؑ کی فاطمہؑ انھیں پے در پے صدمات سے علیل ہوئیں اور بقول علمائے شیعہ سقط حمل محسنؑ بیماری کا سبب ہوا محسن کون تھے اسکو تو اکثر محدثین و مورخین لکھتے ہیں کہ وہ حسنینؑ کے بھائی اور فاطمہؑ کے فرزند تھے لیکن ہمارے راستے میں شبہ پیدا کرنے کے لئے اُنکی ولادت سے پہلے اُنکی وفات کا تذکرہ کر دیا جاتا ہے اگر یہ (محسنؑ) حسنین ہی کی طرح [illegible]

جس طرح حسنینؑ کی ولادت کے ذکر واخبار سے شیعہ سُنّی احادیث بھرے پڑے ہیں بلکہ حسنینؑ سے بھی کچھ زیادہ اسلیئے کہ دونوں صاحبزادے آنحضرتؐ کے ابتدائے عہد میں پیدا ہوئے یا یوں کہا جائے کہ آنحضرتؐ کا عروج اقبال انھیں ستاروں کا مُنھ دیکھکر ہوا لیکن حضرت محسنؑ سب سے چھوٹے تھے انکا عہد ولادت آنحضرتؐ کے انتہائے عروج کا زمانہ ہے۔ مگر آپ یقین کر لیجیے کہ تاریخ عامہ تاریخ ماہ وسنہ ولادت بتانے سے مُنھ چھپاتی ہے ؎

من عاشقے آں روے کہ دیدن نہ گزارند
دیوانہ زلفے کہ کشیدن نہ گزارند

شرحِ صحیح مسلم تو امام نووی کی روایت کی بنا پر ذکر کرتی ہے مگر صاحب استیعاب ایسے صلح کُل نام بھی دبا جاتے ہیں اور تذکرہ بھی غائب کر دیتے ہیں ہمکو مجبوراً یقین کرنا پڑتا ہے کہ ؎

بیخودی بے سبب نہیں غالب
کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے

دوسرا شبہ یہ ہے کہ تاریخ عامہ ادھر اُدھر کی روایات پر اڑ اڑ کر کوشش کر رہی ہے کہ وفات سیدہؑ کی تاریخ گزشتہ واقعات سے جسقدر دور ڈالی جا سکے اُسقدر دور کی جائے یا یہ ڈر ہے کہ وفات کا اسقدر جلد ہو جانا لوگوں کو تحقیق مرض پر مائل کر دیگا اگرچہ امام ابن قتیبہ پچہتر روز اور ابن ابی الحدید کی تحریر بہتر ہی روز کی قائل ہے یقیناً کچھ واقعات تھے جو بیچ سے غائب کر دیے گئے اور وہ صرف ہمارے ہی یہاں رہ گئے یہاں تک کہ آنحضرتؐ کا اپنی حیات میں نام (محسنؑ) رکھنا بھی ثابت ہے۔

غرض فاطمہؑ کا مرض الموت تاریخ عامہ سے بے نشان ہے اور آپ کی بیماری بھی کس مپرسی کی بیماری ہے عیادت کرنیوالوں کی فہرست مختصر ہے بلکہ نہ اہلِ شہر آئے نہ اہل محلہ نہ وہ لوگ جنکے مکان آپ کے مکان سے ملحق تھے البتہ چند اہل درد بھی تھے جو آئے اور مزاج پرسی کی جیسے بعض عورتیں اُنسے جو گفتگو ہوئی وہ نتیجہ خیز ہے اسلیے اُسکو بعینہ نقل کیے دیتی ہوں۔

لما مرضت فاطمة المرضة التي توفيت بها دخلت النساء عليها فقلنا كيف — جب سیدہؑ مرض الموت میں مبتلا ہوئیں تو کچھ عورتیں عیادت کو آئیں اور اُنھوں نے مزاج پوچھا آپ نے فرمایا میں نے

اصبحت من علتك یا ابنة رسول اللہ قالت
اصبحت واللہ عائفة لدنیاکم وقالیة لرجالکم
لفظتھم بعد ان عجمتھم وشنئتھم بعد ان
سبرتھم فقبحاً لفلول الحد وخور القنا و
خطل الرأی وبئسما قدمت لھم انفسھم
ان سخط اللہ علیھم وفی العذاب خالدون
لاجرم قلدتھم ربقتھا وشننت علیھم عارھا
فجدعاً وعقراً وبعداً للقوم الظالمین ویحھم
انّھم زحزحوھا عن رواسی الرسالة و
قواعد النبوة ومھبط روح الامین الطبن
بامور الدنیا والدین الا ذلک ھو الخسران
المبین وما الذی نقموا عن ابی الحسنؑ
نقموا واللہ نکیر سیفه وشدة وطاته ونکال
وقعته وتنمره فی ذات اللہ وباللہ لو تکافوا
علی زمام نبذہ رسول اللہ لساربھم سیرا
سجحا لا یکلم خشاشه ولا یتعتع راکبه ولاوردھم
منھلا رویا فضفاضا تطفح ضفتاہ ولا صدرھم
بطانا قد تحری بھم الری غیر متحل منھم
بطائل لعمه الباھر وردعه سورة الساغب
ولفتحت علیھم برکات من السماء وسیاخذھم

اس حالت میں صبح کی ہے کہ تمہاری دنیا سے عاجز اور تمہارے
مردوں سے غضبناک ہوں میں نے انکو ترک کیا جبکہ انکا تجربہ کر چکی
تھی اور انپر برہم ہوئی جبکہ انکو خوب آزما لیا بُرا ہوا انکی تلواروں کے
کند ہونے اور انکے نیزوں کے بے اثر ہونے (یعنے دلائل کے باطل ہونے)
اور انکی رائے کے غلط ہونے کا اور کیا بُرا تھا وہ جو انکے نفس نے
انکے سامنے پیش کیا کہ جس سے خدا انپر غضبناک ہے اور وہ ہمیشہ
عذاب میں رہینگے اُنھوں نے خلافت کا پھندا تو گلے میں
(پہن لیا) مگر اسکا عار بھی انپر چھا گیا۔ خدا ذلیل وخوار اور اپنی
رحمت سے دور کرے ظالم گروہ کو۔ انپر افسوس ہے کہ اُنھوں نے
خلافت کو رسالت کی چوٹی اور ستون نبوة وفرودگاہ جبرئیل کو
امور دین و دنیا کے بہترین جاننے والے (علی) سے ہٹا دیا اور یہ
کھلا ہوا گھاٹا ہے اور جو لوگ بھی علیؑ سے برہم ہوئے اور انکو
ناپسند کیا خدا کی قسم وہ علیؑ کی منکر (حیات) شمشیر کیوجہ سے
برہم ہوئے اور انکی سخت گیری (مذہب میں) اور انکی عقوبت
کارزار اور انکے اس غضب (جو خدائی معاملات میں) انکو ہوتا ہے
اگر وہ سب ایک باگ ڈور پر جمع ہو جاتے (سر دینا ئے) رسول پر
اپنے نفوس کو چھوڑ دیتے تو علیؑ انکو رفتار نرم سے لے چلتے
(انکے ناقے کی ناک) کو ناک کی لکڑی زخمی نہ کرتی (یعنے انکو کسی قسم کی
زحمت نہ ہوتی) اور انکے سواروں کو رنج نہ ہوتا اور علیؑ ان کو
وارد کر دیتے ایک سیراب کن وسیع چشمہ پر جسکے اطراف چھلکتے

وما عشتن اراكن الدهر عجبا الى اى لجاء لجاؤا
واسندوا وبائ عروة تمسكو ولبئس المولى
ولبس العشير استبدلوا والله الزنابى
بالقوادم والعجز بالكاهل فرغما لمعاطس
قوم يحسبون انهم يحسنون صنعا الا
انهم هم المفسدون ولكن لا يشعرون
ويحهم افمن يهدى الى الحق احق ان
يتبع امن لا يهدى الا ان يهدى فما
لكم كيف تحكمون واما لعمر الهكن لقد
لقحت فنظرة ريثما تنتج ثم احتلبوا طلاع
القعب دما عبيطا وزعافا ممقرا هنا
لك يخسر المبطلون ويعرف التالون ما
اسس الاولون ثم اطيبوا عن انفسكم
نفسا وطامنوا للفتنة جاشا وابشروا بسيف
صارم وبهرج شامل واستبدادو من
الظالمين يدع فيئكم زهيدا وجمعكم
حصيدا فيا حسرة بكم انى بكم وقد
عميت عليكم انلزمكموها وانتم لها
كارهون ثم امسكت عليها السلام

کہ وہ سیراب وشکم پر ہوتے کہ اُنسے شدت تشنگی اور تکلیف گرسنگی دور ہو گئی ہوا اور اُنپر آسمانی برکتوں کا دروازہ کھل جاتا۔ اور عنقریب اُن لوگوں کے کرتوتوں کا خدا مواخذہ کرے گا آؤ آؤ اور (حق بات) سنو اور آیندہ اگر زندگی رہی تو اس سے زیادہ تعجب خیز سوانح دیکھنے کے منتظر رہو۔ کہاں یہ پناہ لیں گے اور کس ریسمان مستحکم سے تمسک کرینگے اور کیا برے یہ تابع ومتبوع ہیں خدا کی قسم انھوں نے استدلال کیا موخر پر مقدم سے اور ادنی پر اعلے سے (قیاس مع الفارق کیا) خدا ذلیل کرے اس قوم کو جو سمجھتے ہیں کہ ہم کوئی کار نمایاں کر رہے ہیں۔ سمجھ لو کہ مفسد یہی لوگ ہیں لیکن انکو سمجھ نہیں برا ہو ان کا کیا وہ شخص راہ راست کی طرف ہدایت کرے وہ فرمانبرداری کا زیادہ حقدار ہے یا وہ شخص جو خود ہی دوسرے کی ہدایت کا محتاج ہو تمھیں کیا ہو گیا ہے کس طرح کا فیصلہ کرتے ہو۔ خدا کی قسم یہ ان لوگوں کی مصیبت عنقریب نتیجہ پیدا کرنے والی ہے پھر یہ انجام کار میں بجاے دودھ کے خون تازہ اور مرگ تلخ کا مزہ چکھینگے۔ ہاں فتنہ کے مقابلہ کے لئے آمادہ ہو جاؤ اور تم کو شمشیر براں (موت) اور جراحت عامہ (فنا) کی بشارت ہو۔ تمہارے اموال میں کمی اور تمھاری زراعات کی کاشت کا وقت آگیا ہے۔ وائے ناکامی تمھاری اور تمھارے لئے چارہ کار ہی کیا ہے جبکہ حالات سے تم نابلد ہو۔ لیکن کیا ہم تمھیں اصلاح پر مجبور کر سکتے ہیں حالانکہ تم اس سے کراہت کرتے ہو۔

یہ فرمانے کے بعد جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا نے سکوت فرمایا

وفات سیدہ؟ ابن سعد کاتب واقدی نے لکھا ہے کہ حضرت ابوبکر وعمر بھی عیادت کو آئے تھے اور آپ اُنسے راضی ہوگئی تھیں لیکن آیندہ کے واقعات خود تصفیہ کردینگے کہ آپ راضی ہوئیں تھیں یا نہیں۔ صحیح بخاری میں ہے کہ آپ ناراض رہیں اور کبھی بات نہیں کی اور اسی کی تائید میں حضرت عائشہ کی حدیث طبقات میں بھی موجود ہے امام ابن قتیبہ کی عبارت پوری نقل کی جاتی ہے جو فدک کے فیصلہ کے بعد کا واقعہ ہے۔

فقال عمر لابی بکر انطلق بنا الی فاطمہ فانا قد اغضبناھا فانطلقا جمیعا فاستاذنا علی فاطمہ فلم تاذن لھما فاتیا علیا فکلماہ فادخلھما علیھا فلما قعدا عندھا حولت وجھھا الی الحائط فسلما علیھا فلم ترد علیھما السلام فتکلم ابوبکر فقال یا حبیبة رسول اللہ واللہ ان قرابة رسول اللہ احب الی من عائشة ابنتی ولوددت یوم مات ابوک انی مت ولا ابقی بعدہ افترانی اعرفک فضلک وشرفک وامنعک حقک ومیراثک من رسول اللہ الا انی سمعت اباک رسول اللہ یقول لا نورث ما ترکت فھو صدقہ فقالت ارایتکما ان حدثتکما حدیثا من رسول اللہ تعرفانہ وتفعلان بہ قالا نعم فقالت نشدتکما اللہ الم تسمعا رسول اللہ یقول رضا فاطمة من رضائی وسخط

حضرت عمر نے حضرت ابوبکر سے کہا کہ اب ہمکو فاطمہ کیطرف چلنا چاہیے کہ ہم دونوں نے اُنکو غضبناک کیا ہے (غرض یہ دونوں) آئے اور اجازت چاہی مگر فاطمہ نے دونوں کو اجازت نہ دی پھر انھوں نے علیؑ سے سفارش چاہی اور آپ اُنکو لیگئے لیکن جب یہ دونوں بیٹھے تو فاطمہ نے دیوار کی طرف اپنا مُنھ پھیر لیا انھوں نے سلام کیا تو فاطمہ نے جواب سلام بھی نہ دیا پھر ابوبکر نے کہا کہ اے رسول کی پیاری مجھے آنحضرت کی قرابت اپنی قرابت سے زیادہ محبوب ہے اور آپ عائشہ میری بیٹی سے بھی مجھے پیاری ہیں جسدن آپکے والد کا انتقال ہوا ہے میں چاہتا تھا کہ مرجاؤں اور اُنکے بعد باقی نہ رہوں کیا آپ نہیں دیکھتیں کہ آپ کا اور آپکے فضل و شرف کو پہچانتا ہوں (اور آپکے حق میراث کو منع کرتا ہوں (مگر میں کیا کروں) کہ میں نے آنحضرت سے سُنا ہے کہ ہم میراث نہیں چھوڑتے اور جو چھوڑیں وہ صدقہ ہے فاطمہ نے کہا کہ اگر میں بھی کوئی حدیث آنحضرت کی نقل کروں تو اُسکو سُنوگے اور پہچانوگے اور اسپر عمل کروگے دونوں نے

فاطمہ من سخطی فمن احب فاطمۃ ابنتی فقد	کہا بیشک آپ نے کہا تم کو قسم دیکر پوچھتی ہوں کہ کیا تم نے نہیں
احبنی ومن ارضی فاطمہ فقد ارضانی ومن	سُنا کہ آنحضرت فرماتے تھے کہ فاطمہؓ کی رضا میری رضا اور فاطمہؓ کا
اسخط فاطمہ فقد اسخطنی قالا نعم سمعناہ	غضب میرا غضب ہے جس نے میری بیٹی فاطمہ سے محبت کی اُسنے مجھ سے
من رسول اللہ قالت فانی اشہد اللہ وملائکتہ	محبت کی اور جسنے اُنکو راضی کیا اُسنے مجکو راضی کیا اور جسنے اُنکو غضبناک
انکما اسخطانی ومارضیتمانی وان	کیا اُسنے مجکو غضبناک کیا اُنھوں نے کہا بیشک ہم نے یہ حدیث سُنی
لقیت النبی لاشکونکما الیہ فقال	ہے آپنے کہا میں خدا و ملائک کو گواہ کرتی ہوں کہ تم دونوں نے مجکو
ابوبکر انا عائذ باللہ تعالیٰ من سخطہ وسخطک	غضبناک کیا اور راضی نہیں کیا اور جب آنحضرتؐ سے ملونگی تو تمھاری
یا فاطمہ ثم انتحب ابوبکر یبکی حتی کادت	شکایت کروں گی حضرت ابوبکر کہنے لگے کہ میں خدا سے پناہ چاہتا
نفسہ تزھق وھی تقول واللہ لا	ہوں خدا کے اور آپ کے غضب سے پھر حضرت ابوبکر چیخ چیخ کر رونے
دعون اللہ علیک فی کل صلوۃ	لگے قریب تھا کہ اُنکی جان نکل جائے اور فاطمہ کہہ رہی تھیں کہ ہر نماز
اصلیھا ثم خرج باکیا	میں جو میں پڑھونگی تمھارے لئے بددعا کرونگی پھر یہ روتے ہوئے باہر آئے۔

اس عرصہ میں آپ کا مرض اپنی آخری نزاکت پر پہونچ گیا تھا آخر روز آپ نے غسل کیا لباس پہنا اور صحن خانہ میں فرش بچھوا کر قبلہ رو لیٹ کر فرمایا کہ روز جدائی آگیا پھر ام سلمہ سے فرمایا کہ میں غسل کر چکی ہوں اب مجھے غسل نہ دیا جائے اور اسیوقت وصیت فرمائی کہ میری میت پردہ شب میں دفن کی جائے شاید اسی سے قریب وقت میں اسماء سے فرمایا کہ مدینہ میں جنازہ اُٹھانے کی صورت مجھے پسند نہیں آئی اسطرح میت کا قد وقامت معلوم ہوتا ہے مجھے شرم آتی ہے کہ میری میت بھی یوں ہی اُٹھے گی اسماء نے کہا میں نے حبش میں جو طریقہ دیکھا ہے وہ آپ کو دکھاتی ہوں یہ کہکر تابوت کی شکل بنا کر دکھائی سیدہ نے اُسکو پسند کیا اور فرمایا کہ میری میت یوں ہی اُٹھے اور اسماء کو دعائیں دیں اور فرمایا کہ مجھے صرف تم علیؓ کے ساتھ غسل دینا اور کوئی آنے نہ پائے

فلما توفیت جاءت عائشۃ تدخل فقالت	انتقال کے بعد عائشہ آئیں تو اسماء نے روک دیا کہ یہاں آنا

لہ طبقات ابن سعد ص... لہ استیعاب ج ۲ ص ۷۷۲ لہ الغ... ج ۲ ص ۷۷۲

... فشكت الى ابي بكر فقالت

ان هذه الخثعميه تحول بيننا وبين ابنة

رسول الله وقد جعلت لها مثل هودج

العروس فجاء ابوبكر فوقف على الباب

فقال يا اسما ما حملك على ان منعت ازواج

النبيّ ان يدخلن على بنت رسول الله

وجعلت لها مثل هودج العروس فقالت

امرتني ان لا يدخل عليها احد واريتها

هذا الذي صنعت وهي حية فامرتني

ان اصنع ذلك لها قال ابوبكر فاصنعي

ما امرتك ثم انصرف فغسلها علىؑ واسماء

اُنھوں نے حضرت ابوبکر سے شکایت کی کہ یہ خثعمیہ (اسماء) میرے اور فاطمہؑ کے درمیان حائل ہوتی ہے اور اُسنے فاطمہ کے لیے دولہن کے ہودج (تابوت) کی طرح بنایا ہے حضرت ابوبکر دروازے پر آکر ٹھہرے اور اسماء سے پوچھا کہ یہ تم نے کس خیال سے ازواج نبی کو بنت پیمبر تک آنے سے روکا اور اُنکے لیے دولہن کے ہودج کا سا کیا بنایا ہے اسمار نے کہا اُنھوں نے مجھے یہی حکم دیا تھا اور یہ تابوت بھی میں اُنکو زندگی میں دکھا چکی ہوں اور اسکا بھی اُنھوں نے حکم دیا تھا یہ سُن کر حضرت ابوبکر اجازت دے کر چلے گئے اور اسماء و علیؑ نے غسل دیا۔

بقول ابوعمرؒ یہ پہلی میت تھی جو اسطرح اُٹھائی گئی اس کے بعد ام المومنین زینب کی میت بھی فاطمہؑ کی تقلید میں اسی طرح اُٹھائی گئی۔

وفات ۲۰ رجمادی الثانی ۱۱ھ قریب مغرب فاطمہؑ نے انتقال فرمایا اہل مدینہ میں شور گریہ وبکا اسطرح بلند ہوا کہ گویا آنحضرت ؐ نے آج ہی انتقال فرمایا ہے اہل مدینہ نماز جنازہ پڑھنے کے منتظر تھے مگر ابوذر نے آواز دی کہ میت صبح کو اُٹھے گی لوگ واپس گئے۔ نصف شب کے بعد امیر المومنینؑ نے میت کو اُٹھایا اور خود نماز جنازہ پڑھا کر بقیع میں دفن کیا۔

باب سوم

قرابات النبیؐ

فصل (۱)

حضرت فاطمہؑ بنت اسد

نام ونسب و نکاح واولاد فاطمہ نام ہے اور آپ اسد بن ہاشم کی نور دیدہ ہیں آپ کی والدہ کا نام بھی فاطمہؓ تھا جو جدہ حضرت خدیجہ (الزائدہ) کی خواہر عم زاد تھیں ابوطالب وفاطمہ دونوں کا نسب وہی ہے جو خود انحضرتؐ کا نسب ہے اسلیے تحریر کی کوئی خاص ضرورت نہیں رہتی فاطمہ کا نکاح ابوطالب سے ہوا اور ابوطالب کے بعد وفات آپ بیوگی کی باعزت زندگی بسر کرتی رہیں حضرت ابوطالب سے آپ کے یہاں چار فرزند طالبؓ وعقیلؓ وجعفرؓ وعلیؑ اور تین صاحبزادیاں ام ہانی، جمانہ، ریطہ پیدا ہوئیں چونکہ فاطمہ اپنے باپ اسد کی اکلوتی صاحبزادی تھیں اسلیے یہی اولاد اپنے نانا کی بھی وارث تھی اور کم سے کم نانا کا نام (اسد) چھوٹے نواسے (علیؑ) کے لقب (اسد اللہ) میں میراثاً پہونچا۔ علامہ عبد البر کہتے ہیں کہ ھی اول ھاشمیہ ولدت لھا ھاشمی (یہ پہلی زن ہاشمیہ ہیں جن سے اولاد ہاشمی پیدا ہوئی) لیکن علامہ ابن اثیر نے اس قول میں اتنا اضافہ اور کیا ہے وھی ایضاً اول ھاشمیہ ولدت خلیفہ (فاطمہ یوں بھی پہلی ہاشمی عورت ہیں کہ ان سے خلیفہ رسول (علیؑ) پیدا ہوا) زبیر بن العوام سے روایت ہے کہ جب یا ایھا النبی اذا جاءک المومنات یبایعنک الخ نازل ہوئی تو سب سے

۱؎ طبقات ابن سعد ج ۸ صـ۱۶۱ ۲؎ اعلام الوریٰ طبرسی ج ۲ صـ۹۸ ۳؎ اسد الغابہ ج ۵ صـ۵۱۷ لیکن علامہ ابن شہر آشوب نے اسد کی دو اولادیں اور بھی لکھی ہیں حنین وخالدہ مناقب ج ۳ صـ۶۲ ۴؎ استیعاب ج ۲ صـ۷۷۴ ۵؎ اسد الغابہ ج ۵ صـ۵۱۷ ۶؎ مقاتل الطالبین لابی الفرج الاصبہانی المتوفی سنہ ۳۵۶ھ مطبوعہ طہران صـ۶

بیعت کرنے والی عورتوں میں فاطمہ بنت اسد ہیں۔ درحقیقت آپ کی اولیت کی ایک بڑی مہر بنائی جاسکتی ہے سب سے بڑھکر یہ کہ مومنات عالم میں آپ سب سے پہلی وہ ہیں جسکا خدا نما فرزند بیت اللہ میں پیدا ہوا۔ یہی فاطمہ وہ پہلی بی بی ہیں جنکو کعبہ نے تین روز مہمان رکھا حضرت مریم کو بیت المقدس سے اس نازک وقت پر چلے جانے کا حکم دیا گیا مگر فاطمہ کو کعبہ میں بلایا گیا اور دیوار کا پردہ بھی بیچ سے اُٹھ گیا آہیں شک نہیں کہ حضرت مریم کی مدارات میں اخلاق الٰہی نے کوئی کمی نہیں رکھی اور روح اللہ کی آمد پر درخت خشک کو حیات ثانیہ کا خلعتِ سبز عنایت فرما کر مراسم میزبانی و مہمانی پورے کیے گئے پھر بھی حضرت مریم کا ظاہری وسیلہ رزق درخت تھا اور فاطمہ کا وسیلہ ذات الٰہی رع ببیں تفاوت رہ از کجا است تا بہ کجا۔

یزید بن قعنب سے اس بارے میں جو روایت وارد ہے وہ اسقدر مشہور ہے کہ شیعہ طبقہ کے علاوہ علمائے عامہ نے بھی اسکو سنا ہے اور علامہ ابن الحدید سے فاضل محقق نے اسکی طرف اشارہ کیا ہے۔ یہ شخص (یزید بن قعنب) ناقل ہے کہ میں ایک مجمع کے ساتھ اسوقت موجود تھا جب فاطمہ بنت اسد علیؑ کو گہوارہ شکم میں لیے ہوے بیت اللہ کا طواف کر رہی تھیں اسی حالت میں دردِ زِہ عارض ہوا اور آپ نے شکم اقدس کو دیوار کعبہ سے مس کر کے اس مشکل کے آسان ہونے کی دعا فرمائی۔ ہونٹوں سے چلی ہوئی آواز بام کعبہ پھاند کر عرش تک پہونچی ۔ ادھر باب اجابت وا ہوا ادھر دیوار کعبہ شق ہوئی فاطمہ کعبہ میں داخل ہوئیں یزید بن قعنب اور اُسکے ساتھی اس واقعہ سے گھبرا گئے اور قفل کعبہ کھولنے کی ناکام کوشش کرنے لگے لیکن بیرونی بیرونی ہی رہے اندر جس نے نہ کھلنے والی دیوار کو کھولا تھا اُس نے کھلنے والے قفل کو ایسا بند کیا کہ دنیا کے ہاتھ سے نہ کھل سکا۔

چوتھے روز فاطمہ برآمد ہوئیں تو علیؑ آغوش میں تھے اور آپ فرما رہی تھیں کہ میں نے ہاتف کی آواز سن کر اس بچہ کا نام علیؑ رکھا ہے۔

[illegible] ۱۴۵

ولادتہ فی الحرم المعظم اُسّہ
طابت وطاب ولیدھا والمولد

اسلام وہجرت | اسلام لانے والوں میں فاطمہ کا گیارھواں[1] نمبر ہے اور آپ مہاجرین اولی کی صف میں شمار کی جاتی ہیں آنحضرتؐ اور اسلام کی محبت میں مکہ کی صنم پرست زمین کو چھوڑ کر ایمان آباد مدینہ میں تشریف لائیں اور یہیں وفات ہوئی بعض کا خیال ہے کہ فاطمہ کا انتقال قبل از ہجرت ہوا لیکن یہ سراپا غلط ہے اسلیے کہ باتفاق علما امیر المومنین علی ابن ابیطالب وحضرت سیدۂ عالم کا نکاح مدینہ میں ہوا ہے اور امیر المومنینؑ کا آپ سے اجازت لینا ظاہر ہے جیسا کہ میں ذکر کر چکی ہوں۔

عام حالت | فاطمہ بنت اسد نے حضرت عبدالمطلب کے بعد آنحضرتؐ کی پرورش میں ابو طالبؑ کی بہترین مدد کی یہی وجہ تھی کہ آنحضرتؐ فاطمہ کو ماں کہا کرتے تھے اور اکثر مواقع پر اظہار شکر گزاری فرمایا کرتے تھے فاطمہ بھی اپنی اولاد سے زیادہ آنحضرتؐ کو چاہتی تھیں چنانچہ آپ کا قاعدہ تھا کہ آپ اپنی اولاد کے کھانے میں سے ہمیشہ ایک حصہ علحدہ کر لیا کرتی تھیں اور وہ صرف آنحضرتؐ کو دیا جاتا تھا ابن سعد کاتب واقدی کا بیان ہے کانت امرأۃ صالحۃ وکان رسول اللہ یزورھا ویقیل فی بیتھا فاطمہ ایک نیک بی بی تھیں آنحضرتؐ اُنکی زیارت کرتے تھے اور اُنکے گھر میں آرام فرماتے تھے۔

وفات | آنحضرتؐ نے امیر المومنینؑ سے خبر وفات فاطمہ سُنی امیر المومنینؑ رو رہے تھے اور عرض کر رہے تھے کہ یا رسول اللہ میری ماں نے انتقال کیا آپ[2] نے فرمایا یا علیؑ تمھاری ماں نہیں میری ماں نے انتقال کیا یہ کہکر تجہیز وتکفین میں بذات خاص متوجہ ہوئے اپنی قمیص[3] کا کفن دیا ستر تکبیروں سے نماز جنازہ پڑھائی قبر میں اُتر کر زمین قبر کی طرف یوں اشارے فرمائے کہ صاف معلوم ہوتا تھا کہ حکماً تنگیٔ مکان کو وسعت سے بدل رہے ہیں پھر زمین قبر پر لیٹ گئے قبر سے برآمد ہوئے تو آنکھوں سے آنسو اُبل رہے تھے پھر خود قبر میں مٹی ڈالی حضرت

[1] مقاتل الطالبین صفحہ ۳ [2] منتخب کنز العمال الموضوع علی الجزء الخامس من مسند الامام احمد بن حنبل صفحہ ۲۷۹ [3] ایضاً

... کی گئی کہ یا رسول خدا آپ نے ان فاطمہ کے لیے جو کچھ کیا وہ کسی کے لیے ظہور
میں نہ آیا آخر اسکی کیا وجہ ہے آپ نے فرمایا کہ یہ میری ماں تھیں یہ کہکر آپ نے ایک طویل فہرست احسانات فاطمہ کی سناتے ہوئے فرمایا۔

لم یکن احد بعد ابیطالب ابرّ بی منها[1]	حضرت ابوطالب کے بعد ان سے زیادہ مجھ پر کوئی مہربان نہ تھا میں نے اپنی قمیص کا کفن اسلیے دیا کہ جنت میں انکو بہشتی خلعت دیے جائیں اور قبر میں اسلیے لیٹا کہ ان کو ضغطۂ (فشار) قبر سے نجات ہو۔
ان جبرئیل[2] اخبرنی عن ربی انها من اهل الجنة واخبرنی جبرئیل ان الله امر سبعین الفا من الملائکة یصلون علیها	مجھے جبرئیل نے خدا کی (طرف) سے خبر دی ہے کہ یہ اہل جنت سے ہیں اور مجھ کو جبرئیل نے خبر دی ہے کہ خدا نے ستر ہزار ملائکہ کو حکم دیا ہے کہ وہ سب فاطمہ پر درود بھیجتے ہیں۔

پھر آپ نے قبر پر بیٹھکر دیر تک دعاے مغفرت فرمائی شیعہ روایات میں صرف دو جملے زیادہ ہیں ایک یہ کہ آنحضرت مشایعت جنازہ میں پنجوں کے بل راستہ طے کر رہے تھے دوسرے آپ نے بعد دفن فاطمہ قبر کے اوپر سے تین بار فرمایا ابنک علی لا عقیل و لا جعفر اور دریافت پر فرمایا کہ اس کثرت سے میری ماں کی مشایعت جنازہ کے لئے ملائکہ آئے ہیں کہ پاؤں رکھنے کی جگہ نہیں ہے اور دوسرا سبب یہ بیان فرمایا کہ میری ماں سے نکیرین سوال کر رہے تھے جب یہ دریافت ہوا کہ تمہارا امام کون ہے تو فاطمہ خاموش ہوئی تھیں اور انکو اپنے بیٹے کا نام لیتے شرم آئی تھی میں نے آواز دی کہ علیؑ تمہارا فرزند تمہارا امام ہے بقول حضرت عمر[3] ابن علیؑ حضرت فاطمہ بمقام روحا میں مقابل حمام ابی قطیفہ دفن ہوئیں۔

لہ اسد الغابہ ج ۵ صفحہ ۵۱۷ ۔ ۲ منتخب کنز العمال صفحہ ۲۷۹ ۔ ۳ مقاتل الطالبین صفحہ ۳۱

فصل (۲)

حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب

آنحضرتؐ کی پھوپھی اور خالہ زاد بہن ہیں کیونکہ حضرت صفیہ کی والدہ ہالہ بنت وہیب[1] ہیں جو حضرت آمنہؑ کی سگی بہن تھیں صفیہ حضرت حمزہ اسدالرسول کی سگی بہن ہیں آپ کے اسلام پر عامہ مورخین کا اتفاق ہے۔

نکاح و اولاد! آپ کا پہلا[2] نکاح حارث بن حرب کے ساتھ ہوا یہ حارث ابوسفیان کے بھائی ہیں اور یہ نکاح جاہلیت میں ہوا تھا ان سے ایک لڑکا بھی پیدا ہوا حارث کے بعد عوام بن خویلد (برادر حضرت خدیجہ) سے نکاح ہوا ان سے زبیر، سائب و عبدالکعبہ کی ولادت ہوئی

ہجرت[3] کے بعد! ہجرت کی اگرچہ تفصیل نہیں معلوم لیکن آپ کا مکہ معظمہ سے مدینہ آنا ثابت ہے آپ نے بذات خاص بعض غزوات میں بھی شرکت کی ہے خصوصاً جنگ احد میں اس بیجگر بھائی کی بہادر بہن نے خالص ہاشمی خون کا جوش و خروش دکھا کر کفار کی صفوں کو محو حیرت بنا دیا ہے حضرت صفیہ کو مدینہ میں بھائی (حضرت حمزہ) کی شہادت اور حضرت معاویہ کی والدہ محترمہ حضرت ہندہ کی جگر خواری کی حیوانیت فزا داستان معلوم ہوئی ساتھ ہی اصحاب آنحضرتؐ کی بیعت شکنی اور اُنکے فرار کے حال نے آپ کو بیچین کر دیا آپ ایک طویل نیزہ لے کر اپنے بھتیجے (آنحضرتؐ) کی مدد کو آ گئیں اور جلیل القدر و طویل القامت اصحاب کو بھاگتے دیکھ کر عتاب آمیز لہجہ میں فرمانے لگیں تم رسول اللہؐ کو چھوڑ کر بھاگے جاتے ہو[4] یہ کہکر خود نیزے سے دشمنوں کو روکنے لگیں۔ میرے اس بیان سے اُردو داں پبلک کو یقیناً اچنبھا ہوگا کیونکہ اہل ترجمہ نے اُردو تاریخوں[5] میں اس فرار کا ذکر کرنے سے خود بھی گریز کی ہے لیکن واقعہ میں اصلاح کا نام کذب و خیانت ہے حقیقت یہی ہے کہ سوا امیر المومنین علیؑ ابن ابیطالب کے تمام چھوٹے بڑے مشہور و غیر مشہور

---

[1] اسد الغابہ ج ۵ ص ۴۹۲ [2] طبقات ج ۸ ص ۲۰ [3] اسد الغابہ ج ۵ ص ۴۹۲

صحابہ آنحضرت کو چھوڑ کر بھاگ گئے تھے جو مسلمان بہادر عورتوں کو بھی شاق تھا۔

صفیہ کے آجانے سے آنحضرتؐ اپنے زخموں کا درد صحابہ کی ہمت شکنی کا رنج بھول گئے اور زبیر سے فرمانے لگے کہ اپنی ماں کو حمزہ کی لاش پر جانے سے روکو کیونکہ آپ کو معلوم تھا کہ بہن اپنے بھائی کو اُس حالت میں نہیں دیکھ سکتی جو حضرت ہند کی قساوت قلبی نے حضرت حمزہ کی صورت بنائی ہے۔ یہ سُن کر زبیر گئے اور صفیہ کو آنحضرتؐ کا پیام دیا آپ نے فرمایا کہ مجھے میرے بھائی کی شہادت کا حال معلوم ہو چکا ہے اور خدا کی راہ میں یہ کوئی بڑی قربانی نہیں ہے اسلیے میں تا بہ امکان ربط و ضبط و جبر و صبر سے کام لونگی یہ کہکر آپ حضرت حمزہ کی لاش پر آئیں مگر حسب وعدہ صبر سے کام لیا انا للہ و انا الیہ راجعون کہکر دعاے مغفرت میں مشغول ہوگئیں مگر بھائی کی میت کا یہ نظارہ ایسا نہ تھا جو دل نہ ہلا دیتا اسلیے آخر آبلۂ دل کی آواز شکست فریاد بن کر زبان تک آئی اور آپ نے ایک مرثیہ میں دل کی بھڑاس نکالی جسکا ایک شعر یہ ہے جسمیں آنحضرتؐ کو مخاطب فرمایا ہے ؎

ان یوم اتی علیک لیوم   کورت شمسه و کان مضیئاً

اُحد کے بعد حضرت ابوسفیان کی کوشش نے جنگ خندق کی بنیاد ڈال دی اور آنحضرتؐ نے انصارؓ کے ایک محفوظ قلعہ (فارع) میں اور مسلمان عورتوں کے ساتھ حضرت صفیہ کو بھی بٹھا دیا اور حضرت حسانؓ بن ثابت (شاعر) کو نگہبانی کا عہدہ عطا ہوا یہ قلعہ اگرچہ مضبوط تھا مگر بنی نُضیر سے قریب واقع تھا ایک یہودی قلعہ کے دروازے پر آ پہونچا جسکو حضرت صفیہ نے دیکھ لیا اور حسان سے فرمانے لگیں کہ بھائی جاؤ اور اسکا سر کاٹ لاؤ۔ حضرت حسان ایک مرض میں مبتلا ہوکر ایسے ضعیف القلب ہوگئے تھے کہ لڑنا تو درکنار میدان جنگ کی صورت بھی نہ دیکھ سکتے تھے چنانچہ انھوں نے صاف صاف کہدیا کہ اگر میں ایسا ہی ہوتا تو آنحضرتؐ کے ہمراہ جنگ میں کیوں نہ شریک ہوتا یہ سُن کر حضرت صفیہ خود اُٹھیں

اور چوب خیمہ لے کر یہودی کے ایک سر کے دو سر بنا دیے جب وہ دم توڑ چکا تو آپ نے حضرت حسان سے کہا کہ اب جا کر سر ہی کاٹ لاؤ اور اس صلہ میں کپڑے اور ہتھیار پر بھی قبضہ کرو حضرت حسان نے کہا میں اس کام سے بھی باز آیا آخر حضرت صفیہ نے یہ خدمت بھی پوری کی یہودی کا سر کاٹ کر زیر قلعہ پھینک دیا جس سے تمام یہودیوں کو یقین ہو گیا کہ قلعہ تنہا نہیں ہے بلکہ اسمیں بھی مسلمانوں کی تھوڑی فوج موجود ہے۔ اس بنا پر وہ حملے کے ارادہ سے باز آ گئے۔

حضرت صفیہ میں شجاعت کے ماسوا شعر گوئی کا ذوق بھی موجود تھا اور آپ اس فن میں بھی کامل تھیں آپ کے اکثر اشعار آج بھی پائے جاتے ہیں آپ نے حضرت عبدالمطلب، حضرت رسالت پناہ کے مرثیہ نظم فرمائے ہیں جن سے خیالات کی بلندی نظر آتی ہے۔

وفات } حضرت صفیہ نے تہتر سال کی عمر میں سنہ ۲۰ھ بعہد حضرت عمر اس دار فانی کو وداع فرمایا اور بقیع میں دفن ہوئیں۔

فصل (۳)

حضرت عاتکہ بنت عبدالمطلب

علمائے اہلسنت کی ساری کاوش یہ رہی ہے کہ خاندانِ رسالت کے فضائل کو بہر امکانی کوشش سے مٹا دیں چنانچہ آنحضرات نے سبقت اسلام کا طرۂ امتیاز بھی غیروں کو دے کر چھین نہ لیا اور آنحضرت کے عصمتکدے میں کفر گری شروع کر دی اعمام آنحضرت میں حضرت ابوطالب کو کافر بنایا اور عمات نبی میں صرف حضرت صفیہ ہی کو مومنہ بتایا چنانچہ علامہ قسطلانی نے صاف صاف لکھ دیا کہ عمات آنحضرت میں صرف صفیہ ہی مسلمان ہوئیں مگر فرقہ شیعہ جو دشمن اہلسنت سے متمسک ہے وہ حضرت عاتکہ و اروی کو بھی مسلمان کہتا ہے

افسوس کہ حضرت رویدہ کے متعلق مزید حالات معلوم نہ ہو سکے البتہ یہ عاتکہ وہی ہیں جنکا
خواب آج دنیائے اسلام میں حقانیت مذہب کا ایک ثبوت سمجھا جاتا ہے۔ آنحضرت کی
ہجرت کے بعد چاہیے تھا کہ کفار مکہ کی دشمنی ختم ہو جاتی لیکن انکے دل کی آگ شعلہ فشاں
ہی رہی بلکہ اہل یثرب سے بھی انتقام کی ٹھہرائی کفار مکہ جب مدینہ کی طرف جا نکلے
غربائے مدینہ کے دس بیس اونٹ ہنکا لائے یا اُن کی زراعت اور باغات کو بے خطا
روند ڈالا جب انکی شرارت انتہا کو پہونچی تو آنحضرت نے بھی حکم دیدیا کہ قریش کا جو
قافلہ مدینہ کی راہ سے شام یا دیگر ممالک کی طرف جائے اُسکو لوٹ لیا جائے اہل مدینہ نے
یہ عمل شروع کر دیا اور پہلا قافلہ لوٹ لیا گیا اس قافلہ میں ایک شخص ضمضم بن عمر تھا وہ
اس حادثہ کی خبر لے کر مکہ کی طرف بھاگا اسکی خبر رسانی کے بعد جنگ بدر واقع ہوئی
جسمیں قریش کے بڑے بڑے سرگروہ ہلاک ہوئے۔

ابھی ضمضم بن عمر مکہ میں نہ پہونچا تھا کہ حضرت عاتکہ نے خواب میں دیکھا کہ ایک
ناقہ سوار آیا ہے اور وہ مقام ابطح اور بالائے دیوار کعبہ و کوہ ابوقبیس پر ٹھہر کر آواز
دے رہا ہے انفروا یا ال عدی الی مصار عکم (اے اولاد عدی اپنے مقتل کی طرف
دوڑ چلو) پھر اس شخص نے پہاڑ پر سے ایک پتھر مکہ کی طرف پھینکا جسکا ایک ایک ٹکڑا مکہ کے
ہر گھر میں پہونچا حضرت عاتکہ اس خواب سے خوف زدہ بیدار ہوئیں اور حضرت عباس سے
اخفا کی تاکید کر کے تمام خواب بیان کر دیا حضرت عباس بھی خواب کی خوفناک تعبیر کے
منتظر ہو بیٹھے پھر کسی طرح یہ خواب مشہور ہو کر مکہ کی گلیوں میں پھیل گیا اور ابوجہل نے
حضرت عباس سے کہا کہ اے ابالفضل تمہارے مرد تو دعوائے نبوت کرتے ہی تھے اب
تمہاری عورتیں بھی نبی ہونے لگیں۔ اگر یہ خواب سچ ہوا تو خیر ورنہ تحریر کے ذریعہ سے
تمام عرب میں تمہارے خاندان کی دروغ گوئی کو شہرت دیجائے گی۔ اس خواب کو تین روز

نہ گزرے تھے کہ ضمضم بن عمر فریاد لے کر پہونچا اور جنگ بدر کا اہتمام ہو گیا اور اکثر جانیوالے اپنے مقتل میں خواب موت سوے۔

حضرت عاتکہ کے مزید حالات نا معلوم ہیں آپ نے بھی حضرت عبد المطلب کا مرثیہ فرمایا ہے۔

فصل (۴)

حضرت ام ہانیؓ بنت ابو طالبؓ

نام ونسب واولاد فاختہ یا جمانہ نام ام ہانی کنیت ہے آپکے والد ماجد حضرت ابوطالب مربی رسول و والدہ محترمہ فاطمہ بنت اسد ہیں آپ کا نکاح ہبیرہ بن عائذ مخزومی سے ہوا اور ہانی و عمر و یوسف وجعدہ چار فرزند ہوے۔

اسلام نیاز صاحب فتحپوری و مولانا سعید انصاری نے انکو روز فتح مکہ تک کفر میں بتایا ہے لیکن اسی روز آپ روزہ سے تھیں اور یہ زمانہ ماہ مبارک رمضان کا تھا میں نہیں جانتی کہ مشرکانِ مکہ کس شریعت کی متابعت میں روزہ رکھا کرتے تھے آپ کا روزہ سے ہونا ان دونوں حضرات نے بھی لمصداق .... حافظہ نہ باشد لکھا ہے۔

جلالت قدر ام ہانی ۸ھ روز فتح مکہ آپ کے شوہر نجران کی طرف بھاگ گئے لیکن ام ہانی کے بعض سسرالی عزیز آپ کے گھر میں پناہ گزین ہوئے امیر المومنینؑ علی ابن ابیطالب کو یہ خبر معلوم ہوئی تو آپ دروازہ ام ہانی پر آئے اسطرح کہ آپ کا چہرہ خود سے چھپا ہوا تھا آپ نے ام ہانی سے کفار کے نکال دینے کو کہا مگر ام ہانی نے بھی آپ کو دھمکی دی اور فرمایا کہ میں آنحضرتؐ کی عم زاد اور علیؑ ابن ابیطالب کی حقیقی بہن ہوں امیر المومنینؑ نے پھر پہلی بات دہرائی تو ام ہانی نے قسم کھائی کہ تمہاری شکوہ

آنحضرتؐ سے ضرور کر دونگی اُسوقت امیرالمومنینؑ نے چہرۂ مبارک دکھایا بہن دوڑکر لپٹ گئی مگر قسم پوری کرنے کے لیے مضطر ہوئیں اور امیرالمومنینؑ سے سوال کیا کہ میں شکایت کرنے کی قسم کھا چکی ہوں اب کیا کروں آپ نے فرمایا کہ آنحضرتؐ پہاڑ پر تشریف فرما ہیں تم جا کر اپنی قسم پوری کرلو مگر امیرالمومنینؑ بھی یہ نہ کر سکے کہ ام ہانی کے گھر سے دشمنوں کو نکال لاتے اس مقام سے بھی ام ہانی کی ایمانداری ظاہر ہو رہی ہے کفار قریش نہ خدا کی قسم کھاتے اور نہ اُسکے ایفا کے لیے یوں مضطر ہوتے پھر ام ہانی آنحضرتؐ کی خدمت میں آئیں آنحضرتؐ نے مرحبا فرمایا ام ہانی نے امیرالمومنینؑ کی شکایت کے ذیل میں سارا قصہ فرما دیا آنحضرتؐ نے فرمایا کہ جسکو ام ہانی نے پناہ دی اُسکو میں نے بھی پناہ دی۔

پھر آنحضرتؐ خانۂ ام ہانی میں تشریف لائے یہیں غسل بھی فرمایا اور نماز چاشت بھی ادا فرمائی پھر شربت نوش فرما کر بقیہ حصہ ام ہانی کو عنایت فرمایا ام ہانی روزے سے تھیں مگر شربت لے کر پی گئیں جب آنحضرتؐ کو معلوم ہوا تو آپ نے روزہ شکنی کا سبب دریافت فرمایا ام ہانی نے عرض کی کہ میں آپکا جھوٹا شربت واپس نہ کر سکتی تھی۔ ام ہانی کی ایمانداری کی یہ تیسری دلیل ہے کسی کافر کو رسول خداؐ کا ایسا پاس و لحاظ نہیں ہو سکتا۔

روز فتح مکہ ماہ صیام کا ہونا اور آنحضرتؐ کا روزے سے نہ ہونا بتاتا ہے کہ سفر میں روزہ قصر ہے اور جو حضرات اختیاری طور سے سفر میں روزہ رکھتے ہیں یا وہ آنحضرتؐ سے زیادہ شریعت کے پابند ہیں یا آپ کے مخالف۔

آنحضرتؐ کی محبت آپ حضرت ام ہانی سے بہت محبت فرماتے تھے ایک روز ام ہانی نے اپنے ضعف کی شکایت کرتے ہوئے عرض کی کہ مجھے کوئی ایسا وظیفہ تعلیم فرمایا جائے جو میں ایک جگہ بیٹھے بیٹھے پڑھوں آنحضرتؐ نے اس فرمائش کو پورا فرما دیا۔ ایک روز ام ہانی سے فرمایا تم ایک بکری خرید لو یہ بڑی برکت کی چیز ہے۔

ذوق علمی } آپ سے کتب صحاح میں ۴۶ احادیث مروی ہیں اور ابن عباسؓ کی طرح اکثر جلیل القدر صحابہ نے آپ سے روایت کی ہے۔ آپ کو تفسیر کا بھی شوق تھا چنانچہ آپ نے آنحضرتؐ سے ایک دن آیہ وتاتون فی نادیکم المنکر کی تفسیر دریافت فرمائی ہے جس سے آپ کا ذوق علمی معلوم ہوتا ہے۔

وفات } مورخین عامہ لکھتے ہیں کہ ام ہانی امیر المومنینؑ کے بعد تک زندہ تھیں مگر شیعہ طبقہ میں روز سفر امام حسین علیہ السلام تک آپ کی زندگی معروف ہے چنانچہ امام حسینؑ مدینہ میں رہ جانے والی عورتوں کو وداع فرمانے دولتسرا میں تشریف لائے اور حضرت ام سلمہؓ بھی روکنے میں ناکام ہوئیں تو حضرت ام ہانیؓ نے بڑھکر فرمایا کہ میں روکتی نہیں مگر بیٹا صرف آج کی تاریخ سفر نہ کرو۔ امام نے اسکی وجہ پوچھی تو ام ہانی نے فرمایا کہ ہم بنی ہاشمیوں میں قاعدہ ہے کہ جب کوئی مصیبت آنے والی ہوتی ہے تو نوحۂ جنات کی آواز آتی ہے بیٹا آج شام سے سن رہی ہوں کہ بام خانہ پر کوئی رو رہا ہے اور تمہاری خبر قتل دے رہا ہے۔

فصل (۵)

ام کلثوم و ام الحسنؑ زینب العقیلہ بنت امیر المومنین علیؑ ابن ابی طالب

نام ولقب وکنیت } زینب نام ام کلثوم و ام الحسن کنیت نائبۃ الزہراؑ وصدیقۂ صغریٰ عالمہ غیر معلمہ وعقیلہ لقب ہے آپ بطن سیدہ عالم فاطمہ بنت رسول اللہؐ سے امیر المومنین علیؑ ابن ابیطالبؑ کی بڑی صاحبزادی ہیں۔

ولادت } آپ رمضان المبارک سنہ ۵ھ مدینہ منورہ میں پیدا ہوئیں اور آنحضرت نے جنگ تبوک سے واپس تشریف لاکر زینب نام رکھا روز وفات آنحضرت آپ کی عمر مبارک

سلہ اصابہ ج ۲ ص ۹۷۸ سلہ ناسخ التواریخ ج ۶ ص ۳۶ سلہ طراز المذہب مطبوعہ بمبئی صفحہ ۶۸

تقریباً ڈیڑھ سال اور بروز وفات سیدۂ عالم دو سال سے کچھ زیادہ اور بروز واقعہ کربلا میں اکاون سال کی تھی آپ کا نکاح حضرت عبد اللہ بن جعفر بن ابیطالبؓ آپ کے برادر عمزاد سے ہوا اور علی و عونؑ اکبر و محمد و عباس و ام کلثوم پیدا ہوئے دنیا میں انھیں سے نسل جعفر پھیلی آپ نے بعد واپسی شام مدینہ منورہ میں انتقال فرمایا اور وہیں دفن ہوئیں۔

فصل (۶)

ام کلثوم رقیۃ الکبریٰ بنت امیر المومنین علی ابن ابیطالب

نام و کنیت } رقیۃ الکبریٰ نام ام کلثوم کنیت ہے آپ کو بھی بطن حضرت سیدہ صلواۃ اللہ علیہا سے کہا جاتا ہے لیکن تحقیق سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ام کلثوم و زینب ایک ہی ذات کے دو نام ہیں چونکہ آپ کو حضرت زینبؑ سے چھوٹا کہا جاتا ہے اسلیے آپ کی ولادت کو ۱۱ھ میں ماننا پڑے گا اور حمل و وضع حمل کے لئے یہ مدت کافی نہیں ہے اسلیے کہ جمادی الثانی ۱۱ھ خود وفات حضرت سیدہ کی تاریخ ہے۔ دوسرے عرب میں ہمیشہ اولاد کے نام سے کنیت ہوا کرتی ہے کاش حضرت ام کلثوم کے یہاں کسی کلثوم کا ہونا بھی ثابت کیا جاتا لیکن بالمقابل حضرت زینب کی اولاد میں ایک صاحبزادی ام کلثوم بتائی جاتی ہیں ممکن ہے کہ لفظ ام زیادہ ہو گئی ہو اور اسی صاحبزادی کے نام سے حضرت زینب کی کنیت ام کلثوم مشہور ہو گئی

نکاح حضرت ام کلثوم و حضرت عمر کا قصہ ایک عظیم مغالطہ ہے جب کو چاہے روایت ثابت ہی کیوں نہ کرے مگر درایت قبول کرنے کو تیار نہیں ہے البتہ ممکن ہے کہ ام کلثوم نامے امیر المومنینؑ کی کسی دوسری صاحبزادی سے یہ نکاح واقع ہوا ہو تاریخ عامہ و خاصہ میں پیام حضرت عمر کے بعد جو الفاظ عذر امیر المومنین کی طرف سے نقل کیے گئے وہ یہ ہیں کہ ام کلثوم

ابھی نہایت کمسن ہے درانحالیکہ یہ نکاح قریب ... زمانہ قتل حضرت عمر واقع ہوتا ہے
آپ کا انتقال ۲۳ھ میں ہے اگر ۲۳ھ میں بھی اس نکاح کو مانا جائے تو اسوقت عمر حضرت
اُم کلثوم دس سال کی تھی اور عرب کی لڑکی نو برس کے سن میں بالغ ہوجاتی ہے ورنہ حضرت
ابوبکر کو نکاح حضرت عائشہ میں بھی اسی کمسنی کا عذر کرنا پڑتا

حضرت عمر کے بعد حضرت عون و حضرت محمد بن جعفر سے حضرت ام کلثوم کا نکاح ثانی
و ثالث بتایا جاتا ہے اور پھر حضرت عبداللہ بن جعفر سے عقد رابع کا تذکرہ ہے۔

غرض ان دونوں بہنوں اور دختران امام حسنؑ و امام حسینؑ کے تفصیلی حالات
دیکھنے کے لیے میری دوسری تصنیف "گلوبند فاطمہ کے موتی" کا انتظار کیجیے جو زیر نظر ثانی
ہے اور انشاءاللہ عنقریب ہدیہ ناظرین ہوگی۔ مجھے افسوس ہے کہ میں اس کتاب میں
ان دونوں بہنوں کا مفصل تذکرہ نہ کرسکی اسکی وجہ ظاہر ہے کہ حضرت زینبؑ ام کلثوم کا
واقعہ کربلا ایسے مہتم بالشان واقعہ سے گہرا تعلق ہے جو تفصیل چاہتا ہے اور یہ کتاب
اسکی متحمل نہیں ہے پھر بھی مختصر تذکرہ ناگزیر تھا کیونکہ علامہ بخاری ہر اُس شخص کو
بلاشرط صحابی مانتے ہیں جس نے حیاً و میتاً آنحضرتؐ کی زیارت کی ہو چنانچہ تمام مورخین
نے ان دونوں صاحبزادیوں کا نام ذیل صحابیات میں لکھا ہے البتہ نیاز صاحب
و مولانا سعید انصاری نے نام لینا گوارا نہ فرمایا چونکہ دونوں حضرات خاندان رسالت
کے دوست ہیں اس لیے میں ترک کی وجہ تعصب تو نہ کہونگی لیکن ممکن ہے کہ علامہ
بخاری کی مخالفت ورزی مقصود ہو اور میں یہ بھی نہ کرسکتی تھی۔

فصل (۷)

حضرت امامہؓ بنت ابی العاص

نام و نسب ﴿ آپ کا نام امامہ ہے آپ کے پدر بزرگوار ابی العاص بن ربیع بن عبد العزیٰ تھے اور آپ کی والدہ ماجدہ حضرت زینب بنت رسول اللہ ہیں۔

نکاح ﴿ آپ کی ولادت عہد آنحضرت میں ہوئی اگرچہ سنہ ولادت نامعلوم ہے مگر سلہ سن وفات حضرت سیدۂ عالم میں آپ سن شباب تک پہونچ چکیں تھیں جب حضرت سیدہ کا وقت وفات قریب پہونچا تو آپ نے امیر المومنینؑ سے وصیت فرمائی کہ آپ میری بھانجی حضرت امامہ سے نکاح فرمالیجیے گا وہ بسبب قرابت قریبہ میرے کمسن بچوں کا پاس خاطر کریں گی۔

امیر المومنینؑ نے بعد حضرت سیدہؑ اس وصیت کو پورا کیا اور حضرت زبیر بن العوام (جن سے ابو العاص نے نکاح امامہ کر دینے کی وصیت کی تھی) کے انتظام سے یہ عقد ہوا اور محمد الاوسط ان ہی کے بطن سے پیدا ہوئے۔

سنہ ۴۰ھ میں جب امیر المومنینؑ زخمی ہوئے تو آپ کو خیال تھا کہ حضرت معاویہ امامہ سے نکاح کی سعی بلیغ کرینگے اسلیے کہ آنحضرتؐ کے نواس داماد بن کر دنیا کو اس سے زیادہ دھوکا دے سکیں گے جسقدر کہ صرف کاتب رسول ہونے سے دیا گیا لہذا آپ نے وصیت فرمائی کہ میرے بعد مغیرہ بن نوفل (حضرت عبد المطلب کے پرپوتے) امامہ سے نکاح کریں امیر المومنینؑ کا یہ خیال غلط نہ تھا آپ کی شہادت کی خبر پاتے ہی حضرت معاویہ نے مروان بن حکم کو اس عقد میں صرف کرنے کے لیے ایکہزار اشرفی کا حکم دیا مگر یہ خبر مغیرہ کو بھی معلوم ہو گی اور انھوں نے امام حسنؑ سے اجازت لے کر فوراً نکاح کر لیا۔

سلہ طبقات ابن سعد ج ۸ صفحہ ۲۶ سلہ ناسخ التواریخ حالات حضرت سیدہؑ سلہ اسد الغابہ ج ۵ ص ۴۰۰ سلہ مناقب ابن

آپ امامہ کو بہت چاہتے تھے اکثر نماز کی حالت میں بھی اپنے کاندھے

کی محبت } سے جدا نہ کرتے تھے ایک مرتبہ[2] نجاشی بادشاہ حبش نے ایک انگوٹھی ہدیۃً بھیجی آنحضرتؐ وہ انگوٹھی لیے ہوئے دولتسرا میں تشریف لائے اور فرمایا کہ میرے اہلبیت میں جو سب سے زیادہ میرا محبوب ہے اسکو دوں گا۔ ازواج نبی نے خیال کیا کہ حضرت عائشہ کا نصیبہ کھلا مگر آپ نے وہ انگوٹھی حضرت امامہ کو عطا فرمائی۔

اولاد و وفات } حضرت امامہ کے یہاں مغیرہ سے ایک صاحبزادہ یحییٰ[3] نام پیدا ہوئے اور اسی سے مغیرہ کی کنیت ابویحییٰ مشہور ہوئی افسوس کہ حضرت امامہ کا سنہ وفات معلوم نہ ہوا لیکن آپ نے خانۂ مغیرہ ہی میں انتقال فرمایا۔

فصل (۸)

درہ بنت ابی لہب

نام ونسب نکاح واولاد } نام ہے ادر ابولہب سے کفر مجسم کی مومنہ بیٹی اور آنحضرتؐ کی خواہر عم زادہ ہیں۔ حارثہ ابن نوفل سے عقد ہوا اور عتبہ ولید و ابو مسلم پیدا ہوئے۔

اسلام وہجرت } مکہ میں ایمان لائیں اور مدینۂ منورہ کی ہجرت فرمائی۔

عام حالت } آپ مدینہ میں رافع ابن معلی زرقی کے گھر اتریں اس خاندان کی بعض عورتیں آپ سے ملنے آئیں اور کہنے لگیں کہ تم اسی ابولہب کی بیٹی ہو جسکے واسطے سورۂ تبت یدا ابی لہب نازل ہوا۔ بھلا تم کو ثواب ہجرت کی کیا امید۔ حضرت درہ کو اس کلام سے سخت ایذا ہوئی اور آپ آنحضرتؐ کی خدمت میں شکایت لے کر آئیں۔

لہ طبقات ج ۸ ص ۲۵ زرقانی ج ۳ ص ۲۲۵ اسد الغابہ ج ۵ ص ...

آنحضرتؐ نے آپ کو تشفی وتسکین دے کر بٹھایا اور نماز ظہر کے بعد منبر پر تشریف لیجا کر فرمایا کہ لوگ مجکو میرے خاندان کے بارے میں تکلیف پہونچاتے ہیں خدا کی قسم میرے اقربا کو میری شفاعت کا فیض ضرور پہونچے گا یہاں تک کہ صد۔حکم۔وسلہب۔ (یعنے بہت دور کے قرابت دار یہ تینوں قبیلے قریش سے دور کا رشتہ رکھتے تھے) بھی محروم نہ رہیں گے۔ میں نہیں جانتی کہ اس حدیث کے پڑھنے والے اور آنحضرت کو ناطق بحق جاننے والے اب حضرت ابو طالب کے متعلق کیا کہیں گے (حالانکہ اُنکے ایمان سے انکار ہی ہٹ دھرمی ہے) حضرت درہ سے بھی چند حدیثیں نقل ہوئی ہیں۔

فصل (۹)

ہند بنت عتبہ

نام ونسب} ہند نام امکلۃ الاکباد (جگر خوارہ) لقب ہے آپ عتبہ بن ربعیہ عبدالشمس کی بیٹی ہیں۔

نکاح} آپ کا پہلا نکاح فاکہہ بن مغیرہ سے اور دوسرا حضرت ابوسفیان مشہور اموی سردار سے ہوا حضرت ہند کی کئی اولادیں تھیں مگر حضرت ابوسفیان سب کے باپ مشکل سے کہے جا سکتے ہیں اسکے متعلق ایک ناگوار طویل بحث ناگزیر ہے اسلیے حضرت حسان بن ثابت کے چند شعروں پر اکتفا کرتی ہوں جو حضرت ہند کے کیرکٹر کو اچھی طرح واضح کردیں گے۔

لمن الصبی بجانب البطحاء · فی الترب ملقی غیر ذی مھد

نجلت بہ بیضاء انسۃ · من عبد الشمس صلتۃ الخد

ولہٗ

ولنیت فاحشۃ اتیت بھا ۔۔۔ یا ھند وبعلک سبۃ الدھر

زعم القوابل انھا ولدت ۔۔۔ ابنا صغیرا کان من عھر

عام حالات بنو امیہ نہ صرف شر قبائل عرب و آفت دینِ اسلام کے لقب سے ملقب تھے بلکہ دُنیا بھر سے زیادہ آنحضرتؐ کے دشمن تھے چنانچہ عمران بن حصین سے جب سوال کیا گیا تو اُسنے راوی سے اپنی زندگی بھر ظاہر نہ کرنے کا عہد لے کر بنو اُمیہ و ثقیف و بنو حنیفہ کو آنحضرتؐ کا سب سے بڑا دشمن بتایا۔ سنگدلی اور کینہ پروری کا اس خاندان پر خاتمہ تھا اور سچ تو یہ ہے کہ خدا کو اپنا دین پھیلانا تھا ورنہ اس خاندان نے آنحضرتؐ کے جان و مال و عزت کے برباد کردینے میں کوئی کسر باقی نہیں رکھی۔

ابوجہل کے بعد حضرت ابوسفیان اُنکے جانشین ہوے اور آنحضرتؐ کے ایذا دینے میں تمام کاوشیں ختم کردیں جنگ بدر جسمیں ابوجہل و عتبہ پدر ہند اور دیگر اعزا ے ہند قتل ہوے اسکے انتقام میں اُحد کی لڑائی لڑی گئی۔ لیکن یہ تاریخی غلطی ہوگی اگر صرف جنگ احد ہی کو انتقامی جنگ سے تعبیر کیا جائے بلکہ احد کے بعد عہد رسول اور بعد عہد رسول تمام لڑائیوں میں اس انتقام کا جذبہ موجود تھا چنانچہ صفین و کربلا کے واقعات کو بدر کی چنگاری کا شعلہ کہنا غلط نہیں ہوسکتا عہد آنحضرتؐ میں حضرت ابوسفیان و ہند جو کام کر رہے تھے آنحضرتؐ کے بعد اُس سے دس گنا زیادہ حضرت معاویہ و یزید نے کیا چنانچہ سرِ حسینؑ اپنے سامنے طشت طلا میں رکھ کر یزید نے جو اشعار پڑھے وہ ہدیہ ناظرین ہیں۔

لیت اشیاخی ببدر شھدوا ۔۔۔ وقعۃ الخزرج من وقع الاسل

لعبت ھاشم بالملک فلا ۔۔۔ خبر جاء ولا وحی نزل

لست من ان لم انتقم — من بنی احمد ما کان فعل

قد اخذنا من علی ثارنا — وقتلنا الفارس اللیث البطل

وقتلنا القرن من ساداتهم — وعدلناه ببدر فاعتدل

فجزیناهم ببدر مثلها — وباحد یوم احد فاعتدل

لو راوہ لاستهلوا فرحا — ثم قالوا یا یزید لا تشل

وکذاک الشیخ اوصانی بہ — فاتبعت الشیخ فیما قد سئل

جسکے ترجمہ کا خلاصہ (جو اس تمام نسل کے کفر کی دلیل ہے) یہ ہے کہ اپنے بزرگوں کو یاد کرکے کہتا ہے۔ کاش میرے وہ بزرگ جو جنگ بدر میں قبیلہ خزرج کے نیزوں سے قتل ہوئے آج موجود ہوتے تو دیکھتے کہ میں نے کس طرح ان کا عوض لیا (اپنے ایمان پر روشنی ڈالتے ہوئے کہتا ہے) کہ رسالت وامامت کے ڈھکوسلے بنی ہاشم نے صرف دنیا طلبی کے واسطے پھیلا رکھے تھے ورنہ سچ یہ ہے کہ نہ کوئی خبر آئی تھی نہ وحی اتری تھی۔ میں خندف کی اولاد سے نہ ہوتا اگر میں محمدؐ کی اولاد سے انکے اعمال کا عوض نہ لیلیتا۔ میں نے علیؑ سے خوں بہا وصول کرلیا اور بڑے مشہور بہادر کو قتل کیا۔ اور بنی ہاشم کے منتخب سردار کو مارا تو جب میں نے کربلا کا پلہ بدر سے ملایا تو برابر اترا۔ احد کا عوض تو ہم احد میں لے چکے تھے مگر اب بدر کا بھی عوض ہوگیا۔ کاش بدر کے مرنے والے ہوتے تو خوشی سے چیخ اٹھتے اور مجکو دعائیں دیتے کہ یزید تیرا ہاتھ قوی رہے (اس شعر میں معاویہ کا مذہب کھول دیا) یہ میں نے اپنی طرف سے نہیں کہا بلکہ میرے بزرگ (باپ) نے یوں ہی وصیت کی تھی۔ میں نے تو وہی کیا جس کا میرے بزرگ (باپ) نے دم آخر سوال کیا تھا۔ یہ تھا بیٹا اور یہ تھا باپ اگر اسلام ثابت رہ سکے تو خلافت دونوں کو مبارک فاعتبروا یا اولی الابصار

پھر یہ کینہ یزید ہی کو ورثتاً نہ ملا تھا بلکہ اسکے تمام خاندان میں یہ جراثیم پھیلے ہوئے

ابو عبیداللہ فی کتاب المثالب وابو جعفر
فی تاریخہ ان عبید اللہ ابن زیاد
کتب الی عمر بن سعید بن العاص
وھو وال علی المدینۃ یبشرہ بقتل
الحسین فقراء کتابہ علی المنبر
فانشد رجزا تطاوما الی القبر الشریف
وقال یا محمد یوم بیوم بدر

کتاب مثالب وتاریخ طبری میں ہے کہ ابن زیاد نے عمرو بن عاص
والی مدینہ کو قتل حسین کی بشارت بھیجی تو اُس نے اُس
خط کو منبر پر پڑھا اور (خوش ہوکر) رجزیہ اشعار
کہے پھر قبر مبارک رسالت مآب صلے اللہ علیہ
وآلہ وسلم کی طرف اشارہ کرکے کہا
کہ اے محمدؐ بدر کے دن کا آج بدلہ
ہو گیا۔

حضرت ہند اسی خاندان کی ایک مقتدر رکن تھیں چنانچہ جنگ احد کی طرف جاتے ہوئے آپ ہی نے قبر حضرت آمنہ کے کھود ڈالنے اور حضرت آمنہ کے استخوان ہمراہ لے چلنے کی رائے دی تھی اور میدان اُحد میں دف بجا بجا کر اپنی فوج کو آنحضرتؐ کے قتل پر اُبھار رہی تھیں۔ حضرت حمزہ عم رسولؐ کو آپ ہی نے وحشی غلام مطعم بن جبیر سے بوعدۂ آزادی شہید کرایا اور جب حضرت حمزہ زخمی ہوکر گرے تو آپ نے دوڑ کر اُن کا کلیجہ نکال لیا اور اُسکو چبانے لگیں اسلیے آپ کا لقب اکلۃ الاکباد مشہور ہو گیا۔ اسپر بھی آپ کے سینہ کی آگ نہ بجھی اور آپ نے حضرت حمزہ کی نعش کے اعضائے ظاہر کاٹ لیے۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

اسلام } لیکن پیہم شکستوں کی وجہ سے بنی اُمیہ کا زور ٹوٹتا گیا اور فتح مکہ کے بعد بادل ناخواستہ ان سب کو آنحضرتؐ کے سامنے سر تسلیم خم کرنا پڑا چنانچہ علما ابوسفیان کے اسلام کو کسی جذبۂ حق کے سبب سے نہیں جانتے بلکہ مولفات القلوب میں شمار کرتے ہیں اور یہی حال حضرت ہند اور حضرت معاویہ کا تھا۔

حضرت ہند کی آنحضرتؐ سے گفتگو آپ کے مافی الضمیر کے بتانے کے لیے کافی

روانی ہے۔ آپ آنحضرتؐ کی خدمت میں نقاب ڈال کر یا منہ چھپا کر تشریف لائیں اور پوچھا یا رسول اللہ آپ کن شرائط پر ہم سے بیعت لیتے ہیں آپ نے فرمایا:

شرک نہ کرو۔

ھند۔ یہ اقرار آپ نے مردوں سے نہیں لیا مگر خیر۔

آنحضرتؐ۔ چوری نہ کرنا۔

ھند۔ میں اپنے شوہر کے مال سے تھوڑا بہت لے لیتی ہوں

آنحضرت۔ اولاد کو قتل نہ کرنا۔

ہند۔ ہم نے تو پال پوس کر بچے سے جوان کیا جب وہ جوان ہو گئے تو آپ نے قتل کر ڈالا۔

یہ گستاخ کلام سُننا اور پھر آنحضرتؐ کا کچھ نہ فرمانا دلیل رحمت ہے لیکن حضرت ہند آپ کو خونی یا قاتل کہکر ایمان لا رہی ہیں آنحضرتؐ کے بعد بھی اس گھر بھر کا ایمان صرف روپیہ رہا ہے آنحضرتؐ نے اپنے عہد میں بنی اُمیہ کا زور توڑ دیا تھا مگر حضرت عمر نے ان کا زور بڑھانا شروع کیا اور حضرت معاویہ کو شام کی گورنری عطا کر دی شیعہ طبقہ اس گورنری کو شبہ کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ چنانچہ اسی زمانہ میں حضرت معاویہؓ نے ایک گائے کی کھال میں اشرفیاں بھر کر حضرت ابو سفیان کی خدمت میں روانہ کیں اور آلات قید ہتھکڑی بیڑی وغیرہ جو آپ نے ایجاد کیے تھے وہ بھی باپ سے داد جدت لینے کیلئے بھیجے حضرت عمر کو اس روپیہ کا کسی نہ کسی طرح پتہ چل گیا اور آپ نے حضرت ابو سفیان کو بلا کر کہا کہ وہ مال مسلمین ہے جو آپ کے صاحبزادے نے چرا کر بھیجا ہے مہربانی فرما کر واپس کیجیے حضرت ابو سفیان صاف مکر گئے حضرت عمر نے حضرت ابو سفیان کے ہاتھ سے انگوٹھی اُتار کر ایک شخص کو دی کہ یہ نشانی حضرت ہند کو دینا اور کہنا کہ ابو سفیان نے وہ روپیہ مانگا ہے جو حضرت معاویہ نے شام سے بھیجا ہے قاصد نے اپنا فرض ادا کیا اور حضرت ہند نے سب روپیہ اور اُسکے ساتھ آلات قید بھی بھیجدیے۔ حضرت عمر نے وہ آلات قید حضرت ابو سفیان کو دروغ حلفی امیں پہنائے اور کہا کہ بیٹے کی ایجاد پہلے باپ ہی کے کام آنا چاہیے۔

حضرت عمر ہی کے عہد میں حضرت ہند نے جنگ یرموک میں شرکت کی اور اپنے شوہر کے ساتھ ساتھ داد شجاعت دی

وفات } عہد حضرت عمر ہی میں آپ نے انتقال فرمایا جس روز آپ نے انتقال کیا اُسی روز حضرت ابو قحافہ کا بھی انتقال ہوا

باب چہارم

صحابیات

فصل (۱)

حضرتِ ام ایمن

نام نسب } برکہ نام وام ایمن کنیت ہے آپ کے باپ ثعلبہ بن عمر ہیں وطن ملک حبش ہے آپ پدر بزرگوار آنحضرت حضرت عبداللہ کی کنیز تھیں حضرت عبداللہ کے بعد حضرت آمنہ کی خدمت میں رہیں پھر آنحضرت کی خدمت میں میراثاً پہونچیں اور آپ کی داشت وپرداخت کے خدمات باحسن وجوہ پورے کرتی رہیں اسلیے آنحضرت میری ماں کہہ کر مخاطب فرماتے تھے اور جب اپر نظر پڑتی تھی تو کہتے تھے ھذہ بقیۃ اھلبیتی۔

نکاح واولاد } آنحضرتؐ نے آزاد فرماکر پہلا نکاح عبید بن زید الخزرجی سے کردیا جن سے[1] ایمن پیدا ہوئے اور جنگ احد میں ماں کے ساتھ اپنی شجاعت کے جھنڈے گاڑدیے حضرت عبید نے جنگ حنین میں شہادت پائی تو ام ایمن بیوگی کی مصیبت میں مبتلا ہوئیں آنحضرت کو اسکا افسوس ہوا اور آپ نے ایک مجمع میں فرمایا من سرہ[2] ان یتزوج امراۃ من اھل الجنۃ فلیتزوج ام ایمن (جو جنتی عورت سے نکاح کرنا چاہے وہ ام ایمن سے نکاح کرلے یہ سُن کر حضرت زید بن حارثہ نے نکاح فرمالیا اور ان سے اُسامہ پیدا ہوئے یہی وہ اسامہ ہیں جن کا حبشی تاریخی شہرت رکھتا ہے۔

اسلام وہجرت } مولانا سعید انصاری ان کے اسلام کو حضرت زید کے سبب سے بتاتے ہیں جو صریحی غلطی ہے اگر شوہر اول مسلمان نہوتے تو جنگ حنین میں شرف شہادت کیونکر

---

[1] صحیح مسلم و اسد الغابہ ج ۵ [2] اعلام الوری طبرسی ص ۸۹ [3] طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۱۶۲

حاصل ہوتا اور اگر ام ایمن مسلمان نہ ہوتیں تو جنگ اُحد میں کیوں حاضر ہوتیں حقیقت یہ ہے کہ ام ایمن بھی قدیم الاسلام گروہ میں شریک ہیں۔

ام ایمن بھی ذوالہجرتین ہیں پہلے مکہ معظمہ سے حبشہ گئیں پھر وہاں سے مدینہ منورہ تشریف لائیں جنگ اُحد میں موجود تھیں اور زخمیوں کو پانی پلانے کی خدمت انجام دے رہی تھیں اسی عالم میں ایک تیر انکی طرف چلا اور انکے گر پڑنے سے پیراہن کا دامن اُلٹ گیا اسپر دشمنوں نے قہقہہ لگایا آنحضرت صلعم کو یہ ناگوار گذرا آپ نے ایک بے پیکان لکڑی سعد بن ابی وقاص کو دے کر اشارہ فرمایا سعد نے ایسا تیر لگایا کہ دشمن مُنھ کے بھل گرا اور ننگا ہو گیا آنحضرت صلعم بھی اسطرح مسکرائے کہ دندان مبارک نظر آنے لگے ام ایمن جنگ خیبر میں بھی موجود تھیں۔

ام ایمن سے آنحضرت صلعم کی محبت آپ ام ایمن سے بہت محبت فرماتے تھے کبھی کبھی مذاح بھی ہو جاتی تھی کسی سفر میں ام ایمن نے عرض کی کہ مجھے بھی اونٹ پر سوار کر دیجیے آپ نے فرمایا تم کو تو اونٹ کے بچے پر سوار کروں گا ام ایمن نے عرض کی کہ وہ میرا بوجھ نہ اُٹھا سکے گا آپ نے فرمایا مگر میں تو یہی کروں گا (ہر اونٹ اونٹ کا بچہ ہے)

جنگ بنی نضیر و قریظہ کے فتح ہو جانے کے بعد آنحضرت صلعم نے انصار مدینہ کے دیے ہوئے نخلستان واپس کرنا شروع کیے ان میں سے ایک باغ حضرت انس کا تھا جو ام ایمن کے پاس تھا حضرت انس ان سے اپنا باغ لینے آئے تو انھوں نے واپس کرنے سے انکار کر دیا آخر آنحضرت صلعم نے نخلستان سے دہ گنا مال ام ایمن کو عطا فرما کر راضی کر لیا۔

آپ حضرت ام ایمن کے گھر پر جایا کرتے تھے انکی بہت تعریف فرماتے تھے ام ایمن اگرچہ آزاد کردی گئی تھیں مگر آنحضرت صلعم کے حلقۂ اطاعت سے باہر نہ تھیں اس زمانے میں بھی اکثر خدمات انجام دیا کرتی تھیں عقد فاطمۂ زہرا میں بہت سے ضروریات انھوں نے پورے کیے

آنحضرت کی وفات[1] میں ام ایمن کا عجیب حال تھا بے اختیار ہو ہو کر رو رہی تھیں اتنے میں حضرت ابو بکر و عمر آئے اور تسکین دینے لگے کہ خدا کے پاس آنحضرت کے لیے بہتر چیز موجود ہے آپ نے فرمایا رونا اسکا نہیں ہے غم یہ ہے کہ سلسلۂ وحی منقطع ہو گیا اس پُر تاثیر جواب سے یہ دونوں بھی رو دیے۔

وفات سیدۂ عالم[2] نے تو ام ایمن کے ہوش و حواس پراگندہ کر دیے آخر مدینہ کو خیرباد کہا اور مکہ کی طرف روانہ ہوئیں راہ میں ایک دشت بے برگ و گیاہ میں گزر ہوا پیاس کی شدت بڑھی پانی کی جستجو پاؤں میں چھالے ڈالدیے مگر نہ ملا آخر آپ نے آسمان کی طرف سر اُٹھا کر کہا۔

یارب اتعطشنی وانا خادمة بنت نبیك فنزل الیها دلو من ماء الجنة فشربت ولم تجع ولم تطعم سنین

خداوندا تو نے مجھے صدمۂ عطش میں مبتلا کیا ہے درانحالیکہ میں تیرے نبی کی لخت جگر فاطمہ کی خادمہ ہوں اس دعا کے بعد آب جنت سے لبریز ایک ڈول نازل ہوا آپ نے وہ پانی پیا اور پھر برسوں نہ بھوک لگی نہ کچھ کھایا پیا

اصابہ کی ایک روایت بتاتی ہے کہ ام ایمن نے حضرت عمر کے قتل ہونے پر فرمایا کہ آج اسلام ضعیف ہو گیا لیکن روایت بالا سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ اس واقعہ کے روز مدینہ میں موجود ہی نہ تھیں دوسرے یہ الفاظ ام ایمن سی عارفہ کی زبان کبھی نہ نکل سکتی تھی جو اسلام وفات سرور کائنات سے ضعیف نہ ہوا وہ میرے تیرے مرنے سے کہیں کمزور ہوتا ہے۔

فضائل علمی }آپ سے اکثر روایات مروی ہیں لیکن آپ کی بعض روایتوں سے آپ کا مرتبہ بھی نظر آتا ہے جس طرح مردوں میں حضرت حذیفہ علم الاسرار کے حامل تھے اسی طرح عورتوں میں حضرت ام ایمن اس علم سے واقف تھیں آپ کی ایک روایت کے متعلق حضرت سید الساجدین[3] فرماتے ہیں کہ یہ ہمارے علوم مخزونہ سے ہے یہ وہی روایت ہے جسکو حضرت صدیقہ صغریٰ زینب کبریٰ نے ام ایمن سے سُنا ہے اور اپنے بھتیجے سے کربلائے معلےٰ

---

[1] صحیح مسلم ج ۲ صفحہ ۳۴۱ [2] ناسخ التواریخ حالات جناب سیدہ [3] طراز المذہب ومناقب وغیرہ ۱۲

میں اُسوقت بیان فرمایا ہے جب سید الساجدین شہداے کربلا کی موت غربت اور اُن کی بیکفنی کو دیکھ کر ایسا بیچین ہوے تھے کہ قریب تھا کہ روح نکل جائے اُسوقت جناب زینب نے تسلّی کے طور پر حدیث طویل ام ایمن کو نقل کیا جسمیں سیکڑوں پیشین گوئیاں ہیں اور بحمدہ آج ان اخبار غیب کا اکثر حصہ پورا ہوکر ہمارے مذہب کی حقیت کا گواہ ہے۔

اس حدیث میں بے مزار شہدا کے قبہ جات کا بننا اُنکی شان وشوکت کربلا کی آبادی زائرین کی کثرت اُنکے ثواب مزاروں کی منجانب اللہ حفاظت قبہ جات کربلا کی تا قیام قیامت بقا وغیرہ وغیرہ کا ذکر ہے۔

وفات } حضرت ام ایمنؑ کی وفات عہد حضرت عثمان میں ہوئی قبر کا نشان ومقام نامعلوم ہے۔

فصل (۲)

حضرت اسما بنت عمیس

نام ونسب } آپ کا نام اسما بنت عمیس بن معد بن حارث خثعمیہ ہے آپکے دادا کا نام بعض نے سعد لکھا ہے لیکن اصابہ کی روایت میں معد بروزن سعد بتایا گیا ہے آپ کی ماں کا نام ہند (خولہ) ہے جو کنانیہ تھیں۔ ہند کا پہلا نکاح حارثؓ بن حزن سے ہوا اور اُن سے تین لڑکیاں پیدا ہوئیں (۱) حضرت میمونہؓ زوجہ آنحضرتؐ (۲) لبابۃ الکبریٰ زوجہ حضرت عباس عم آنحضرتؐ (۳) لبابۃ الصغریٰ زوجہ زیاد بن عبداللہ بن مالک الہلالی حارث بن حزان کے بعد ہند کا نکاح ثانی عمیس سے ہوا اور ان سے دو لڑکیاں ہوئیں (۱) حضرت اسما بنت عمیس زوجہ حضرت جعفر طیار (۲) سلمیٰ بنت عمیس زوجہ حضرت حمزہ جنسے امامہ بنت حمزہ پیدا ہوئیں اسلیے کہا گیا ہے کہ دامادوں کی حیثیت سے اسما بڑی بزرگ بنت

تھیں کیونکہ آنحضرتؐ و حضرت عباسؓ و حضرت حمزہؓ سے آپ کے داماد تھے۔

نکاح و اولاد} اسما کا پہلا نکاح حضرت جعفر طیار سے ہوا اور ان سے تین صاحبزادے ملک حبش میں پیدا ہوئے عبداللہ عون و محمد حضرت جعفر کے بعد آپ حضرت ابوبکر کے حبالۂ نکاح میں آئیں اور ان سے محمد بن ابی بکر جو ثالث الحسنین کہلاتے تھے پیدا ہوئے تیسرا نکاح امیرالمومنین علی ابن ابیطالبؑ سے ہوا۔ اور آپ سے حضرت یحییٰ پیدا ہوئے۔

اسلام و ہجرت} آنحضرتؐ کے خانۂ ارقم میں مقیم ہونے سے پہلے آپ مکہ میں ایمان لائیں اور حبشہ کی طرف ہجرت فرمائی اس لحاظ سے اسما ذوالہجرتین اور قدیمۃ الاسلام ہونے کا شرف رکھتی ہیں حضرت جعفر کے ہمراہ آپ حبشہ میں تشریف لے گئیں اور ان ہی کے ساتھ ۷ھ یوم فتح خیبر واپس تشریف لائیں حبش کی داستانیں آپ کی رنگیں بیانیوں کی بہت کچھ ممنون ہیں۔ مدینہ آکر چھوٹے ہوئے اہل وطن سے تجدید عہد محبت ہونے لگی اور آپ ملاقات کے سلسلہ سے حضرت حفصہ کے یہاں تشریف لیگئیں وہاں حضرت عمر بھی تشریف لائے اور بیٹی سے پوچھنے لگے یہ کون ہیں حضرت حفصہ نے کہا کہ اسما ہیں آپ نے فرمایا کہ اچھا وہ حبش والی، وہ سمندر والی، اسما نے کہا جی ہاں وہ ہی پھر حضرت عمر نے کہا ہم تم سے افضل ہیں اسلیے کہ ہماری ہجرتؐ پہلے ہے اسپر حضرت اسما برہم ہوکر کہنے لگیں (کہ واہ یہ بھی ایک ہی کہی) تم آنحضرتؐ کے ہمراہ تھے جو تمہارے بھوکوں کو کھانا کھلاتے تھے اور تمہارے جاہلوں کو تعلیم دیتے تھے اور ہم وطن و اہل وطن سے بچھڑے ہوئے دور دراز مقام پر صرف خدا اور رسولؐ کی رضا جوئی کے لیے سخت سے سخت مصائب کا مقابلہ صبر و جبر سے کر رہے تھے "اچھا" آنحضرتؐ کو آنے دو اتنے میں آنحضرتؐ بھی تشریف لے آئے اور اسما نے سارا واقعہ کہہ ڈالا آنحضرتؐ نے فرمایا کہ تم نے دو ہجرتیں کی ہیں اور عمر نے ایک لہذا تم ان سے افضل ہو آنحضرتؐ کے اس جواب سے مہاجرین

سلہ اسدالغابہ ج ۵ صہ ۳۹۶

جلسہ میں مسرت کی لہر دوڑ گئی اور ایک ایک خوشی خوشی حضرت اسما کے پاس آکر اپنے کانوں سے اس خبر کو سُن جاتا تھا۔ ظاہر ہے کہ حضرت عمرؓ پر فضیلت حاصل کرنے کی کس کو خوشی نہو گی لیکن چرب زبانی سے جہاں جہاں نقصان پہونچ جایا کرتے ہیں اُن میں سے ایک مقام یہ بھی ہے اگر حضرت عمر السکوت من الحکمہ پر ایمان رکھتے ہوتے تو آپ سے ایک عورت کو کون افضل مانتا اور آج مقلدین کا گروہ اس ہمت شکن نتیجے پر کیوں پہونچتا کہ جسکو دُنیا سے افضل کہا جاتا ہے اُس سے بھی کوئی افضل ہے اور وہ بھی ایک عورت۔

حضرت جعفرؓ کی خبر شہادت جمادی الاولیٰ ۸ھ میں بنی ہاشم کے نبرد آزما فارس حضرت جعفر طیارؓ نے شہادت پائی آنحضرتؐ اسما کے یہاں تشریف لائے اور ایتام جعفرؓ کو طلب فرما کر اپنے زانو پر جگہ دی اور سر پر ہاتھ پھیر کر آنکھوں میں آنسو بھر لائے چونکہ اس گھر میں یتیم پروری کے واقعات اکثر دیکھے جا چکے تھے لہذا حضرت اسما اس ادا کو جلد پہچان گئیں اور عرض کی کہ یا رسول اللہ کیا جعفرؓ کی کچھ خبر آئی ہے آپ نے فرمایا کہ ہاں جعفرؓ نے شہادت پائی یہ سُن کر اسما چیخیں مار کر رونے لگیں اور گھر میں ماتم بپا ہو گیا

آپ وہاں سے خانۂ فاطمہ زہراؑ میں تشریف لائے تو دیکھا کہ سیدہؑ بھی واعماہ کہہ کہہ کر رو رہی ہیں یہ حالت دیکھ کر آنحضرتؐ بھی رو دیے اور فرمایا علیٰ مثل جعفر فلتبك البواكي مثل جعفر شہید ہونے والوں پر رونے والی کو رونا ہی چاہیے۔ پھر خانۂ ازواج میں تشریف لیگئے۔

فقال صلعم لا تغفلوا آل جعفر من ان تصنعوا لهم طعاما فانهم قد شغلوا بامر صاحبهم

فرمایا کہ (دیکھو) اولاد جعفر کو کھانا بھیجنے سے بھول جانا اسلیے کہ وہ جعفر کے ماتم میں مشغول ہیں

اس حکم کی تعمیل میں فاطمہ زہراؑ تین روز برابر کھانا لیجاتی رہیں۔

عقد ثانی شوال ۸ھ میں اسما کا نکاح حضرت ابوبکر سے ہو گیا اور جب اکثر مہاجرین

و انصار حجۃ الوداع کی شرکت کی غرض سے آنحضرتؐ کے ہمراہ رکاب گھر سے نکلے ہوئے تھے
یعنی ذیقعد ۱۰ھ میں مقام ذوالحلیفہ میں حضرت محمد بن ابی بکر کی ولادت ہوئی حضرت
اسما حج کے لئے متردد ہوئیں مگر آنحضرتؐ نے بعد غسل احرام باندھ لینے کا حکم دیدیا۔
حجۃ الوداع سے واپسی پر آنحضرتؐ کی بیماری کی ابتدا ہوئی، سوقت بھی اسما خدمت
میں حاضر تھیں لیکن مولانا سعید انصاری نے آخر وقت بے اجازت دوا پلانے کا جو
الزام اسما کے سر تھوپا ہے وہ سراسر تہمت ہے ہمیں مولانا کی اس دیدہ دلیری پر آفرین کہنا
چاہیے کہ آپنے اس من گڑھت واقعہ کو صحیح بخاری شریف و طبقات و مسند امام احمد بن حنبل
کے پتہ سے لکھ کر کیا شرعی دھوکا دیا ہے افسوس کہ یہ ترجمہ سارے کا سارا غلط ہے اور کسی
کتاب میں یہ نہیں ہے کہ تمام ازواج نبی نے حکماً اس دوا کو پیا یہ صرف مولانا کی عنایت خاص
ہے غنیمت ہے کہ نیاز صاحب نے یہ جرأت نہیں کی اور اُنھوں نے جو کچھ لکھا وہ صحیح بھی ہے
میں اسواقعہ کو لکھ چکی ہوں اسلیے دُھرانا غیر ضروری ہے۔
ایک یادگار واقعہ } آنحضرتؐ کے بعد خلافت کا جھگڑا اوٹھا اور رد باد دیا گیا پھر فدک کا
مقدمہ بھی ہائیکورٹ سے خارج ہوا ان دونوں معاملوں نے اہلبیت نبی کی کمر توڑ دی
مگران کا وجود پھر بھی باعث خطر سمجھا گیا چنانچہ خانہ حضرت اسما میں بہ تحریک حضرت عمرؓ یہ
طے کیا گیا کہ حالت نماز میں علیؑ کو قتل کر دیا جائے نہ کانٹا ہوگا نہ تلوہی کھجلائیگا حضرت
خالد ابن ولید اس کام کیلیے منتخب کیے گئے اور صف جماعت میں پہلوے امیرالمومنین میں
کھڑے ہونے پر آمادہ ہوئے حکم یہ تھا کہ ادھر حضرت خلیفۃ الرسول السلام علیکم و رحمۃ اللہ
و برکاتہ کہیں۔ ادھر حضرت سیف اللہ داماد نبی کے کلیجے میں خنجر بھونک دیں حضرت
اسما نے اس مشورہ کو سُنا اور آپ علیؑ کی جان کو خطرہ میں دیکھ کر بیچین ہوگئیں آپ نے
تفسیر دریافت کرنے کے حیلے سے آیت ذیل ان الملاء یاتمرون بک لیقتلوک فاخرج الخ

[illegible] ۲۰۲ ۵۲ ناسخ جلد ا [illegible] ۹۹

لکھ کر ایک کنیز کے ہاتھ امیر المومنینؑ کے پاس بھیجدی جسکو دیکھ کر علیؑ کی ذہانت واقعہ کی نوعیت کو سمجھ گئی آپ بھی نماز صبح کے لیے تیار ہو کر تشریف لیچلے

ادھر حضرت ابو بکر جو خود ایک کمزور دل کے آدمی تھے اس حکم کے نتیجہ کو سوچ سوچ کر پریشان تھے رات بھر آپ نے تارے گن کر بسر کی ایک طرف علیؑ کے سلوک اسلام و اہلِ اسلام کے ساتھ یاد آتے تھے دوسری جانب حضرت عمر کا حکم گلے کا ہار تھا غرض شام سے صبح ہوگئی اور کچھ طے نہوا مسجد میں آکر نماز شروع کردی اور دونوں رکعتوں میں یہی خیال بیچین کرتا رہا آخر تشہد کے وقت آپ نے محسوس کیا کہ اگر علیؑ قتل ہوئے تو مدینہ میں بلوہ ہوجائے گا اسلیے تمام تشہد پڑھکر السلام علیکم پر آپ آکر رُکے اور فرمانے لگے یا خالد لا تفعل ما امرتك فان فعلت فتلتك السلام عليكم ورحمة الله وبركاته اے خالد جو میں نے حکم دیا ہے وہ ہرگز نہ کرنا اور اگر تونے ایسا ہی کیا تو تجھے قتل کردونگا السلام علیکم الخ۔ اب امیر المومنینؑ کے لیے کوئی راز پوشیدہ نہ رہا آپ نے حضرت سیف اللہ کو باسانی پٹک دیا اور سینہ پر سوار ہوگئے حضرت عمر یہ رنگ دیکھ کر گھبرائے اور آپ نے قبر رسولؐ کی قسم دے کر خالد کو نجات تو دلوائی مگر امیر المومنینؑ کو یہ کہتے بھی سُنا۔

یا ابن صھاك والله لولا عهد من رسول الله	اے زن حبشیہ کے بیٹے اگر حکم تقدیر جاری نہو چکا
وكتاب من الله سبق لعلمت اينا اضعف	ہوتا اور آنحضرتؐ سے عہد نہ کر چکا ہوتا تو تجکو
ناصرا واقل عددا	معلوم ہو جاتا کہ کون ضعیف ہے اور کسکے مددگار کم ہیں

اس واقعہ کے بعد وفات سیدۂ عالم کا وقت آیا اور اسمأ اسمیں بھی شریک حال رہیں چنانچہ تابوت بنانا اور غسل میں شریک ہونا اور حضرت عائشہ کو میت پر آنے سے روک دینا یہ سب کچھ اسما ہی کے کام تھے۔ سیدہ کی وفات کو دو سال پورے ہوئے تو خود حضرت ابو بکر نے وفات پائی حضرت اسما نے حسب وصیت غسل دیا اور عدہ گزرنیکے بعد نکاح امیر المومنینؑ میں

آ گئیں۔ ۳۸ھ میں حضرت محمد بن ابی بکر کو حضرت معاویہ کے حکم سے قتل کر کے گدھے کی کھال میں رکھا گیا اور جلا دیا گیا حضرت اسماء اس صدمہ سے بے چین ہو گئیں وانها لما بلغها[1] قتل ولدها محمد بمصر قامت الی مسجد بیتها وکظمت غیظها حتی شخبت ثدیاها دما جب آپ کو مصر میں حضرت محمد کے قتل ہو جانے کی خبر ملی تو آپ اپنے مصلے پر آ گئیں اور غصہ کو یہاں تک ضبط کیا کہ (کلیجہ) خون ہو گیا۔

فضائل علمی آپ سے ساٹھ روایتیں نقل ہوئی ہیں تعبیر خواب[2] میں آپ کو خاص ملکہ تھا یہاں تک کہ حضرت عمر بھی مستفید ہوتے تھے آپ نے براہ راست آنحضرت صلعم سے تعلیم پائی تھی آپ کی احادیث میں ایک یہ بھی ہے یا علی[3] انت منی بمنزلۃ هارون من موسیٰ

وفات آپ[4] نے بعد شہادت امیر المومنین علیہ السلام قریبی زمانے میں انتقال فرمایا ہے آپ کو حضرت عمر ایک ہزار[5] درہم سال عطا فرماتے تھے اسی رقم میں آپ زندگی بسر کرتی تھیں۔

فصل (۳)

حضرت ماریہ قبطیہ

نام ام ابراہیم کنیت ماریہ نام ہے آپ کے باپ کا نام شمعون[6] تھا آپ کی ماں رومیہ[7] تھیں قبطی خاندان سے تعلق تھا اسی لیے آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے

قال استوصوا بالقبط خیرا فان — خاندان قبط کے بارے میں تم کو نیکی کی وصیت ہے

لهم ذمة ورحما — کیونکہ اُن سے سلسلہ رحم و ذمہ ہے

---

[1] اصابہ ج ۸ صـ ۹ [2] ایضاً [3] مسند امام احمد بن حنبل ج ۶ صـ ۳۶۹ [4] خلاصۃ التہذیب صـ ۴۸۸ [5] طبقات ج ۸ صـ ۲۰۸ [6] استیعاب ج ۲ صـ ۷۸۲ [7] اصابہ ج ۸ صـ ۱۸۵ [8] طبقات

یعنے والدہ ماجدہ حضرت اسمٰعیل ذبیح اللہ اور والدہ ماجدہ حضرت ابراہیم رسول اللہ دونوں اسی خاندان سے ہیں۔ اتنے دور کی قرابت کا جب آنحضرتؐ کو اتنا خیال ہو کہ آپ ایک دو عورتوں کی وجہ سے تمام خاندان کے لیے نیکی کی وصیت فرمائیں درانحالیکہ اُن میں سے اکثر کافر بھی تھے تو میں نہیں جانتی کہ اپنی اولاد کے لیے کیا کیا وصیت خیر فرمائی ہوگی۔

حضرت ماریہ کو مقوقس خدیوؔ اسکندریہ نے اور تحائف کے ہمراہ آنحضرتؐ کی خدمت میں بھیجا تھا آپ کا ایک چچازاد بھائی مابور اور ایک بہن سیرین بھی ہمراہ تھی آنحضرتؐ نے سیرین کو حضرت حسان بن ثابت مداح رسولؐ کو بخشدیا تھا جس سے عبدالرحمن بن حسان پیدا ہوئے۔

اسلام } حضرت ماریہؓ اور اُنکی بہن سیرین حضرت حاطب ہی نے مشرف باسلام کیا اور مابور آنحضرتؐ کی خدمت میں آ کر اسلام لائے۔ یہ ۷ یا ۸ سنہ میں مدینہ منورہ پہونچے آنحضرتؐ نے پہلے ماریہ کو حارثہ بن نعمان کے مکان میں جگہ دی پھر اُس کوٹھے پر ٹھہرایا جو آج مشربہ ام ابراہیم کے نام سے مشہور ہے حضرت ماریہ پر پردہ فرض کیا گیا تھا اور آپ کے برادر عمزاد (مابور) کے سوا کوئی آنے جانے والا نہ تھا۔

عام حالت } حضرت ماریہ نہایت جمیل تھیں آنحضرتؐ آپ سے بہت محبت فرماتے تھے حضرتؓ عائشہ فرماتی ہیں کہ مجھے ازواج نبی میں جسقدر رشک حضرت ماریہ سے تھا اُتنا کسی سے نہ تھا اسلیے کہ یہ نہایت جمیل تھیں اور آنحضرتؐ انکو بہت چاہتے تھے پھر خدا نے انکو اولاد بھی دی تھی اور ہم اس نعمت سے محروم رکھے گئے تھے حقیقت یہ ہے کہ حضرت عائشہ کو اپنے رشک کا وزن خود نہ معلوم تھا آپ نے یہ الفاظ اکثر ازواج نبی کے لیے فرمائے ہیں صرف اسباب مختلف ہیں اسکے یہ معنی ہیں کہ کوئی بی بی حضرت عائشہ کے رشک و حسد کے پناہ میں نہ تھی۔

---

۵۱ ... ۲۵۳ ۵۲ اصابہ ج ... ۱۵۵ ۵۳ طبقات ج ۸ ص ۱۵۳

واقعہ ایلہ میں اس سے پہلے اس واقعہ کو بیان کر آئی ہوں حضرت حفصہ نے اپنی باری کے روز آنحضرتؐ کو حضرت ماریہ سے ہنستے ہوئے دیکھا اور آپ برہم ہوگئیں آنحضرتؐ سے شکایت فرمائی آپ نے فرمایا اچھا میں نے ماریہ کو اپنے اوپر حرام کر لیا حضرت حفصہ نے خوش اعتقادی سے آنحضرتؐ کے عہد بے قسم کو قابلِ قبول نہ جانا اور فرمایا لا اقبل دون ان تحلف لی فقال واللہ لا امسها ابدا جبتک تم حلف نہ کرو میں قبول نہیں کرتی آپ نے فرمایا کہ خدا کی قسم میں ماریہ کو ماریہ کو . . . . . اب مس نہ کروں گا اسپر آیۂ ذیل نازل ہوئی

یا ایھا النبی لم تحرم ما احل اللہ لک الخ

حضرت ماریہ پر تہمت زنا حضرت ماریہ کا اور کوئی دشمن نہ تھا لیکن کسی شخص نے آپ پر مابور[2] کے ساتھ تہمت زنا لگادی آنحضرتؐ سخت مغموم ہوئے امیر المومنینؑ کو حکم دیا گیا کہ مابورؔ کو پکڑ لائیں اُسوقت مابور ایک چادر سر سے پاؤں تک اوڑھے ہوئے تھے امیر المومنینؑ جو روانہ ہوئے تو ایک نخلستان میں مابور سے ملاقات ہوئی امیر المومنینؑ کو غصہ میں شمشیر کشیدہ دیکھ کر لرز گئے وہ چادر گر گئی اور آپ نے معلوم کیا کہ یہ خواجہ سرا ہیں اس طرح اس تہمت سے حضرت ماریہ کو نجات ہوئی۔

ولادت حضرت ابراہیم و وفات ذیحجہ ۸ھ میں[3] حضرت ابراہیمؑ بن رسول اللہ پیدا ہوئے سلمی خادمۂ نبی نے قابلہ کے فرائض پورے کیے اور ابو رافع شوہر سلمٰی نے مژدۂ ولادت دیا حضرت جبرئیلؑ نازل ہوئے اور یا ابا ابراہیمؑ کہکر سلام کیا یہ بھی حضرت ماریہ کی عصمت پر دلیل تھی آنحضرتؐ کو اطمینان ہوگیا۔ آنحضرتؐ حضرت ابراہیمؑ سے بہت محبت فرماتے تھے ایک روز حضرت ابراہیم و امام حسینؑ دونوں آنحضرتؐ کے زانو پر تشریف فرما تھے کہ جبرئیل امین آئے اور عرض کی کہ مصلحت الٰہی یہ ہے کہ ان دونوں میں سے کسی ایک کو دوسرے پر تصدق فرمادیجیے آنحضرتؐ نے کہا کہ اگر حسینؑ کو ابراہیمؑ پر فدیہ کروں گا تو

---

[1] طبقات ج ۸ ص ۱۵۴ [2] استیعاب ج ۲ ص ۵۳ [3] طبقات ج ۸ ص ۱۵۵ [4] الف ص ۱۵۳ [5] ناسخ ج ۶

علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ (اور مجکو غم ہوگا اور اگر ابراہیمؑ کو حسینؑ پر فدیہ کیا تو صرف مجھکو غم ہوگا چنانچہ آپ نے حضرت ابراہیمؑ کو امام حسینؑ پر فدیہ کرنے کا ایما ظاہر فرمایا۔ چند ہی روز بعد حضرت ابراہیمؑ کا انتقال ہوگیا حضرت فضلؓ بن عباس نے غسل دیا اور قبر میں اتارا۔

وفات } حضرت ماریہ کو بھی حضرت عمر ایک رقم مقررہ[۵۲] دیا کرتے تھے محرم ۱۶ھ میں آپ نے[۵۳] وفات پائی حضرت عمر نے خود لوگوں کو شرکت[۵۴] نماز کیلئے بلایا خود نماز جنازہ پڑھی اور بقیع میں دفن کیا۔

فصل (۴)

خادمۃ الزہرا فضۃ النوبیہ

نام و نسب } آپ کا نام فضہ ہے آپ حبشی نوبیہ[۵۵] مشہور ہیں افسوس ہے کہ اس سے زیادہ آپ کا خاندانی سلسلہ نہیں ملتا کہا جاتا ہے کہ آپ آنحضرتؐ تک ذیل اُ۔ زیں پہونچیں مگر یہ قول قابل قبول نہیں ہے اسلیئے کہ عہد آنحضرتؐ میں عرب کے باہر کوئی جنگ نہیں ہوئی جہاں سے اسیر لائے جاتے ہاں یہ ممکن ہے کہ آپ یہودان عرب میں سے کسی کی کنیز ہوں اور وہاں سے اسیر ہو کر آنحضرتؐ کی خدمت میں لائی گئی ہوں یا خود آنحضرتؐ نے سیدۂ عالم کے لیئے خریدا ہو اور یہی زیادہ قرین قیاس ہے ورنہ کہیں نہ کہیں آنحضرتؐ کا فضہ کو اپنے حصہ میں لے کر فاطمہ زہرا کو دیدینے کا تذکرہ ہوتا۔

آنحضرتؐ سے فاطمہؑ کا کنیز طلب کرنا } ذیل تذکرۂ سیدۂ عالم میں یہ ذکر ہوچکا ہے کہ آنحضرتؐ نے کنیز طلبی پر فاطمہؑ کو تسبیح تلقین فرمائی اور فاطمہؑ انہی خوشی

---

[۵۲] طبقات ج ۸ ص ۱۵۵ [۵۳] ایضاً [۵۴] استیعاب ج ۲ ص ۷۰۳ [۵۵] اسد الغابہ ج ۵ ص ۵۳۲

واپس تشریف لے آئیں اس رضاجوئی کا یہ نتیجہ ہوا کہ بقول حضرت ابوہریرہ آنحضرت پر وحی نازل ہوئی اور آیت ذیل نے آکر فاطمہ کے صبر کی خبر دی۔

واما تعرضن ابتغاء رحمة من ربك — اور اگر تم اپنے پروردگار کی رحمت حاصل کرنے کے لئے اُن سے
ترجوها فقل قولاً میسورا — مُنھ بھی پھیرو تو یہی بات نرمی سے کیا کرو

آنحضرتؐ نے خوش ہو کر فاطمہ کی خدمت میں ایک کنیز روانہ کردی اور اسکا نام فضہ رکھا۔

فضہ کے خدمات — اصابہ میں لکھا ہے کانت شاطرة الخدمه (جلد جلد کام کرتی تھیں) پھر بھی خاتون جنت نے تمام کاروبار کا بوجھ فضہ پر نہ ڈالا تھا بلکہ باری مقرر ہوگئی تھی ایک روز فضہ اور دوسرے دن خود بنت رسولؐ کام کرتی تھیں کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا تھا کہ اگر دو کام سامنے ہوتے تھے تو اُسمیں فضہ کو انتخاب کا اختیار دیا جاتا تھا چنانچہ ایکروز آپ نے فرمایا کہ اے فضہ یا تم آٹا گوندھ لو میں روٹی پکالوں یا میں آٹا گوندھوں تم پکا لو فضہ نے عرض کی کہ بی بی میں آٹا بھی گوندھ دوں گی اور چولھا بھی سُلگادوں گی آپ روٹی پکا لیجیے گا یہ کہکر فضہ ایندھن کا انتظام کرنے گئیں لیکن لکڑیوں کا بوجھ نہ اُٹھ سکا تو آپ نے وہ دعا پڑھنا شروع کی جو خود آنحضرتؐ نے فضہ کو سکھائی تھی یا واحد لیس کمثلہ احد تمیت کل احد وتفنی وانت علی عرشك واحد لا تاخذ سنة ولا نوم تاثیر دعا سے ایک اعرابی ظاہر ہوا جو قبیلہ ازد کا معلوم ہوتا تھا اور وہ باب فاطمہ تک لکڑیاں پہونچا گیا۔

تعلیم اہلبیت کا اثر — فضہ نے صرف آنحضرتؐ ہی سے تعلیم نہ حاصل کی تھی بلکہ خانہ علم میں رہنے سے ان کو تعلیمی آسانیاں بہت کچھ حاصل تھیں چنانچہ اخلاق وعادات فضہ میں عصمت کی جھلک پیدا ہوگئی۔ نزول ہل اتیٰ کے مشہور واقعہ میں فضہ شریک ہیں اور اسمیں شک نہیں کہ شاہزادی اور شاہزادوں کی جو مدح کی گئی ہے اسمیں کنیزی کا لحاظ اُٹھا کر خدا نے

برابر کی سبزادی ہے۔

چونکہ قرآن اہلبیت کے لیے تھا اور اہلبیت قرآن کیلئے اسلئے اس گھر میں یہی چرچا تھا اور یہی تذکرہ۔ فضہ ہر وقت خدمت میں موجود تھیں چنانچہ قرآن انکے رگ و پے میں سرایت کر گیا بعد وفات سیدۂ عالم انھوں نے برسوں کلام الٰہی کے سوا الفاظ لتبشر زبان پر جاری ہی نہ ہونے دیے۔ ابوالقاسم قشیریؒ نے اپنی ملاقات کا واقعہ لکھا ہے کہ میں نے راہ حج میں ایک معظمہ کو قافلے سے چھوٹا ہوا پایا اور میں قریب جا کر کہنے لگا کہ آپ کون ہیں اُن معظمہ نے فرمایا قل سلام فسوف تعلمون یعنی پہلے سلام کرو کہ یہ فریضۂ اسلام ہے میں نے سلام کرکے پوچھا کہ آپ یہاں کیا کر رہی ہیں اور کیا راہ بھول کر رہ گئی ہیں فرمایا من یھدی اللہ فلا مضل لہ خدا جسکی ہدایت کرتا ہے اُسکا گمراہ کرنے والا کوئی نہیں۔ میں نے کہا آپ بنی آدم ہیں یا قوم جن سے فرمایا یا بنی ادم خذو ازینتکم کنایۃً جواب دیا کہ میں بنی آدم ہوں جنات نہیں ہوں۔ میں نے پوچھا آپ کہاں سے آتی ہیں فرمایا ینادون من مکان بعید دور دراز مقام سے آرہی ہوں میں نے پوچھا کہاں کا ارادہ ہے فرمایا وللہ علی الناس حج البیت یعنی حج خانۂ کعبہ کا ارادہ ہے۔ میں نے عرض کی آپ نے دولتسرا کو کب چھوڑا فرمایا ولقد خلقنا السمٰوات والارض فی ستۃ ایام یعنی چھ روز ہوے میں نے عرض کی کہ کیا آپ وطعام کی حاجت ہے۔ فرمایا ما جعلناھم جسدا لا یاکلون الطعام یعنی مجھے غذا درکار ہے میں نے کہا تو ذرا تیز چلیئے کہ قافلہ تک پہونچ جائیں۔ فرمایا لا یکلف اللہ نفسا الا وسعھا یعنی میں تیز نہیں چل سکتی میں نے کہا اگر آپ تیز نہیں چل سکتیں تو میری سواری پر میرے ساتھ بیٹھ جائیے فرمایا لو کان فیھما الھۃ الا اللہ لفسدتا یعنی نامحرم زن و مرد کا یکجا ہونا باعث فساد ہے یہ سنکر میں پیادہ ہو گیا اور انکو اپنے مرکب پر سوار کر لیا فرمایا سبحان الذی سخر لنا ھذا جب ہم قافلے میں پہونچ گئے تو میں نے پوچھا یہاں آپکے

جاننے والے کون کون ہیں فرمایا یاد اذ انا جعلناک خلیفۃ فی الارض وما محمد

الا رسول یا یحییٰ خذ الکتاب یا موسیٰ انی انا اللہ میں نے سمجھ لیا کہ داؤد و محمد

و یحییٰ و موسیٰ چار شخص ان کے جاننے والے ہیں میں نے قافلے میں آواز دی اور یہ

چاروں شخص آئے تو میں نے دریافت کیا کہ یہ آپ کے کون ہیں فرمایا المال والبنون

زینۃ الحیوۃ الدنیا یعنے یہ میرے فرزند ہیں۔ پھر آپ اپنے فرزندوں کی طرف مخاطب

ہوئیں اور فرمایا یا ابت استاجرہ ان خیر من استاجرت القوی الامین یعنے انہیں

میرے لانے کی جزا دو چنانچہ اُن چاروں جوانوں نے مجھے کچھ مال دیا آپنے دوبارہ فرمایا

واللہ یضاعف لمن یشاء یعنے جو کچھ دیا ہے اُسکو دُگنا کردو چنانچہ اُن جوانوں نے تعمیل

حکم کی اسکے بعد میں نے اُن لوگوں سے دریافت کیا تو اُنھوں نے کہا کہ یہ فضہ خادمہ

فاطمہ زہرا ہیں بیس[2] برس ہوئے کہ سوا قرآن کے کلام ہی نہیں کیا۔

اسی طرح ورقہ بن عبد اللہ الازدی نے اپنی ملاقات کا ذکر کیا ہے لیکن یہ زمانہ اُس

عہد سے قبل کا معلوم ہوتا ہے جسمیں آپ نے بے قرآن کلام کرنا ترک کردیا تھا۔ ورقہ[1]

نے آپ کو حج میں مدح محمدؐ و آل محمدؐ کرتے سنا اور دریافت پر یہ معلوم کرکے کہ یہ فضہ خادمۃ

الزہرا ہیں ورقہ نے بعد وفات آنحضرتؐ سیدہ کے رنج و غم کا عالم ان سے دریافت کیا ہے

اس سوال پر فضہ بے چین ہوگئیں آنکھوں سے سیل اشک بہ نکلی اور کہنے لگیں کہ اے ورقہ

تو نے یہ سوال کرکے میرے دل کی دبی ہوئی آگ کو بھڑکا دیا۔ پھر آپ اس طرح

بیان کرنے لگیں کہ اے ورقہ روز وفات سرور کائنات نمونۂ قیامت تھا صبر قلیل رہ گیا تھا

مصائب کثیر تھے ہر آنکھ رو رہی تھی ہر دل سے دھواں اُٹھ رہا تھا زن و مرد طفل و جوان

جزع و فزع کر رہے تھے مگر ان سب سے زیادہ مغموم اور سب سے زیادہ بیتاب میری

بی بی فاطمہ تھیں ہر لمحہ رنج و غم بڑھ رہا تھا اور ہر لحظہ حالت متغیر تھی سات روز جب

---

[1] ناسخ حالات جناب سیدہؑ صفحہ ۱۱۳

اسیطرح بسر ہوئے تو آٹھویں روز آپ باپ کی قبر کی طرف چلیں مرد راستہ چھوڑ کر الگ جا کھڑے ہوئے عورتوں اور بچوں نے آپ کا حلقہ کر لیا قلب مدینہ سے ایک چیخ نکلی جو آسمان تک گئی چراغدانوں پر چراغ گل ہو گئے آپ اس شان سے چلیں کہ دیکھنے والی عورتوں کو گمان ہوا کہ آنحضرتؐ قبر سے باہر آ گئے ایک دہشت عظیم پھیل گئی آپ نے آواز فریاد بلند کی وا ابتاہ وا صفیاہ وا محمداہ وا ابالقاسماہ یا ربیع الارامل والیتامیٰ امن لقبلۃ والمصلی ومن لابنتک الوالہۃ الثکلی آپ کے پائے مبارک لغزش میں تھے اور جسقدر قبر مبارک قریب ہوتی جاتی تھی رفتار میں سستی آتی جاتی تھی۔ قبر مطہر پر پہونچ کر آپ ایسا بے اختیاری سے روئیں کہ غش کھا کر گر پڑیں لوگوں نے پانی چھڑک کر ہوشیار کیا آپ نے فرمایا

دفعت قوتی وخاننی جلدی — وشمت بی عدوی والکمد

میری طاقت سلب ہو گئی اور جلد کمزور پڑ گئی — میرا دشمن خوش ہوا اور شماتت کرنے لگا

بابا آپ کے بعد کوئی میرا مونس نہ رہا جس سے دل بہلے یا کوئی میرے آنسو پونچھے آپ کے اٹھ جانے سے سلسلہ وحی منقطع اور آمد و رفت ملائک مسدود ہو گئی دنیا کا رنگ بدل گیا کھلے ہوئے دروازے بند ہو گئے اب میں دنیا سے بیزار اور آپ پر رونے کے لیے تیار ہوں آپ سے ملنے کا شوق زیادہ اور رنج و غم افزوں ہے پھر فاطمہؑ نے ایک ایسی آہ کی کہ قریب تھا کہ روح مفارقت کر جاتی۔ اے مختصر سیدۂ عالم کی اُنکے باپ کے بعد یہ حالت تھی۔

آخری حالات

فضہ کو قسمت نے بڑھاپے میں محشرستان کربلا کا منظر دکھایا آپ ہر درد دکھ میں جناب زینب اور اولاد علی کا ساتھ دیتی رہیں پامالی امام حسینؑ کے وقت فضہ ہی نے جناب زینب کو تسکین دے کر شیر کو آواز دی تھی جو قریب نعش امام آ کر بیٹھ گیا تھا کربلا کے بعد واقعات پر ایک گہرا پردہ پڑا ہوا ہے اور جو واقعات ملتے بھی ہیں وہ قابل قبول نہیں ہیں آپ کی وفات کو شام میں بتایا جاتا ہے اور قبر کو پائیں باب حضرت زینبؑ اسی روضہ میں

کہا جاتا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ خود جناب زینبؓ کا دوبارہ شام کی طرف جانا ہی ثابت نہیں ہے ہاں یہ ممکن ہے کہ یہ روضہ نبات طاہرات امیر المومنینؑ میں سے کسی اور صاحبزادی کا ہو واللہ اعلم بالصواب

فصل (۵)

حضرت ام الفضل

نام ونسب } لبابہ نام ام الفضل کنیت کبریٰ لقب ہے باپ حارث بن حزن بن بحیر بن الہرم تھے والدہ کا نام ہند بنت عوف ہے آپ کی دوسری بہنوں کا ذکر حضرت اسما بنت عمیس کے تذکرے میں گزر چکا آپ کی ان بہنوں[۵۱] کو آنحضرت مومنات فرماتے تھے۔

نکاح واولاد } آپ کا نکاح حضرت عباسؓ بن عبد المطلبؓ عم آنحضرتؐ کے ساتھ ہوا جن سے فضل وعبداللہ ومعید وعبید اللہ وقثم وعبدالرحمٰن وام حبیبہ پیدا ہوئے حضرت عبداللہ ابن عباس کی وجاہت علمی دنیائے اسلام میں معروف ہے اگر صرف عبداللہ ہی ان کے فرزند ہوتے تو بھی آپ کو خوش قسمت کہا جا سکتا تھا نہ کہ اتنے فرزند اور اکثر قابل فخر۔

اسلام } کہا جاتا ہے کہ عورتوں میں حضرت خدیجہ کے بعد ام الفضل[۵۲] ہی ایمان لائی تھیں اس حیثیت سے ان کا اسلام بہت قدیم ہے۔

عام حالات } ام الفضل نے آنحضرتؐ کے[۵۳] ہمراہ حج بھی فرمایا ہے حجۃ الوداع میں لوگوں کو عرفہ کے روز آنحضرتؐ کے صائم ہونے کا جب خیال ہوا تو حضرت ام الفضل نے ایک پیالہ دودھ کا آنحضرتؐ کی خدمت میں بھیجا چونکہ آپ روزے سے نہ تھے اسلیے آپ نے

---

[۵۱] طبقات ج ۸ ص ۲۰۳ [۵۲] ایضاً [۵۳] صحیح بخاری شریف ج ۱ ص ۲۶۷

نوش فرمایا حضرت ام الفضل نہایت زاہدہ و عابدہ تھیں ہر دوشنبہ و پنجشنبہ کو روزہ رکھتی تھیں آنحضرتؐ اکثر یہاں تشریف لیجایا کرتے تھے اور کچھ دیر آرام بھی فرماتے تھے حضرت ام الفضل آپ کی آنکھوں میں سرمہ لگاتی تھیں اور سر مبارک اپنے زانو پر رکھ کر زلف مبارک میں کنگھی کرتی تھیں یہ شرف ام الفضل کے خصوصیات میں ہے۔

ایک روز ام الفضل نے عرض کی کہ یا رسولؐ اللہ میں نے نہایت ہولناک خواب دیکھا ہے یعنے آپ کے اعضا میں سے ایک عضو میری گود میں آگیا ہے آپ نے فرمایا کہ فاطمہؑ کے یہاں یہاں لڑکا پیدا ہو گا تم اسکو پالو گی چنانچہ اسکے بعد امام حسینؑ کی ولادت ہوئی۔

وفات } ام الفضل نے عہد عثمان میں انتقال کیا اُسوقت حضرت عباس زندہ تھے۔

فصل (۶)

فاطمہ بنت قیس

نام و نسب } فاطمہ نام ہے آپ کے باپ قیس بن خالد اکبر ہیں والدہ کا نام امیمہ بنت ربیعہ تھا آپ کے بھائی حضرت ضحاک بن قیس جنگ صفین میں امیر معاویہ کے پر زور طرفدار تھے اور حضرت یزید کی طرف سے آپ عراق کے گورنر بھی تھے جہاں فاطمہ ساتھ تھیں۔

نکاح } آپ کا پہلا نکاح ابو عمر بن حفص بن مغیرہ سے ہوا لیکن اُنھوں نے طلاق دیدی ایام عدت ختم ہوجانے کے بعد امیر معاویہ و ابو جہم و اسامہ بن زید نے پیغام دیے آنحضرتؐ نے فرمایا کہ معاویہ مفلس ہیں (کیونکہ اُسوقت تک شام کا خزانہ آپکو میراث میں نہ ملا تھا) اور ابو جہم جھگڑالو لہذا اسامہ سے نکاح کرلو آپ کو آرزو تھی کہ آپ بھی ازواج نبی میں شریک ہوں اسلیے آپ نے عذر کیا مگر آنحضرتؐ نے یہی فرمایا کہ تم اسامہ سے نکاح کرلو یہ تمھارے لیے

بہتر ہے چنانچہ آپ کا نکاح اسامہ سے ہوگیا اور ببرکت قول رسول آپ قابل رشک عالم میں رہنے لگیں۔

عام حالت آپ نہایت خوبصورت اور صاحب الرائے معظمہ[۳] تھیں بعد قتل حضرت عمر آپ ہی کے مکان میں مجلس شوریٰ کا اجلاس ہوا تھا اور آپ سے بھی معاملات خلافت میں مدد لیجاتی تھی آپ سے چند حدیثیں نقل کی گئی ہیں امام شعبی آپکے شاگرد رشید تھے آپ نے امام موصوف کو ستو کھلائے ہیں[۴]

وفات کہا جاتا ہے کہ آپ عہد خلافت حضرت عبداللہ ابن زبیر تک زندہ تھیں[۵]۔

فصل (۷)

حضرت خنسا بنت عمرو بن الشرید

نام و نسب خنسا لقب ہے اور اسی لقب سے آپ کی شہرت زیادہ ہے خنسا ہرنی کو کہتے ہیں اور آپ میں بھی ہرنی کی سی چستی و چالاکی موجود تھی اور خوشجمال بھی تھیں ان کے باپ عمرو بن الشرید ہیں ان کا وطن نجد ہے۔

نکاح پہلا نکاح رواحہ بن عبدالعزیز سے ہوا اور ان سے عبداللہ پیدا ہوئے اور دوسرا نکاح مرداس بن ابی عامر سے ہوا اور ان سے معاویہ، یزید اور ایک لڑکی عمرہ پیدا ہوئیں۔

اسلام جب چمن زار ابراہیمی کا وہ ابر بہاری جو کوہ ابو قبیس کی چوٹی پر لہرا رہا تھا موتی ایسے چھاپے برسانے لگا تو خنسا بھی اپنا دامن خالی لیے ہوئے پہونچیں اور دولت ایمان سے مالامال ہوگئیں کہا جاتا ہے کہ[۶] انکے ساتھ انکے قبیلے کے بھی کچھ لوگ تھے خنسا

۱؎ اسد الغابہ ج ۵ ص ۵۲۷ ۲؎ صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۸۴ ۳؎ ایضاً ص ۴۸۵ ۴؎ در المنثور

عرب کی مشہور و زبردست شاعرہ تھیں آنحضرت بھی دیر تک ان کا کلام سنتے رہے اور انکی بلاغت و فصاحت پر تعجب فرماتے رہے۔

کمال فن | خنساء کے کلام کو بڑے بڑے شعرائے عرب نے سنا ہے اور اسکی داد دی ہے اُسکے کمال کا اعتراف کیا گیا ہے ان معترفین کی ایک طویل فہرست ہے اسمیں نابغہ جریر بشار و حسان وغیرہ وغیرہ شامل ہیں بازار عکاظ جو شعرائے عرب کا امتحان گاہ تھا اُسمیں ان کو یہ امتیاز حاصل تھا کہ ان کے خیمے کے آگے ایک علم نصب ہوتا تھا جسپر ارثی العرب (بہترین مرثیہ گو) تحریر ہوتا تھا خنساء نے اپنے بھائی صخر کے بہترین مراثی کہے ہیں۔

خلوص مذہب | حضرت عمرؓ کے دور خلافت ۱۶ھ میں جب ایرانیوں نے قادسیہ کے میدان میں پرزور حملہ شروع کیا اُسوقت خنساء اپنے بیٹوں کو لیے ہوئے میدان میں آئیں اور جوش جرأت دلانے کے لیے ایک ایسی وقتی تقریر کی جس سے انکے خلوص و شجاعت کے ساتھ ساتھ انکی فطری شاعری و فصاحت و بلاغت آشکار ہے۔

"عزیز فرزندو! تم اپنی مرضی سے ایمان لائے اور تم نے خود ہجرت کی خدائے واحد کی قسم تم ایک ماں ایک باپ کے فرزند ہو میں نے نہ تمہارے باپ کی خیانت کی اور نہ تمہارے ماموں کو رسوا کیا تم حسباً و نسباً بہتر ہو تم مسلمان ہو اور مسلمان کے لیے جہاد ثواب عظیم ہے اور دنیا فانی ہے خدا فرماتا ہے یاایھاالذین امنوا اصبروا وصابروا ورابطو واتقوالله لعلکم تفلحون اے اہل ایمان (مصائب پر) صبر کرو اور ایک دوسرے کو تعلیم صبر دو آپس میں ملے رہو اور خدا سے ڈرتے رہو اُمید کہ تم فلاح پاؤ گے۔ دیکھو جب لڑائی جم جائے اور آتش حرب کے شعلے بھڑک کر میدان میں پھیل جائیں اُسوقت تم بھی صفوں میں دفعتاً گھس جاؤ اور بے خوف و خطر تلوار چلاؤ خدا سے فتح و نصرت کی دعا کرو یقیناً تم آخرت کی نعمت بزرگی حاصل کرو گے۔

بوڑھی ماں کی یہ تقریر نوجوان فرزندوں کے دل پر نشتر کا کام کر گئی خون جوش میں آیا اور گھوڑوں پر تازیانے پڑنے لگے آخر دشمنوں کی فوجوں سے گزر کر منزل عدم پر فتح کا جھنڈا گاڑ دیا خنسا کو خبر معلوم ہوئی تو سجدۂ شکر کے لیے جھک گئیں اور جوار رحمت الٰہی میں پھر ان سے ملنے کی اُمیدوار بن گئیں۔

ان لڑکوں کے نی کس دو سو درہم حضرت عمرؓ کی طرف سے مقرر تھے جوان کی شہادت کے بعد ان کی ماں کو ملنے لگے۔

وفات} سنہ ۲۴ھ میں ان کی وفات ہوئی۔

فصل (۹)

اسماؓ بنت یزید

نام ونسب واسلام} ام سلمہ کنیت اسماؓ نام ہے آپ کے باپ یزید بن السکن بن رافع ہیں ہجرت کے بعد مسلمان ہوئیں اور چند عورتوں کے ہمراہ آنحضرتؐ کی خدمت میں آکر عرض کرنے لگیں کہ یارسول اللہ مسلمان عورتوں کی طرف سے ایک پیغام لائی ہوں۔ خدا نے آپؐ کو مرد و عورت سب کی ہدایت کے لیے بھیجا ہے ہم آپ کے پیرو اور آپ پر ایمان لائے ہیں مگر ہماری حالت مردوں سے بالکل مختلف ہے۔ ہم گوشہ نشین ہیں اور یہ جمعہ وجماعت میں شریک ہوتے ہیں مریضوں کی عیادت کرتے ہیں نماز جنازہ ادا کر کے ثواب حاصل کرتے ہیں حج بجالاتے ہیں سب سے زیادہ یہ کہ جہاد کا لطف اُٹھاتے ہیں اور ہم گھروں میں بیٹھے ہوئے اُنکے مال واولاد کی حفاظت کرتے ہیں اور لباس کے لیے چرخہ چلاتے ہیں اس حالت میں آخر ہمارے نصیب کا بھی کچھ ثواب ہے یا نہیں۔ آنحضرتؐ نے یہ سُنکر اصحاب سے

فرمایا کہ تم نے کسی عورت سے ایسی بھی گفتگو سنی ہے لوگوں نے کانوں پر ہاتھ رکھے اسوقت آپ نے فرمایا کہ جو عورت فرائض زوجیت پورے کرتی ہے اور شوہر کی رضا جوئی میں بسر کرتی ہے وہ مرد کے ثواب میں شریک ہے

اس آنے والے گروہ میں اسما کی خالہ بھی موجود تھیں جو سونے کے کنگن اور انگوٹھیاں پہنے ہوئے تھیں آنحضرتؐ نے پوچھا کہ کیا ان زیورات کی زکوۃ دیتی ہو انھوں نے کہا نہیں فرمایا تو کیا یہ پسند ہے کہ تم کو آگ کے زیورات پہنائے جائیں اسوقت حضرت اسما کے کہنے سے اُنکی خالہ نے کنگن وغیرہ اُتار کر پھینک دیے۔ پھر اسما کہنے لگیں کہ یا رسول اللہ اگر ہم زیور نہ پہنیں گے تو شوہر کی نگاہ میں ذلیل ہو جائیں گے آپ نے فرمایا کہ چاندی کے زیور بنواؤ اُس پر زعفران مل لو سونے کی طرح چمکنے لگیگے پھر آنحضرتؐ نے چند اقرار لیے اسما نے کہا کہ ہاتھ لائیے تاکہ بیعت کریں آپ نے فرمایا کہ میں عورتوں سے مصافحہ نہیں کرتا حضرت عائشہ کو دولھن بنانے والی بھی اسما ہیں چنانچہ جب حضرت عائشہ نے آنحضرتؐ کا جھوٹا دودھ پینے سے انکار کیا تو ان ہی اسما نے ڈانٹا تھا پھر آنحضرتؐ نے وہ دودھ اسما کو دیا تو آپ نے اُسی طرف سے پیا جدھر آنحضرتؐ کے لب مبارک مس ہوئے تھے پھر اور عورتوں کو یہ دودھ دیا جانے لگا تو اُنھوں نے کہا ہمیں خواہش نہیں ہے آپ نے فرمایا کہ بھوک بھی اور جھوٹ بھی

۵ھ واقعہ تبوک میں حضرت اسما شریک تھیں اور چوب خیمہ لے کر کفار پر حملہ کیا تھا تو نصرانی انھوں نے تن تنہا مارے ایک روز آپ کے ناقے کی مہار تھامے ہوئے تھیں کہ آنحضرتؐ پر وحی نازل ہوئی اسما کہتی ہیں کہ وحی کا اسقدر بار تھا کہ مجھے خوف تھا کہ کہیں ناقے کے پاؤں نہ ٹوٹ جائیں۔ آنحضرتؐ کی خدمت میں یہ اکثر حاضر رہا کرتی تھیں کسی دن آپ نے دجال کا ذکر فرمایا تمام مجلس پر رقت طاری ہوگئی آپ اُٹھکر چلے گئے جب

مسند امام احمد بن حنبل ج ۶ ... [illegible]

دوبارہ تشریف لائے تو دیکھا کہ مجلس کا وہی رنگ ہے اسمانے کہا یا رسول اللہ اگر لونڈی کو پکانے میں تاخیر ہوتی ہے تو ہم بھوک سے بیتاب ہوجاتے ہیں بھلا زمانہ دجال میں جو قحط پڑے گا تو ہم کس طرح صبر کرینگے آپ نے فرمایا کہ اُس دن تسبیح وتکبیر بھوک کو روکے گی اور اگر میں ہوا تو میں سینہ سپر ہوں گا ورنہ خدا ہر مسلمان کی حفاظت فرمائے گا۔

آپ سے بعض حدیثیں نقل ہوئی ہیں۔ علامہ عبدالبر لکھتے ہیں کانت من ذوات العقل والدین (صاحب عقل وایمان تھیں)

فصل (۹)

خولہ بنت حکیم

نام ونسب } ام شریک کنیت خولہ نام ہے آپ کے باپ حکیم بن امیہ بن حارثہ ہیں۔

نکاح } حضرت عثمان بن مظعون سے نکاح ہوا ۲ھ میں عثمان کا انتقال ہوگیا مگر آپنے پھر کوئی نکاح نہیں کیا۔

اخلاق } انکے متعلق امام احمد لکھتے ہیں کہ قائم اللیل وصائم النہار تھیں علامہ عبدالبر کا قول ہے کہ وہ نیک اور قابل عزت بی بی تھیں زیور سے زیادہ رغبت تھی آنحضرتؐ سے فرمائش کی کہ اگر طائف فتح ہو تو فارعہ بنت عقیل کا زیور مجھے دیدیجیے گا آپ نے فرمایا کہ اگر خدا نے اجازت نہ دی تو میں کیا کروں گا۔ آپ سے چند احادیث نقل کیے گئے ہیں راویوں میں سعد بن ابی وقاص وغیرہ کا نام ہے۔

سنہ وفات نامعلوم ہے۔

ام عمارہ

نام ونسب } نسیبہ نام ام عمارہ کنیت ہے آپ بنی نجار سے ہیں باپ کا نام کعب بن عمرو بن عوف ہے

نکاح واولاد } پہلا نکاح[1] حضرت زید بن عاصم سے ہوا اور عبداللہ وحبیب پیدا ہوئے زید کے بعد عزیہ بن عمر سے عقد ہوا اور تمیم وخولہ کی ولادت ہوئی۔

اسلام } عزیہ بن عمر کے ساتھ مشہور ومعروف بیعت عقبہ (گھاٹی) میں شرکت کا فخر حاصل ہوا اس بیعت میں تہتر یا بہتر[2] مرد اور دو عورتیں تھیں ان میں سے ایک یہی ام عمارہ ہیں۔

شجاعت } ام عمارہ بقول ابن سعد[3] کاتب واقدی یوں تو بہت سی لڑائیوں میں شریک ہوئیں لیکن میدان اُحد وزمین یمامہ قیامت تک انکی جرات وبسالت کا افسانہ کہتی رہے گی۔

میدانِ اُحد } ام عمارہ[4] میدان جنگ میں زخمیوں کی امداد کے لیے آئی تھیں اور اہل لشکر کو پانی پلانا ان کا کام تھا چنانچہ ابتدائے جنگ میں یہ اپنے فریضہ کو نہایت مستعدی سے پورا کر رہی تھیں ناگاہ اہل اسلام پر خوف طاری ہوا اور فتح شکست سے بدل گئی لڑنے والوں نے گھر کا راستہ لیا آنحضرت صلعم تنہا ہو گئے ام عمارہ نے اپنے فرائض میں حفاظت آنحضرت صلعم کی ضرورت کو محسوس کیا اور مشک آب چھوڑ کر تلوار کاندھے پر رکھی اور آنحضرت صلعم کے گردوپیش گھوم گھوم کر جنگ کرنے لگیں چنانچہ آنحضرت خود فرماتے تھے کہ میں یمین وشمال جدھر دیکھتا تھا ام عمارہ کو تیغ بکف حملہ کرتے پاتا تھا اس کدوکوشش میں تیرہ زخم کھائے مگر جرات سے کام لیا چلتے ہوئے ہاتھ کو دم بھر نہ روکا ناگاہ ابن قمیہ حضرت ابوسفیان کی طرف سے یہ کہتا ہوا نکلا کہ مجھے محمد صلعم کو دکھا دو اگر وہ میرے ہاتھ سے نجات پاجائیں تو مجکو نجات نصیب نہو یہ سنکر ام عمارہ

---

[1] اصابہ ج ۸ صفحہ ۹۲۰ [2] طبقات ج ۸ صفحہ ۳۰۲ [3] روضتہ الصفا ج ۲ صفحہ ۲۳۸ وسیرۃ ابن ہشام

بیچ میں آگئیں آسمیں چند ضربیں چلیں ام عمارہ کی تلوار نے اسلیئے اثر نہ کیا کیونکہ ابن قمیئہ دوہری زرہ پہنے تھا البتہ ام عمارہ کے کاندھے پر غار پڑ گیا آنحضرتؐ نے اس حالت کو دیکھ کر انکے بیٹے عبداللہ کو آواز دی کہ اپنی ماں کی خبر لو عبداللہ نے زخم باندھا ام عمارہ پھر جنگ میں مصروف ہوگئیں لیکن ان کے ہاتھ میں سپر نہ تھی اتنے میں ایک صحابی بھاگتے ہوئے نظر آئے آنحضرتؐ نے فرمایا کہ آپ جاتے ہیں تو اپنی سپر ہی پھینک دیجیے اُنھوں نے سپر پھینک دی ام عمارہ نے وہ سپر اُٹھالی مگر اتنی فرصت میں ام عمارہ کے فرزند کو ایک شخص نے زخمی کردیا آنحضرتؐ نے ام عمارہ کو متوجہ کیا ام عمارہ نے بیٹے کا زخم باندھا اور کہا ہاں اے فرزند بسم اللہ پھر حملہ شروع کردو بیٹے کو حکم جنگ دے کر آپ اُدھر متوجہ ہوئیں جدھر عبداللہ کا زخمی کرنے والا کافر جا رہا تھا اور اُسکے پاؤں پر حملہ کرکے ام عمارہ نے گرادیا آنحضرتؐ اس ضرب سے اسقدر تبسم ہوئے کہ دندان مبارک رونما ہوگئے فرمایا کہ خدا کا شکر کہ تم نے اپنا انتقام لے لیا پھر عبداللہ سے فرمایا کہ تمھاری ماں کا قیام فلاں فلاں کے قیام سے میرے لیے بہتر ہے اتنے میں ایک شخص نے ام عمارہ کے سر پر ضرب لگائی آنحضرتؐ نے پھر عبداللہ کو آواز دی بیٹے نے ماں کا زخم باندھا یہ پھر جنگ میں مشغول ہوگئیں پھر ایک سوار نے ضرب لگائی مگر ام عمارہ نے اپنے جسم کو بچایا اور پلٹ کر اُسکے گھوڑے پر وار کیا کہ سوار مع اسپ گرا اور ماں بیٹوں نے ملکر مار لیا اسی حالت میں ام عمارہ نے عرض کی کہ یا رسول اللہ دعا فرمائیے کہ جس طرح میں اس میدان میں آپ کے ہمراہ ہوں جنت میں بھی آپ کی رفاقت میں رہوں آنحضرتؐ نے ہاتھ اُٹھائے اور فرمایا اللّٰھم اجعلھم رفقائی فی الجنۃ خداوندا ان سب کو جنت میں میرا رفیق فرما۔ جنگ یمامہ میں بھی ام عمارہ اپنے فرزندوں کے ہمراہ موجود تھیں مُسیلمہ کذاب نے انکے ایک فرزند حبیب کو قبل از جنگ پکڑ لیا تھا اور اُن سے اپنی نبوت کا اقرار لینا چاہتا تھا جب وہ راضی نہوئے تو اُس نے ایک ایک کرکے تمام اعضا اُنکے کاٹ ڈالے اور شہید کردیا ام عمارہ کو اسکا بھی انتقام لینا تھا چنانچہ حدیقۃ الموت (جسکا پہلا نام حدیقۃ الرحمٰن تھا) میں جب مسیلمہ کو مسلمانوں نے گھیر لیا اور

حضرت ابودجانہ کی شہادت ہوچکی تو ام عمارہ نے حملہ شروع کیا صفوں کو درہم برہم کرتی ہوئی جارہی تھیں کہ راہ میں ایک کافر کی ضرب سے ہاتھ کلائی سے جدا ہوگیا مگر یہ مسیلمہ تک جا ہی پہونچیں چنانچہ جیسے ہی یہ پہونچیں انھوں نے دیکھا کہ دو تلواریں ساتھ ساتھ مسیلمہ پر برق عذاب بن کر گریں۔ اور وہ دو ٹکڑے ہوکر گر پڑا ان میں سے ایک تلوار وحشی اور دوسری تلوار انکے فرزند عبداللہ کی تھی۔

اسی شجاعت کے صلے میں حضرت عمر نے ایک مرتبہ ان کو ایک زرکار دوپٹہ بھی عنایت فرمایا ہے جو ایران کی لوٹ میں ہاتھ آیا تھا۔

عام حالت ایک مرتبہ آنحضرت صلعم ام عمارہ کے یہاں تشریف لائے اُنھوں نے کھانا پیش کیا آنحضرت صلعم نے فرمایا تم بھی کھاؤ ام عمارہ نے عرض کی کہ میں روزے سے ہوں آپ نے فرمایا ان الصائم اذا اکل عندہ صلت علیہ الملائکۃ (صائم کے پاس کچھ کھایا جائے تو ملائکہ اُس پر درود بھیجتے ہیں) ام عمارہ سے بعض روایات بھی نقل ہوئے ہیں سنہ وفات معلوم نہیں۔

فصل (۱۱)

ام حرام بنت ملحان

نام ونسب ام کنیت ام حرام مشہور ہے نام نہیں معلوم باپ کا نام ملحان بن زید ہے خاندان بنی نجار سے تعلق ہے ان کی ماں ملیکہ بنت مالک بن عدی ام سلیم مادر حضرت انس کی بہن ہیں۔

نکاح و اولاد پہلا نکاح عمرو ان قیس انصاری سے ہوا اور عبداللہ و عباد ہ پیدا ہوئے حضرت عمرو نے میدان احد میں شہادت پائی انکے بعد دوسرا نکاح حضرت عبادہ بن صامت سے ہوا اور عبادہ پیدا ہوئے۔

لہ اصابہ ج ۲ ص ۹۲۵ تہذیب صفحہ ۲۶۲

عام حالات ؛ آنحضرتؐ اکثر اُنکے یہاں تشریف لیجاتے تھے اور آرام بھی فرماتے تھے ایک روز آنحضرتؐ تشریف لائے انھوںؓ نے جوئیں دیکھنا شروع کیں آپنے آرام فرمایا بیدار ہوئے تو فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میری اُمت کے کچھ لوگ غزوہ کے ارادے سے سمندر میں سوار ہیں ام حرام نے التجا کی کہ یا رسول اللہؐ دعا فرمایئے کہ میں بھی ان لوگوں کے ساتھ ہوں آپ نے دعا کی اور پھر آرام فرمایا بیدار ہو کر دوبارہ اسی خواب کو بیان فرمایا ام حرام نے پھر دعا کی التجا فرمائی آپ نے فرمایا کہ تم بھی ساتھ ہو اس خواب کی تعبیر اُسوقت ظاہرؓ ہوئی جب مسلمانوں نے جزیرۂ قبرس پر حملہ کر کے اُسکو فتح کیا حضرت ام حرام ساتھ تھیں واپسی پر اپنی سواری سے گر کر انتقال فرمایا اور وہیں دفن ہوئیں یہ ۲۸ھ تھا۔

حدیث ؛ ان سے بھی چند احادیث نقل کی گئیں ہیں۔

فصل (۱۲)

حضرت سمیہؓ بنت خباط

نام ونسب ؛ حضرت عمار یاسر کی والدہ محترمہ اور ابوحذیفہ بن مغیرہ مخزومی کی کنیز تھیں ابوحذیفہ کے حلیف یاسر سے ان کا نکاح ہوا اور حضرت عمار بن یاسر پیدا ہوئے اسوقت ابوحذیفہ نے سمیہ کو آزاد کر دیا۔[۱]

اسلام ؛ حضرت سمیہ اُن بے جگر عورتوں میں ہیں جنکی ہمسری بڑے بڑے پرجگر مرد نہیں کرسکتے آپ اُسوقت اسلام لائیں جسوقت ایمان لانے کے ساتھ ہی قسم قسم کی تکالیف اٹھانا ضروری تھا حضرت سمیہ بقول ابن اثیر اہل ایمان کے رجسٹر میں ساتویں نمبر پر نظر آتی ہیں جو ہجرت سے برسوں پہلے کا واقعہ ہے مسلمان ہوتے ہی بنی مغیرہ آپ پر جفائیں کرنے لگے

۱؎ طبقات ج ۸ ص ۲۰۲ ؎ صحیح بخاری شریف ج ۲ ص ۱۰۳ ؎ استیعاب ج ۲ ص ۲۵۹

ہزاروں طرح ڈرایا دھمکایا مگر اُس شیرزن نے راہ حق سے مُنہ نہ موڑا اسوقت حضرت سمیہ کا سن بھی زیادہ آچکا تھا اور فطرتاً مصائب کا مقابلہ کرنا دشوار تھا لیکن خدا اور رسول کے لیے انھوں نے پیری میں وہ بار اُٹھایا جسکو اُٹھاتے ہوئے نوجوان بھی لرزجاتے۔ آپ لوہے کی دُہری زرہ پہنا کر عرب کی شعلہ فشاں ریگ پر دھوپ میں کھڑا کردیا جاتا تھا مگر آپ اُف نہ کرتی تھیں آپکے شوہر (یاسر) اور آپکے فرزند (عمار) بھی اسی حالت میں زندگی کے دن گزارتے تھے آنحضرتؐ جب اسطرف سے گزرتے تھے تو فرماتے کہ آل یاسر صبر کرو تمھارے لیے جنت ہے۔

شہادت } خدا خدا کر کے جب مصیبت کا یہ روز سیاہ گزرتا تھا تو رات اپنی چند گھڑیاں اس ستم زدہ خاندان کی راحت کے لیے لے کر آتی تھی یہ لوگ اپنے گھر آجاتے تھے ابوجہل کو یہ بھی ناگوار ہوا ایک روز انکے گھر پر آیا اور سمیہ کو گالیاں دینا شروع کیں پھر غصہ اور بڑھ گیا اور اس سیہ دل نے ایک برچھی[2] کھینچ ماری حضرت سمیہ نے تڑپ کر انتقال کیا۔ اسلام میں پہلی شہادت کا سہرا ان ہی معظمہ کے چہرہ کی چمک بڑھا رہا ہے حضرت عمار یاسر ماں کی اس خونی[3] موت کو دیکھ کر آنحضرتؐ کی خدمت میں آئے اور کفار کے ظلم کی شکایت کرنے لگے آنحضرت نے تلقین صبر کے ساتھ فرمایا اللّٰھم لا تعذب احداً من آل یاسر بالنار خداوندا آل یاسر میں کسی ایک کو آتش جہنم سے معذب نہ فرمانا۔ جنگ بدر میں جب[4] ابوجہل مارا گیا تو آنحضرتؐ نے عمار یاسر سے فرمایا قد قتل اللہ قاتل امک آج خدا نے تمھاری ماں کے قاتل سے بدلہ لیا۔

فصل (۱۳)

شیمار السعدیہ بنت حارث

نام } حذافہ نام عرف شیماؓ حارث بن عبدالعزیٰ بن رفاعہ کی صاحبزادی آنحضرت کی رضاعی بہن ہیں۔

اسلام } قبیلہ ہوازن پر جب مسلمانوںؓ نے تاخت کی اور مال غنیمت حاصل ہوا تو شیما بھی اسیروں میں حاضر ہوئیں دربار نبوت میں پہونچکر انھوں نے آنحضرتؐ کو پہچان لیا اور کہا یا رسولؐ اللہ میں آپکی رضاعی بہن ہوں یہ سُن کر آنحضرتؐ آبدیدہ ہوگئے دوش مبارک سے چادر اُتار کر بچھائی اور شیما کو بٹھایا پھر فرمایا کہ تم میرے ساتھ رہنا چاہو تو میرے ساتھ باعزت زندگی بسر کرو اور اگر اپنے قبیلہ میں جانا چاہو تو وہاں بھجوا دوں حضرت شیما نے صورت آخر کو پسند کیا اور آپ مسلمان ہوگئیں آنحضرتؐ نے تین غلام اور لونڈی اور کچھ روپیہ اور چند بکریاں دے کر رخصت فرمادیا اور حالات معلوم نہیں ہیں۔

فصل (۱۴)

ام ورقہ بنت عبداللہ

نام ونسب } ام ورقہ کا نام معلوم نہیں ہے باپ کا نام عبداللہ بن حارث بن عویمر بن نوفل ہے لیکن یہ سلسلہ نسب بھی صحیح نہیں کہا جاتا۔

عام حالت } آنحضرتؐ جب جنگ بدر کے لیے تشریف لیچلے تو ام ورقہ نے عرض کی کہ مجکو بھی لیچلئے زخمیوں کی خدمت کروں گی اور ممکن ہے کہ اوسی سلسلہ سے شہادت بھی نصیب

ہوجائے آپ نے فرمایا تم گھر میں رہو یہیں شہادت حاصل ہوجائے گی۔ مخبر صادق کے مُنہ سے نکلی ہوئی بات آخر سچ ہو کر رہی عہد خلافت حضرت عمرؓ میں انکے لونڈی[1] اور غلام نے مل کر مار ڈالا اور ایک چادر میں لپیٹ کر گھر میں چھوڑ گئے۔ حضرت عمرؓ کو اطلاع ہوئی آپ نے لونڈی اور غلام دونوں کو سولی دے کر ایک کا بدلہ دوسرے لے لیا یہ پہلے مسلمان تھے جنکو مدینۂ منورہ میں سولی دی گئی۔

اخلاق } آپ قرآن پڑھے ہوئے تھیں اور اکثر اوقات تلاوت میں بسر ہوتی تھی آپ عورتوں میں امامت[1] نماز بھی کرتی تھیں جب آنحضرتؐ آپ کے گھر کی طرف جاتے تھے تو فرماتے تھے کہ آؤ شہیدہ کے گھر چلیں۔

فصل (۱۵)

ام معبد بنت خالد

نام ونسب } عاتکہ نام ام معبد کنیت باپ کا نام خالد بن خلیف بن منقذ خزاعی ہے۔

نکاح } تمیم ابن عبد العزیٰ بن منقذ ان کے ابن عم سے نکاح ہوا۔

عام حالات } آنحضرتؐ مکہ معظمہ سے ہجرت کر کے جب مدینۂ منورہ کی طرف روانہ ہوئے راہ میں ام معبد کے خیمہ میں قیام فرمایا رواروی سے پیاس بشدت معلوم ہو رہی تھی آپ نے پانی طلب فرمایا ام معبد[2] نے عرض کی کہ یہاں سخت قحط پڑا ہے نہ پانی ہے نہ کھانا اتنے میں آپ نے ایک گوسفند لاغر کو ملاحظہ فرمایا اور پوچھا کہ کیا میں اسکا دودھ پی سکتا ہوں ام معبد نے عرض کی کہ ایسی گوسفند

---

[1] اصابہ ج ۲ صـ ۹۸
[2] استیعاب ج ۲ صـ ۸۰۶

لاغر دودھ نہیں دیتی آپ نے دست مبارک گوسفند کے تھنوں پر رکھا برکت دست مبارک سے جوئے شیر جاری ہوئی ام معبد اور آپ کے تمام ہمراہیوں نے وہ دودھ نوش کیا اور تمام ظروف خانۂ ام معبد لبریز ہو گئے یہ گوسفند سنہ ۱۸ھ تک زندہ رہی۔

پھر آپ صلعم نے ام معبد کے عزیز بچے کو جو زمین گیر تھا شفا بخشی ام معبد نے کچھ خشک خرمے حاضر کیے اُن میں سے ایک خرمے کا تخم آپ نے اپنے دست مبارک سے بو دیا جو فوراً بڑھ کر پھل لایا یہ درخت سنہ ۶۱ھ تک موجود تھا اور لوگ دور دور سے اسکے پھل لینے آتے تھے اول تو کسی فصل میں اسکے پھل کم نہوتے تھے دوسرے مریض شفا بھی پاتے تھے مگر روز شہادت امام حسین ع اس درخت کی جڑوں سے خون کی دھاریں نکلیں اور درخت خشک ہو گیا۔

اسلام آنحضرت کے تشریف لیجانے کے بعد تمیم آئے اور دودھ کو دیکھ کر تعجباً پوچھا یہ کہاں سے آیا ام معبد نے تمام حال بیان کیا تمیم نے کہا یقیناً یہ شخص صاحب قریش تھا میں ہوتا تو اصحاب کا شریک ہو جاتا۔ پھر یہ دونوں مدینہ جا کر مسلمان ہوئے۔ سنہ وفات نامعلوم ہے۔

فصل (۱۶)

زینب بنت ابو معاویہ

نام و نسب رائطہ و زینب نام خاندان ثقیف سے تھیں باپ کا نام ابو معاویہ عبداللہ بن معاویہ حضرت عبداللہ بن مسعود مشہور قاری سے نکاح ہوا اور حضرت ابو عبیدہ بن عبداللہ بن مسعود پیدا ہوئے۔

عام حالات حضرت عبداللہ بن مسعود ایک غریب و نادار آدمی تھے زینب دستکار تھیں لہذا ان ہی کی کمائی گھر کے خرچ میں صرف ہوا کرتی تھی زینب نے آنحضرت سے فضائل صدقہ

ف۱ تاریخ جلد حالات بعد از ہجرت آنحضرت ف۲ روضۃ الصفا ج ۲ ص ۳۰ ف۳ طبقات ج ۸ ص ۲۱۲

وخیرات سُنتے تھے اسلیے چاہتی تھیں کہ اپنی کمائی کا ایک حصّہ اسمیں بھی صرف کریں ایک روز حضرت ابن مسعود سے بھی آخر یہ ذکر آگیا کہ جو کماتی ہوں تم کو اور تمھاری اولاد کو کھلا دیتی ہوں بھلا اسمیں میرا کیا فائدہ۔ صدقہ وخیرات کرتی تو مجھے بھی ثواب ہوتا حضرت ابن مسعود نے فرمایا کہ تم اپنے فائدہ کا خیال رکھو یعنی صدقہ وخیرات دیا کرو۔ آخر زینب نے آنحضرت سے صورت حال عرض کی آپ نے فرمایا کہ تم (گھر والوں کا) خیال رکھو اسمیں بھی تم کو ثواب ملے گا اور ایک روایت کی بنا پر آپ نے فرمایا کہ جو لوگ اپنے متعلقین کا خیال کرینگے۔

لھما اجران اجر الصدقۃ واجر القرابۃ } اُنکو دو ثواب حاصل ہونگے ایک بسبب صدقہ ایک بسبب قرابت (صلہ رحم)

آنحضرت زینب کے یہاں کبھی کبھی تشریف لایا کرتے آپ جوئیں دیکھتی تھیں ایک روز اور عورتیں بھی تھیں اُن میں ایک مسئلہ چھڑ گیا یہ بھی کام چھوڑ کر بولنے لگیں آنحضرت نے فرمایا تم آنکھ سے نہیں بولتی ہو یعنے اپنا کام بھی کرتی رہو اور باتیں بھی۔ حضرت زینب سے بھی چند روایات نقل کیے گئے ہیں اور حالات معلوم نہیں ہوئے۔

فصل (۱۷)

ام عطیہ بنت حارث

نام ونسب } ام عطیہ کنیت نسیبہ نام تھا باپ کا نام حارث ہے یہ انصار یہ تھیں اور نسبی حالات نامعلوم ہیں

بیعت } ہجرت سے پہلے اسلام لائیں اور بیعت النسا کی جسکے شرائط حسب ذیل ہیں (۱) شرک نہ کریں۔ (۲) چوری نہ کریں (۳) زنا نہ کریں (۴) اولاد کو قتل نہ کریں (۵) بہتان وافترا سے پرہیز رہے (۶) اچھی باتوں سے انکار نہ کریں۔ کہا جاتا ہے کہ انصار کی تمام عورتیں ایک مکان میں جمع تھیں آنحضرت نے حضرت عمر کو بھیجا کہ وہ بیعت لے لیں چنانچہ آپ اُس مکان کے دروازے پر

بیٹھ گئے جب عورتیں اقرار بالا کر چکیں تو حضرت عمر نے گھر کے اندر اپنے ہاتھ بڑھائے گویا یہ علامت بیعت تھی ام عطیہ کے دریافت کرنے پر حضرت عمر نے بتایا کہ اچھی باتوں سے مقصود نوحہ اور بین کا نہ کرنا ہے۔[1]

لیکن ایک دوسری روایت بتاتی ہے کہ حضرت عمرؓ کی موجودگی صرف تقریباً بیان کی گئی ہے بلکہ خود آنحضرتؐ سے ام عطیہ نے سوال مذکور کیا اور آپ نے رونے سے منع فرمایا انھوں نے عرض کی کہ فلاں خاندان کی عورتیں میرے یہاں آکر رو چکی ہیں اب مجھے بھی اُنکے یہاں جا کر عوض اُتارنا ہے لہذا آپ اُس خاندان کا استثنا فرما دیجیے آنحضرتؐ نے اسکو منظور فرمایا۔[2]

اخلاق آپ اکثر غزوات میں آنحضرتؐ کے ہمراہ شریک ہوئی تھیں مریضوں کی تیمارداری[3] زخمیوں کا علاج معالجہ، کھانا پکانا، سامان کی حفاظت کرنا ام عطیہ کا کام ہوا کرتا تھا۔ حضرت زینب بنت آنحضرتؐ کو ام عطیہ ہی نے غسل دیا تھا۔[4] امیر المومنین علیؑ ابن ابی طالب اکثر آپکے یہاں تشریف لاتے تھے اور آرام کرتے تھے۔ علامہ عبد البر لکھتے ہیں کانت من کبار النساء صحابیات میں بزرگ مرتبت تھیں اکثر حدیثیں بھی ان سے نقل ہوئی ہیں۔

فصل (۱۸)

ربیع بنت معوذ بن عفراء

نام و نسب ربیع نام ہے خاندان نجار سے تعلق ہے باپ کا نام معوذ بن حارث[6] ہے ماں کا نام ام یزید بنت قیس نجاریہ ہے یہ خاندان بنو عفرا کے نام سے مشہور ہے[6] جو ربیع کی دادی تھیں۔

[1] مسند امام احمد بن حنبل ج ۶ ص ۴۰۹ [2] ص ۴۰۷ [3] صحیح مسلم شریف ج ۱ ص ۱۱۵ [4] اصابہ ج ۸ ص ۲۵۹

[5] تہذیب التہذیب ج ۱۲ ص ۴۱۸

عام حالت آپ اکثر جہادوں میں شریک رہی ہیں تیمارداری کے علاوہ زخمیوں کا مدینہ لیجانا[1] بھی آپ کا کام تھا حدیبیہ میں بھی آپ موجود تھیں اور بیعت الرضوان کے شرف سے مشرف ہوئیں۔

آپ کے شوہر ایاس بن بکیر تھے کسی بات پر ربیع ان سے ناراض ہوگئیں اور کہا کہ میرے پاس جو کچھ ہے وہ لے کر میرا پیچھا چھوڑ دو چنانچہ ایک کُرتے کے سوا کچھ نہ رکھا سب دیدیا حضرت ایاس کو اسکا رہنا بھی گراں ہوا حضرت عثمان کی عدالت میں نالش دائر کردی حضرت عثمان نے حضرت ربیع کی شرط سے استدلال کر کے وہ کُرتا بھی دلوادیا اور فرمایا کہ حسب شرط جوڑا باندھنے کی جبٹ بھی تمہارا شوہر لے سکتا ہے[2]۔

آنحضرتؐ آپ کے یہاں بھی تشریف لایا کرتے تھے ایک مرتبہ انھوں نے آنحضرت کو وضو بھی کرایا ہے۔ یہ روایت شیعہ طبقہ کے لیے قابل عمل نہیں ہے ہم کو جو روایات اہلبیت نبوی کے ذریعہ سے پہونچے ہیں اُن سے ظاہر ہے کہ آنحضرتؐ اور اُنکے اہلبیت عبادت خدا میں کسی دوسرے کو شریک نہ کرتے چنانچہ امام ہشتم حضرت علی ابن موسیٰ الرضا علیہم السلام نے جب ماموں رشید کو غلام کے ہاتھ سے پانی لے کر وضو کرتے ہوئے ملاحظہ فرمایا تو آپ نے یہ کہکر روک دیا لا تشرك باللہ

اسما بنت مخربہ عطر بیچنے آئی اور ربیع[3] کا نام نسب دریافت کرنے پر اُسکو معلوم ہوا کہ ان کے بھائی نے ابوجہل کو قتل کیا ہے مخربہ نے کہا کہ تم ہمارے سردار کے قاتل کی بیٹی ہو ربیع کو ابوجہل سے سرداری کی نسبت ناگوار ہوئی آپ نے کہا میں تو غلام کے قاتل کی بیٹی ہوں۔ مخربہ کو یہ ناگوار ہوا کہا کہ مجھے تمھارے ہاتھ عطر بیچنا حرام ہے انھوں نے کہا مجھے تم سے خریدنا حرام ہے اسلیے کہ تمھارے عطر کے سوا کسی میں نجاست میں نے نہیں دیکھی اس واقعہ سے ربیع کی غیرت ملی صاف نمایاں ہے مگر یہ عمل صرف اُس طبقہ کے لیے قابل عمل ہے

[1] مسند ج ۶ ص ۳۵۸ [2] طبقات ج ۸ ص ۳۰۰ [3] استیعاب ج ۲ ص ۷۵۲

جو غیر مسلم سے کھانے پینے کی چیزیں لے کر اور شیر مادر جان کر نوش نہیں کرتے۔ نہ کہ تمام مسلمان
جو نانبائی سے منھ پھیر کر لالہ جی کی دوکان پر ہاتھ پھیلائے کھڑے ہوتے ہیں اور لالہ جی پوریوں
کا دونا اسطرح دیتے ہیں کہ جیسے خیرات کیا مجال جو ہاتھ سے ہاتھ بلجائے ان سے حضرت عمار
یاسر کے پوتے نے آنحضرت کا حلیہ دریافت کیا تو آپ نے کہا کہ جیسے نکلتا ہوا آفتاب
حضرت ربیع سے ۲۱ حدیثیں کتب حدیث میں نقل کی گئی ہیں۔ سنہ وفات نامعلوم ہے

فصل (۱۹)

ام رومان بنت عامر

نام ونسب و نکاح واولاد } نام نامعلوم ہے ام رومان کنیت ہے آپ کے باپ عامر بن عویمر بن عبد الشمس ہیں۔ پہلا نکاح عبداللہ بن سخبرہ سے ہوا اور اُنسے طفیل پیدا ہوئے دوسرا نکاح حضرت ابوبکر سے ہوا اور حضرت عبدالرحمن وام المومنین حضرت عائشہ پیدا ہوئیں۔

اسلام وہجرت } حضرت ابوبکر کے بعد آپ کا ایمان لانا بتایا جاتا ہے لیکن اسلام دقیانوس پر ہے ہجرت بھی آنحضرت کی ہجرت سے چند روز بعد ہوئی

اعجاز } حضرت ابوبکر اصحاب صفہ میں سے تین بزرگوں کو مہمان لائے اور خود آنحضرت کے پاس چلے گئے وہاں سے دیر میں واپس ہوئے تو حضرت ام رومان نے کہا ؎

طاقت مہماں نہ داشت، خانہ بہ مہماں گزاشت

یہ اتنی دیر کہاں غائب رہے۔ آپ نے فرمایا کہ پھر تم نے کھانا کیوں نہ کھلا دیا ام رومان نے عرض کی کہ مہمانوں نے تنہا خوری سے انکار کر دیا پھر حضرت ابوبکر کھانا لیگئے اور اسمیں

ؔ صحیح بخاری شریف ج ا ص۴

اسقدر برکت ہوئی کہ حضرت ابوبکر نے مہمانوں کے کھلا دینے کے بعد دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ تگنا ہوچکا ہے حضرت ابوبکر نے وہ کھانا آنحضرتؐ کی خدمت میں بھیجدیا۔

چونکہ ام رومان آنحضرتؐ کی ساس تھیں اور داماد نے اس قسم کے معجزے اکثر دکھائے تھے یہ آپ کی توہین ہوتی جو آپ سے بھی ایسا ہی کوئی معجزہ ظاہر نہوتا مگر یہ عجب مزے کی بات ہے کہ حضرت ابوبکر کے گھر میں جو کھانا بڑھ رہا تھا وہ آنحضرتؐ کے گھر میں آکر ختم ہوگیا اگر حضرت ابوبکر کھانے کے ساتھ خود بھی آتے تو آنحضرتؐ کی شرم رہ جاتی۔

وفات } آپ کا انتقال ۹ھ میں ہوا آنحضرت نے قبر میں اُتارا اور دعائے مغفرت فرمائی۔ خدا قبول کرے۔

فصل (۲۰)

ام سلیم بنت ملحان

نام ونسب } رملہ یا سہلہ نام غمیصاء و رمیصا لقب ام سلیم کنیت ہے آپ خاندان نجار سے تھیں باپ کا نام ملحان بن خالد بن زید ہے آپ کی والدہ ملسکہ بنت مالک بن عدی ہیں جو حضرت سلمٰی والدہ حضرت عبدالمطلب کی پوتی ہوتی ہیں۔

نکاح واولاد } آپ کا پہلا نکاح مالک بن نضیر سے ہوا جن سے حضرت انس خادم آنحضرتؐ پیدا ہوئے دوسرا نکاح ابوطلحہ سے ہوا جن سے عبداللہ و عمیر پیدا ہوئے مگر عمیر نے کمسنی میں انتقال کیا۔

اسلام } آپ مدینہ میں ایمان لائیں اور مالک بن نضیر سے اسی بات پر بگڑی یہانتک کہ وہ خفا ہوکر شام چلے گئے اور وہاں کسی نے قتل کرڈالا آپ نے حضرت انس کی کمسنی کے

خیال سے عرصہ تک نکاح نہ کیا جب انس جوان ہو چکے تو ابو طلحہ نے پیغام دیا آپ نے انکو دعوت اسلام دی چنانچہ ابو طلحہ مسلمان ہوئے اور انکا اسلام ہی مہر قرار پایا[۱] نکاح کے بعد حضرت ام سلیم نے حضرت انس کو آنحضرت کی خدمت کے لیے پیش کیا اسلام کی مشہور مواخاۃ اسی زمانہ میں اور انہیں کے گھر میں ہوئی[۲]

غزوات ام سلیم غزوۂ احد میں پانی پلانے کی خدمت پوری کرتی رہیں جنگ خیبر میں بھی آپ موجود تھیں حضرت صفیہ کو دولھن بنانے کی رسم انھیں نے پوری کی۔ غزوۂ حنین میں بھی خنجر بکف مستعد تھیں آنحضرت نے پوچھا کہ خنجر کیوں لیے ہوئے ہو کہا کوئی مشرک قریب آئیگا تو اسکا پیٹ پھاڑ دوں گی۔ آپ ہی نے حنین کے بھاگنے والوں کیلئے آنحضرت سے قتل کر دینے کی فرمائش کی تھی[۳]

آنحضرت ص سے آپکی محبت آنحضرت ص آپ کے یہاں آکر آرام فرماتے تھے جب بیدار ہوتے تھے تو آپ پسینہ اور ٹوٹے ہوئے بال ایک شیشی میں جمع کر لیتی تھیں[۴] ایکمرتبہ آنحضرت ص نے آپ کی مشک سے منھ لگا کر پانی نوش فرمایا آپ نے مشک کا دہانہ کاٹ کر رکھ لیا کہ اس دہانے سے لب مبارک مس ہوئے تھے۔ ایک روز ابو طلحہ نے خبر پہونچائی کہ آنحضرت ص بھوکے ہیں کچھ بھیجو ام سلیم نے چند روٹیاں حضرت انس کے ہاتھ روانہ کیں آنحضرت ص مسجد خاص میں جلوہ افروز تھے انس کو دیکھ کر فرمایا کہ کیا ابو طلحہ نے بھیجا ہے عرض کی کہ جی ہاں فرمایا کھانے کے لیے عرض کی جی ہاں۔ آنحضرت ص اصحاب کو لیکر ابو طلحہ کے یہاں تشریف لائے ابو طلحہ پریشان ہو گئے اسلیے کہ کھانا تھوڑا تھا ام سلیم نے انکو تسکین دی اور کہا کہ خدا اور رسول ص اسکو بہتر جانتے ہیں جسقدر سالن روٹی موجود تھا وہ آنحضرت ص کے سامنے رکھدیا خدا نے اسقدر برکت عطا فرمائی کہ تمام مجمع سیر ہو گیا۔[۵]

[۱] طبقات ج ۸ ص ۳۱۱ [۲] صحیح بخاری ج ۱ ص ۹۲۴ [۳] صحیح مسلم شریف ج ۲ ص ۱۰۳ [۴] مسند ج ۶ ص ۲۹۲ [۵] صحیح بخاری شریف ج ۱ ص ۸۱۰

صبر و استقلال} آپ کے فرزند عمیر کا انتقال ہو گیا ابوطلحہ اسوقت موجود نہ تھے ام سلیم نے غسل کفن کے فرائض پورے کرکے میت کو ایک طرف رکھدیا جب ابوطلحہ آئے اور لڑکے کی خیریت پوچھی تو آپ نے کہا کہ اب بہتر حال میں ہے پھر کھانا کھلایا پانی پلایا اسکے بعد آپ نے ابوطلحہ سے کہا کہ اگر کوئی شخص عاریۃً تم کو کوئی شے دے اور پھر وہ اسکو واپس مانگے تو کیا تم واپس کرنے سے انکار کروگے ابوطلحہ نے کہا نہیں۔ اسوقت ام سلیم نے کہا کہ خدا نے تم کو بیٹا دیا تھا اور اسی نے لے لیا

وفات} سنہ وفات کا علم نہیں مگر خلافت حضرتِ ابوبکرؓ تک زندہ تھیں۔

فصل (۲۱)

شفا بنت عبداللہ

نام و نسب} شفا نام ہے قرشی النسل تھیں باپ عبداللہ بن عبد شمس بن خلف اور ماں فاطمہ بنت وہب بن عمرو بن عائذ ہیں۔

نکاح و اولاد} ابوحثمہ بن حذیفہ عدوی سے نکاح ہوا اور سلیمانؓ پیدا ہوئے (اور اولاد کا حال نہیں معلوم)

اسلام و ہجرت} عہد ہجرت سے پہلے مسلمان ہوئیں اور سابقین مہاجرین کے ہمرکاب ہجرت کی

عام حالت} آنحضرتؐ انکے یہاں بھی آکر آرام فرمایا کرتے تھے انھوں نے آنحضرت کیلئے ایک تہمد اور ایک بستر بنوا رکھا تھا جسمیں آنحضرتؐ کا پسینہ جذب ہوا کرتا تھا یہ ایک نہایت باعث برکت شے انکی اولاد میں محفوظ تھی مگر خلیفۃ المسلمین حضرت مروان بن حکم نے اسکو جبراً چھین لیا۔ چونکہ خلافت خود ہی مغصوب ہے اسلیے ان مختصر اشیائے غصب کا شکوہ بیکار ہے

حضرت شفا نہایت عقیلہ تھیں چنانچہ حضرت عمر بھی ان سے عقل کی باتیں پوچھا کرتے تھے اور ان کی رائے کو مقدم جانتے تھے بازار کا کام بھی اکثر انکے سپرد ہوا کرتا تھا شاید اسکا سبب یہ ہو کہ حضرت شفا حضرت حفصہ کی اُستانی جی تھیں آپ نے چونٹی کے کانٹے کا منتر اور لکھنا سکھایا تھا[۱] حضرت عمر اکثر رعایت کرتے تھے چنانچہ ایک روز آپ نے شفا اور عاتکہ بنت اسید دونوں کو ایک ایک چادر بھیجی حضرت عاتکہ کی چادر نسبتاً اچھی تھی اسپر شفا برہم ہوئیں اور کہنے لگیں خدا تمھارے ہاتھوں کو مٹی میں ملائے تم نے عاتکہ کو اچھی چادر دی در انحالیکہ میں پہلے اسلام لائی اور عاتکہ بے بُلائے بھی آگئیں حضرت عمر نے فرمایا اب وہ آگئیں تو میں کیا کروں وہ قرابتاً آنحضرت صلعم سے قربت رکھتی ہیں[۲] اگر حضرت عمر قرابت کا خیال چادر سے پاؤں پھیلا کر کرتے تو شاید جامۂ خلافت خود آپ کے جسم پر بھی نہ ہوتا مگر قول و فعل میں ہاتھ بھر کا فاصلہ ہے

حضرت شفا سے بھی چند روایتیں نقل ہوئی ہیں سن وفات معلوم نہیں۔

فصل (۲۲)

فاطمہ بنت خطاب

نام و نسب } فاطمہ نام ہے اور آپ حضرت عمر کی ہمشیرہ ہیں حضرت سعید بن زید کے نکاح میں آئیں اور عبداللہ و عبدالرحمن و زید و اسود چار فرزند پیدا ہوئے۔

اسلام } آپ اپنے شوہر کے ساتھ مسلمان ہوئیں اور آپ کے دم قدم سے حضرت عمر مسلمان ہوئے چنانچہ حضرت عمر نے اس واقعہ کو خود بیان فرمایا ہے۔

حضرت نیاز لکھتے ہیں کہ حضرت حمزہ کے ایمان لانے کے تیسرے دن حضرت عمر گھر سے نکلے تو راستے میں ایک مخزومی صحابی سے تصادم ہوا تصادم تو آپکے بہنوئی اور بہن سے

۱؎ اصابہ ج ۸ ص ۱۲۱ ۲؎ ایضاً ۳؎ اسد الغابہ ج ۵ ص ۴۹۷

ہوا کھا یہاں صرف ملاقات ہوئی اور ذیل کی گفتگو ہوئی:۔

حضرت عمرؓ۔ تم نے اپنے آبائی مذہب کو ترک کر کے محمدؐ کا دین اختیار کر لیا۔"

صحابی۔ "ہاں مگر تم اپنے گھر کی تو خبر لو تمہاری بہن اور بہنوئی بھی مسلمان ہو گئے۔"

حضرت عمر یہ سن کر آگ بگولا ہو گئے اور براہ راست بہن کے گھر پہونچے دروازہ بند ملا اور کلام پاک کی تلاوت کی آواز سنائی دی۔ حضرت عمر نے دروازہ کھلوایا اور پوچھا یہ آواز کیسی تھی بہن نے کہا کچھ نہیں اسپر حضرت عمر کو تاب ضبط باقی نہ رہی اور بہنوئی سے لپٹ پڑے اور دیر تک کشتی جاری رہی بہن بیچ بچاؤ کے لیے درمیان میں آئیں تو آپ نے انکے بال پکڑ کر خوب مارا یہانتک کہ لہولہان کر دیا مگر فاطمہ کے جوش ایمان میں کمی نہ ہوئی اور آپ نے کہا اے عمر اب جو چاہے کرو اسلام نہ چھوٹے گا۔ اس فقرہ نے آپ پر امید سے زیادہ اثر کیا اور آپ نے قرآن مجید منگا کر سنا اور مسلمان ہو گئے۔

اخلاق | فاطمہ ادیبؓ وفاضل وعاقل وخیر دوست وپابند شریعت تھیں۔

وفات | حضرت عمر کے عہد خلافت میں انتقال کیا سن وفات نہیں معلوم۔

فصل (۲۴)

زینب بنت ابی سلمہ

نام ونسب نکاح واولاد | زینب نام ہے آپ مخزومیہ تھیں ابو سلمہ آپ کے باپ اور ام المومنین حضرت ام سلمہ ماں ہیں حضرت اسما بنت ابی بکر نے آپ کو دودھ[۳] پلایا ہے عبداللہ بن زمعہ سے نکاح ہوا اور عبدالرحمٰن[۴]، یزید، وہب، صاحبزادے اور قریبہ وام کلثوم وام سلمہ صاحبزادیاں پیدا ہوئیں۔ حضرت یزید نے جب مدینہ منورہ کی لوٹ کیلیے مومنین کا لشکر بھیجا اور

؎۱ اسد الغابہ ج ۵ ص ۴۶۸ ؎۲ استیعاب ج ۲ ص ۷۵۳ ؎۳ طبقات ج ۸ ص ۳۳۸ ؎۴ ایضاً

اُس نے اصحاب رسول کو خاک و خون میں ملادیا اُسوقت حضرت زینب کے ایک صاحبزادے نے میدانِ جنگ میں شہادت پائی مومن کامل حضرت مسلم بن عقبہ نے مدینہ پر فتح پائی اور مسجد نبوی میں داخلہ فرمایا امن وامان کے اعلان کے ساتھ ساتھ بقیۃ السیف گروہ حضرت یزید کی بیعت حاصل کرنے کی غرض سے طلب ہوا بدنصیبی[1] سے سب سے پہلے آنے والے حضرت زینب کے دوسرے صاحبزادے عبداللہ تھے حضرت مسلم نے بیعت یزید کے لیے ان سے کہا یہ غریب مرتا کیا نہ کرتا کے اصول پر بیعت کرنے کیلئے تیار تو ہوئے مگر غلطی یہ ہوئی کہ آپ نے کتاب خدا وسُنت پیغمبر کی متابعت بھی مشروط کردی حضرت مسلم ان شرائط کو کیونکر قبول کرتے آپ چاہتے تھے کہ حضرت یزید کی بیعت ہر شرط سے پاک ہو اگر وہ بنا بر مصلحت دار الخلافۃ سے دین قدیم دبت پرستی کی طرف ارتداد کا حکم دیدیں تو جملہ مسلمانان عالم سر تسلیم خم کر دینے میں عذر نہ کریں۔ حضرت عبداللہ سے دوسری غلطی یہ ہوئی کہ آپ نے اس طرح کی بیعت سے انکار کردیا حضرت مسلم نے آپ کو فوراً قتل کرادیا۔ حضرت زینب فرمایا کرتی تھیں کہ مجھ پر بڑی مصیبت پڑی ایک بیٹا لڑکر شہید ہوا دوسرا گوشہ نشین تھا اُسکو بُلا کر قتل کردیا[2]۔

آنحضرت کی محبت حضرت ام سلمہ جب آنحضرت کے حبالۂ نکاح میں آئیں اُسوقت حضرت زینب شیرخوارہ تھیں آنحضرت جب گھر میں تشریف لاتے تھے تو زینب کو ماں کی گود میں دیکھکر پلٹ جاتے تھے۔ جب ماں کی گود سے اُتر کر چلنے لگیں تو کبھی اُدھر بھی آنکلیں جہاں آنحضرت غسل فرمارہے تھے آنحضرت محبت سے ان کے مُنھ پر پانی کے چھینٹے دینے لگے اسکا یہ اثر تھا کہ بوڑھی ہوگئیں مگر چہرے پر آثار شیب ظاہر نہوسے[3]۔

فضائل علمی بقول علامہ عبدالبر آپ اپنے عہد میں افقہ ناس تھیں حضرت ابورافع کا قول تھا کہ مدینہ کی فقیہ عورتوں میں ان کا ذکر ضروری ہے آپ سے بعض احادیث بھی مروی ہیں۔

---

[1] روضۃ الصفاج ۲ ص۵۹۳ [2] استیعاب ج ۸ ص۷۵۶ [3] اصابہ ج ۸۔

وفات } ۳۲ھ میں انتقال فرمایا بقیع میں دفن ہوئیں۔

فصل (۲۴)

ام حکیم بنت حارث

نام ونسب ونکاح } آپ کا نام معلوم نہیں ام حکیم کنیت ہے خاندان مخزوم سے تعلق ہے حضرت خالد بن ولید کی بھانجی ہیں عکرمہ بن ابوجہل سے نکاح ہوا۔

اسلام } جنگ احد میں حضرت ہند کی طرح آپ بھی کفار قریش کو آنحضرتؐ پر ابھارہی تھیں جب خدا نے مکہ کو فتح کرادیا اور کسی نہ کسی طرح اہلِ مکہ کو اسلام لانا پڑا تو حضرت ام حکیم بھی مسلمان ہوئیں پھر حضرت عکرمہ یمن کی طرف بھاگ گئے حضرت ام حکیم عکرمہ کو لائیں اور اُنکو بھی مشرف باسلام کرایا آخر عکرمہ جنگ اجنادین میں شہید ہوئے جہاں حضرت ام حکیم بھی موجود تھیں۔

دوسرا نکاح } عدت کے دن گزرجانے کے بعد خالد بن سعید بن العاص سے نکاح ہوا قنطرہ ام حکیم (پل) کے پاس رسم عروسی ادا ہوئی طعام ولیمہ دیا گیا مگرابھی ولیمہ سے پوری فرصت نہوئی تھی کہ نصاریٰ کی فوج آگئی اور جنگ چھڑگئی حضرت سعید شہید ہوئے اور اس تازہ دولھن نے چوب خیمہ لے کر سات نصرانیوں کو شوہر کے انتقام میں قتل کرڈالا۔ باقی حالات نامعلوم ہیں۔

فصل (۲۵)

حمنہ بنت جحش

بہن ہیں پہلا نکاح حضرت مصعب بن عمیر سے ہوا جب حضرت مصعب میدان احد میں شہید ہوئے تو حضرت طلحہ سے نکاح ہوا ان سے محمد و عمران پیدا ہوئے۔

اسلام و ہجرت } حضرت مصعب کے ساتھ مسلمان ہوئیں اور مدینہ کی ہجرت بھی کی۔

عام حالات } جنگ احد میں زخمیوں کو پانی پلاتا اور مدینہ پہونچانا کی خدمت انکے متعلق تھی واقعہ افک میں حضرت عائشہ کے مخالفین میں حمنہ شریک تھیں وفات کا حال نامعلوم ہے۔

فصل (۲۵)

ام ابی ہریرہ

نام و نسب } امیمہ نام تھا اور آپ کے باپ صفیح بن الحارث ہیں آپ کے نسبی حالات کی طرح عام حالات بھی روشنی میں نہیں ہے صرف اسقدر معلوم ہے کہ آپ حضرت ابوہریرہ کے اسلام لانے پر بھی مشرک تھیں حضرت ابوہریرہ کی عرض پر آنحضرت صلعم نے دعا فرمائی تو آپ مسلمان ہوئیں۔

فصل (۲۷)

خولہ بنت ثعلبہ

نام و نسب } خولہ نام ہے اور ثعلبہ بن احرم بن فہر بن ثعلبہ کی نور دیدہ ہیں اوس بن صامت سے نکاح ہوا یہ وہ بی بی ہیں جنکی آواز فریاد تا عرش گئی اور آیت بنکر جواب آیا۔

ظہار } اوس بن صامت ایک بوڑھے آدمی تھے اور غصہ سن سے بھی زیادہ تھا خولہ سے روز بک بک جھک جھک ہوا کرتی تھی ایک روز تاؤ ذرا بڑھ گیا اور کہہ بیٹھے انت علی کظہر امی (تم مجھپر میری ماں کی طرح حرام ہو) کہنے کو تو کہدیا مگر ہوش آیا تو ہاتھوں کے

طوطے اُڑ گئے خولہ نے کہا کہ میں تم پر حرام ہوگئی البتہ آنحضرتؐ سے جاکر عرض کرو خدا کا رسول جو فیصلہ کرے وہ قابلِ قبول ہے اوس نے کہا کہ مجھے تو شرم آتی ہے تمہیں جاؤ خولہ آنحضرتؐ کی خدمت میں آئیں اور سارا ماجرا بیان کیا بقول امام بحق ناطق امام جعفر صادق علیہ السلام آنحضرتؐ نے فرمایا کہ میرے خیال میں تو تم اوس پر حرام ہوگئیں خولہ نے رونا اور فریاد کرنا شروع کیا یا رسول اللہؐ اوس میرا ابن عم اور شوہر اور میری اولاد کا باپ ہے مجھے اُس سے محبت ہے۔ پھر آسمان کی طرف ہاتھ اُٹھا کر شوہر سے جدائی کا رنج و غم بیان کرنے لگیں مسجد میں جسقدر لوگ موجود تھے خولہ کی دردناک آواز سے رونے لگے اور آنحضرتؐ پر آثار وحی نمایاں ہوئے جب آپ بیدار ہوئے تو فرمایا کہ تمہاری دعا قبول ہوئی اور آیات ذیل کی تلاوت فرمائی ؎

قد سمع اللہ قول التی تجادلک فی زوجها وتشتکی الی اللہ واللہ یسمع تحاورکما ان اللہ سمیع بصیر الذین یظهرون منکم من نسائهم ما هن امهاتهم ان امهاتهم الا الّٰئی ولدنهم وانهم لیقولون منکرا من القول وزورا وان اللہ لعفو غفور

بیشک خدا نے اُس عورت کی بات سُنی جو اپنے شوہر کے بارے میں جھگڑا کر رہی ہے اور خدا کے حضور میں شکایت کرتی ہے اللہ تم دونوں کی گفتگو سنتا ہے یقیناً خدا بڑا سُننے اور دیکھنے والا ہے تم میں سے جو لوگ اپنی عورتوں سے ظہار کرتے ہیں وہ اُن کی مائیں نہیں ہو جاتیں اُنکی مائیں تو صرف وہی ہیں جن سے وہ پیدا ہوئے ہیں ایسا کہنے والے بیہودہ اور جھوٹ کہتے ہیں یقیناً خدا بڑا معاف کرنے والا اور بخشنے والا ہے۔

آنحضرتؐ نے آیات تلاوت کرنے کے بعد فرمایا کہ جاکر اپنے شوہر سے کہو کہ وہ ایک غلام آزاد کرے خولہ نے کہا ہمارے پاس کوئی غلام نہیں آپ نے فرمایا تو پھر پیہم دو ماہ روزے رکھو خولہ نے کہا اوس بوڑھا ہے یہ بھی نہو سکے گا آپ نے فرمایا اچھا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے خولہ نے کہا اتنی استطاعت بھی نہیں ہے آپ نے فرمایا کہ پھر ام المنذر بنت قیس سے کھجوروں کا

بارے کر ساٹھ مسکینوں پر صدقہ کردو[1] - خولہ یہ سُن کر خوشی خوشی گھر میں آئیں اوس بھی دروازے ہی پر منتظر تھے اس خبر کو سُن کر خوش ہو گئے - حضرت عمر بھی خولہ کی بڑی عزت کرتے تھے چنانچہ ایک مرتبہ دورِ خلافت میں یہ راستہ میں مل گئیں آپ کھڑے ہو گئے اور دیر تک باتیں کرتے رہے - ایک شخص نے کہا کہ اس بڑھیا سے تو سب لوگ تنگ ہو گئے ہیں حضرت عمر نے کہا کمبخت اسکو پہچانتا بھی ہے یہ خولہ ہیں جنکے لیے خدا نے آیات نازل کیں اگر یہ شام تک باتیں کیے جائیں تو میں سوا نماز کے اور کوئی کام نہ کرتا[2] - وفات کا حال نامعلوم ہے -

فصل (۲۸)

ام الدرداء

اس کنیت سے دو خاتونیں مشہور ہیں حضرت ابودرداء نے اپنے نام کی مناسبت ان دونوں سے پوری کرائی یعنی دونوں سے نکاح کیا جو بڑی بیوی تھیں وہ صحابیہ ہیں اُنکا نام خیرہ بنت ابوحدرد اسلمی ہے علامہ عبدالبر ان کو عاقلہ و فاضلہ صائب الرائے و عبادت گزار لکھتے ہیں چند حدیثیں ان سے نقل ہوئی ہیں حضرت ابودرداء سے دو سال قبل انتقال ہوا ہے

فصل (۲۹)

حضرت اسما بنت ابی بکر

نام و نسب - اسما نام ذات النطاقین لقب ہے آپ حضرت ابوبکر کی بڑی صاحبزادی ہیں ماں کا نام قتیلہ بنت عبدالعزیٰ ہے ہجرت سے ستائیس سال قبل مکہ میں ولادت ہوئی -

---

[1] طبقات ج ۸ ص ۲۷۵ [2] اسد الغابہ ج ۵ ص ۴۴۲

نکاح } حضرت زبیر العوام سے نکاح یا متعہ ہوا دو درہم میں مقرر ہوئیں۔

اسلام و ہجرت } ابن اسحٰق آپ کو سابقین اولین میں اٹھارھواں نمبر دیتے ہیں[1] آپ نے روز ہجرت آنحضرتؐ کی بہت خدمت کی چنانچہ غار میں کھانا لیجانا ضروریات کو پورا کرنا آپ کے فرائض میں تھا آنحضرتؐ کے روز روانگی آپنے ناشتہ تیار کیا اور ناشتہ دان میں رکھ کر باندھنا چاہا مگر گھبراہٹ میں کوئی رسی وغیرہ نہ ملی آپنے اپنا کمر بند[2] پھاڑ کر ناشتہ کی بندش پوری کی اسی بنا پر آپ کو ذات النطاقین کا لقب ملا۔ آنحضرتؐ اور حضرت ابوبکر تو ڈیڑھ ہزار درہموں کے ساتھ روانہ ہوگئے مگر حضرت ابو قحافہ جو اسوقت تک مشرک تھے سخت بےچین ہوئے اور آپنے فرمایا کہ ابوبکر خود تو گئے ہی تھے سارا مال بھی لیگئے حضرت اسمانے ایک تھیلی میں کنکر پتھر رکھکر آپ سے کہا کہ دادا ابا جان بہت کچھ چھوڑ گئے ہیں ذرا دیکھیے تو حضرت ابو قحافہ چونکہ اندھے تھے اسلیے آپ نے ٹٹول کر دیکھا اور صبر آگیا[3]۔ چند روز کے بعد آنحضرتؐ نے سب کے ہمراہ حضرت اسما کو بھی بلا بھیجا مقام قبا میں پہونچکر حضرت عبداللہ ابن زبیر کی ولادت ہوئی۔

طلاق } حضرت عائشہ کو تو صرف دھمکی ہی دیگئی تھی مگر حضرت اسما کو انکے شوہر نے طلاق دے ہی دی طلاق کے اسباب میں صرف دو وجہیں بیان کی گئی ہیں (۱) حضرت اسما بوڑھی[4] اور نابینا ہوگئی تھیں (۲) حضرت زبیر نہایت گرم مزاج و تند خو تھے زن و شوہر میں ان بن ہوگئی نیاز صاحب پہلی وجہ کو درست نہیں جانتے آپ تحریر فرماتے ہیں کہ پہلی صورت اسلیے قابل تسلیم نہیں کہ اسوقت اسلام کے اخلاقی عناصر تعلیم اتنے کمزور نہ تھے کہ حضرت زبیر جیسے مقتدر رکن ملت صرف اس قصور پر طلاق دیدیتے کہ وہ بوڑھی ہوگئی تھیں۔ مجھے افسوس ہے کہ جس اخلاقی کمزوری کی نسبت نیاز صاحب حضرت زبیر کے لیے مکروہ جان کر تردید کرتے ہیں بالکل وہی نسبت حضرت سودہ بنت زمعہ کے طلاق کے معاملہ میں آنحضرتؐ کے لیے قبول کر لیتے ہیں۔ میں نہیں جانتی

لہ طبقات ج ۸ صفحہ ۱۸۲ ؎ نطاق وہ کپڑا جسکو قمیص کے اوپر سے کمر میں باندھا جاتا ہے ؎ مسند امام

کہ انک لعلیٰ خلق عظیم آنحضرتؐ کیلئے نازل ہوا تھا یا حضرت زبیر کے لئے۔

یہ وہ جادو ہے جو سرچڑھ کے بولتا ہے

مجکو بھی اس سے اتفاق ہے کہ حضرت زبیر شعلہ مزاج بزرگ تھے اور آپ غصہ سے بے قابو ہو کر بیجا حرکات کر گزرتے تھے چنانچہ ایک روز زبان سے ہاتھ تک بات آرہی حضرت اسما کو زدوکوب کرنے لگے جو شریفانہ طرز عمل نہ تھا مگر حضرت زبیر غصہ سے بے قابو تھے پھر مارا بھی تو یوں کہ کسی طرح چھوڑتے ہی نہ تھے آخر حضرت اسما نے اپنے فرزند عبداللہ سے فریاد کی جب حضرت عبداللہ بچانے کو دوڑے تو حضرت زبیر نے فرمایا کہ تم یہاں آئے تو تمھاری ماں پر طلاق ہے۔ پھر بھی حضرت عبداللہ نے ماں کی مدد کی اور کسی نہ کسی طرح اُن کے پنجہ سے رہائی دلوائی شاید یہی قسم پوری کردی گئی اور حضرت زبیر نے اُسوقت طلاق دیدی جب آپ سے پانچ فرزند عبداللہ، عروہ منذر، عاصم، مہاجر اور تین صاحبزادیاں خدیجۃ الکبریٰ ام الحسن، عائشہ پیدا ہوچکی تھیں۔ طلاق کے بعد آپ اپنے صاحبزادے حضرت عبداللہ ہی کے ساتھ رہیں۔

عام حالت } حضرت اسما نہایت منکسر المزاج جفاکش بی بی تھیں حضرت زبیر عہد رسالت تک نہایت تنگدست تھے لہذا گھر کے تمام خدمات اسما انجام دیتی تھیں گھوڑے اور اونٹ کی خبر لینا دانہ دلنا تین فرسخ سے گھوڑے کے لئے خرمہ کی گٹھلیاں چُن کر سر پر لاد کر لانا پانی بھرنا غرض یہ تمام امور اپنے ہی ہاتھ سے کرنا پڑتے تھے۔ ایک روز[1] حضرت اسما باغ سے گٹھلیاں سر پر رکھے آرہی تھیں راستے میں آنحضرتؐ سے ملاقات ہوئی آپؐ نے ناقہ روک لیا اور فرمایا کہ آؤ بیٹھ جاؤ مگر حضرت اسما شرم سے سوار نہ ہوئیں جب حضرت زبیر سے یہ واقعہ بیان کیا تو آپ نے فرمایا کہ سر پر ٹوکری رکھنے سے سوار ہو لینے میں تو شرم نہ تھی حضرت اسما تنگدستی کی وجہ سے جو چیز صرف کرتی تھیں اُسکو تول ناپ لیتی تھیں آنحضرتؐ نے

---

[1] طبقات ج ۵ ص ۱۲

یہ دیکھ کر فرمایا کہ کہیں خدا بھی تول ناپ کر نہ دینے لگے۔

حضرت اسما کی والدہ عرصہ تک دام کفر و شرک میں گرفتار رہیں مگر حضرت اسمار اسخ العقیدہ مسلمان تھیں چنانچہ انکی کافرہ ماں جب انکے پاس کچھ روپیہ مانگنے مدینہ آئیں تو آپ نے دینے سے انکار کر دیا مگر جب آنحضرت صلعم نے حکم دیا تب آپ نے ماں کو روپیہ دیا۔[۱]

حضرت عائشہ نے اپنے بعد ایک جائداد ترکے میں چھوڑی جو حضرت اسما کو ملی آپ نے ایک لاکھ درہم کو اُسے بیع کیا اور تمام اعزا پر تقسیم کر دیا۔[۲] آپنے کئی حج بھی کیے آنحضرت صلعم کے ہمراہ بھی شرف حج حاصل ہوا۔

حضرت عائشہ کے بعد آنحضرت کا جُبّہ مبارک بھی حضرت اسما کے حصّہ میں آیا آپ اُسکے پانی سے مریضوں کو شفا بخشا کرتی تھیں۔

صبر و صداقت حضرت یزید جب سبط رسول الثقلین امام حسین کی زندگی کا خاتمہ کر چکے تو اُنکو حضرت عبداللہ بن زبیر کی بڑی فکر پڑی جنھوں نے نقارۂ خلافت پر قبضہ کرکے چوبیں اپنے نام کی لگادی تھیں اور پبلک میں اثر بڑھ رہا تھا مگر حضرت یزید موت کی جلد بازی سے کوئی زک نہ پہونچانے پائے تھے کہ خود چل بسے اور اس کار خیر کو حضرت عبدالملک بن مروان نے پورا کیا یعنے یکم ذی الحجہ ۷۲ھ کو مکہ معظمہ کا محاصرہ ہو گیا اور شامی مومنین نے کعبہ کو توپوں سے ڈھانا شروع کر دیا حضرت عبداللہ قلعہ میں محصور ہو گئے اور رسد بند ہو گئی۔

آپ حضرت اسما کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ اماں بیوفاؤں کی بے وفائی اور لوگوں کی ہلچل سے پریشان ہوں کہیے تو صلح کر لوں اسطرح ممکن ہے کہ حجاج بن یوسف ثقفی شرائط صلح میں رعایت کرے حضرت اسما نے کہا کہ اپنے حق کو تو تم ہی جان سکتے ہو اگر تمھیں یقین ہو کہ میں حق پر ہوں تو ثابت قدمی سے مردوں کی طرح لڑ مرو جان سی نایاب ...

---

۱ مسند ج ۶ ص ۳۵۲ ۲ صحیح بخاری شریف ج ۲ ص ۷۸۴ ۳ ایضاً باب ہبۃ الواحد للجماعۃ ۱۲ ۴ ...

حضرت عبداللہ بن زبیر صاحب کا یہ تذکرہ طبقات و طبری و روضۃ الصفا سے ماخوذ ہے ۱۲

کے لیے ذلت کو گوارا نہ کرو عزت کی موت ذلت کے عیش سے بہتر ہے اگر تم حق کی راہ میں شہید ہو گئے تو میری مسرت کا سبب ہے اور اگر تم دُنیا کے طالب نکلے تو تم سے بُرا اور کون ہوگا جو اپنے ساتھ اتنوں کو ہلاکت وقعر مذلت میں ڈالے مانا کہ تم کو تنہائی کا خیال ہے اسلیے اطاعت پر آمادہ ہو مگر کب تک جیو گے اسلیے نیکنامی سے مرجاؤ تاکہ میرا دل شاد ہو۔ حضرت عبداللہ ابن زبیر نے کہا اے مادر گرامی مجھے ڈر ہے کہ میرے بعد میری لاش پر اہلِ شام طرح طرح کے ظلم کرینگے حضرت اسمانے کہا یہ سچ ہے مگر بکری کو حلال کرنے کے بعد خواہ اُسکی کھال کھینچیں یا اُسکا قیمہ بنائیں بکری پر کوئی تکلیف نہیں ہوتی۔ حضرت عبداللہ نے ماں کی نصیحت قبول کی اور مرنے کے لیے آمادہ ہو کر چلنے لگے تو ماں سے آخری بار ملنے کے لیے پھر آئے ماں نے لختِ دل کو گلے سے لگانے میں عبداللہ کے جسم پر زرہ کو محسوس کیا اور فرمایا کہ شہادت کے طلبگار زرہ نہیں پہنتے عبداللہ نے کہا کہ میں نے آپ کے اطمینان کے لیے زرہ پہنی تھی۔ فرمایا مجھے اس سے اطمینان نہیں دامن کمر سے باندھو اور حملہ شروع کردو۔

امام حسینؑ اور عبداللہ بن زبیر کے استقلال کا فرق اس جگہ نظر آتا ہے اگر حضرت اسما نہ ہوتیں تو حضرت عبداللہ ضرور صلح کرلیتے مگر امام حسینؑ نے روز اوّل جو کہدیا تھا اُس سے بال بھر نہ ہٹے۔ عبداللہ کی جبین شجاعت پر موت کی کراہت کے آثار جھلک رہے ہیں مگر امام حسینؑ کے تیور پر کبھی میل نظر نہ آیا۔ اور آپ بیعت کرنے کے وہم میں دم بھر کیلیے بھی مبتلا نہیں ہوئے۔

ایں فضیلت بہ زورِ بازو نیست ٭ تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

حضرت عبداللہ بن زبیر شہید ہوئے اور آپ کی لاش کو مقام حجون پر اُلٹا لٹکا دیا گیا تیسرے روز حضرت اسما زیر دار پہنچیں اور پوچھنے لگیں کہ کیا ابھی اس شہسوار کو سواری سے اُترنے کی اجازت نہیں ہے۔ حجاج نے حضرت اسما کو بلا بھیجا آپ نے جانے سے انکار کردیا اس نے پھر طلب کیا اور کہلوا بھیجا کہ اگر اس مرتبہ نہ آئیں تو ایسا شخص بھیجا جائے گا

...بر بھی گئیں مگر حضرت اسماء یوں بھی نہ گئیں تو حجاج خود آیا اور اُس نے کہا کہ تم نے دیکھا کہ میں نے دشمنِ خدا (عبد اللہ) کے ساتھ کیا سلوک کیا آپنے کہا ہاں تو نے اُسکی دُنیا خراب کردی اور اُس نے تیرا دین بگاڑ دیا - چند روز کے بعد عبد اللہ بن مروان کے حکم سے عبد اللہ بن زبیر کی لاش اُتاری گئی حضرت اسماء نے لاش کو منگا کر غسل و کفن دیا مگر غسل میں بڑی دقت پیش آئی اسلیے کہ جو عضو چھوا جاتا تھا وہ ہاتھ میں آجاتا تھا میت پر کئی روز گزر چکے تھے حضرتِ اسماء اس وقت زندگی کے سو سال پورے کر چکی تھیں آپ کی دعا تھی کہ عبد اللہ کی لاش دیکھ کر موت آئے چنانچہ اس واقعہ کے دس روز بعد جمادی الاول ۷۳ھ میں دار فانی کو وداع کیا -

فصل (۳۰)

ام خالد بنت خالد بن سعید

نام و نسب نکاح و اولاد | آمنہ نام ام خالد کنیت خالد بن سعید اموی کی بیٹی ہیں حضرت زبیر بن العوام سے نکاح ہوا اور عمرو خالد پیدا ہوئے خالد بن سعید نے حبشہ کی ہجرت کی تھی چنانچہ انکی ولادت بھی حبشہ ہی میں ہوئی - واپسی کے وقت ہوشیار ہو چکی تھیں خود ناقل ہیں کہ جب ہم لوگ بارادۂ واپسی کشتیوں پر بیٹھے تو نجاشی بادشاہ حبش نے ہم سب سے کہا اقرؤا جمیعا رسول اللہ منی السلام (تم سب میری طرف سے خدا کے رسولؐ کو سلام کہدینا) چنانچہ انھوں نے بھی سلام نجاشی آنحضرتؐ تک پہونچایا ان سے چند حدیثیں بھی نقل ہوئی ہیں -

فصل (۳۱)

معاذ بنت عبداللہ

نام ونسب} معاذہ بنت عبداللہ بن جریر بن انصر یہ نام ہے عبداللہ بن ابی سلول کی کنیز تھیں خدا نے دولت ایمان دے کر آزادی بھی دی۔

نکاح واولاد} پہلا نکاح سہل بن قرظہ سے ہوا اور عبداللہ وام سعید پیدا ہوئے دوسرا نکاح حمیر بن عدی سے ہوا اور حارث وعدی توام پیدا ہوئے اور ایک لڑکی ام سعد بھی حمیر سے بتائی جاتی ہے حمیر سے طلاق مل جانے پر عامر بن عدی سے نکاح ہوا اور اُمِّ حبیبہ پیدا ہوئیں۔

اسلام} مدینہ میں مشرف باسلام ہوئیں اور آنحضرتؐ کے دست حق نما پر بیعت کی ابھی تک یہ آزاد نہوئی تھیں لہذا ابن ابی سلول آپ کو ایذائیں دینے لگا اُسکو یقین تھا کہ مسلمانوں سے اسطرح وہ زرفدیہ حاصل کرسکے گا مگر انکے استقلال میں کوئی لغزش پیدا نہوئی یہانتک کہ خدا نے آزادی عطا فرمائی استیعاب میں ہے کہ یہ ایک فاضلہ بی بی تھیں۔

فصل (۳۲)

حوا بنت یزید

نام ونسب ونکاح} حوا نام اور بنی عبدالاشہل میں شمار ہے باپ یزید بن سنان بن کرز ہیں۔ قیس بن حطیم سے نکاح ہوا۔

اسلام} یہ بی بی بھی اُنھیں بیجگر مسلمانوں میں ہیں جو کفار کے ظلم وستم اُٹھانے پر دل وجان سے آمادہ تھے اور اسلام لانے میں سبقت کررہے تھے ان کا شمار سابقین

اہل اسلام میں ہے شوہر سے چھپ کر ایمان لائیں مگر جب اُسکو معلوم ہوا تو اُس نے طرح طرح کی ایذائیں دینا شروع کیں انتہا یہ ہے کہ نماز نہ پڑھ سکتی تھیں حالت سجدہ میں شوہر ڈھکیل دیا کرتا تھا۔ آنحضرتؐ کو حوا رسکے اسلام اور اُنکے مصائب کا حال معلوم تھا قیس سے آپ سے ملاقات ہوئی تو آپ نے اُس سے بھی اسلام لانے کو کہا۔ اُس نے چند روز کی مہلت چاہی آپ نے فرمایا کہ اس عرصہ میں حوا پر ظلم نہ کرنا وہ مسلمان ہو چکی ہے قیس نے آنحضرتؐ کی نصیحت پر عمل کیا جسپر آپ نے اظہار مسرت فرمایا

فصل (۳۲)

ام الخیر بنت صخر

نام و نسب } ام الخیر کنیت ہے اور نام مورخین کے احاطۂ حفظ سے باہر ہے آپ حضرت ابو بکر کی والدہ ماجدہ ہیں۔

اسلام } حضرت ابو بکر اسلام لائے تو آپ نے اپنے قرابت داروں کو بھی توجہ دلائی اسپر کفار نے گھیر کر آپ کو خوب مارا چونکہ حضرتِ ابو بکر ایک تجارت پیشہ بزرگ تھے آپ کو جنگ وجہاد سے کوئی ربط نہ تھا چنانچہ زندگی بھر میں آپ کے دست پاک سے کوئی قتل عمد نہیں ہوا اسی بنا پر آپ کو مار لینا کفار کے لیے آسان ہوگیا ورنہ حضرت امیر المومنین علیؑ ابن ابیطالب بھی کارِ تبلیغ انجام دے رہے تھے اور آپ بہت کمسن بھی تھے مگر کفار کو کبھی اس قسم کی جرات نہوئی اسلیے کہ وہ جانتے تھے کہ تلوار خواہ چھوٹی ہو یا بڑی کاٹ دینا اُسکا فطری کام ہے اگر ہم علیؑ پر حملہ کرینگے تو یہ بھی کوئی کمی نہ کریں گے۔ غرض حضرت ابو بکر کو اسقدر بیدردی سے مارا کہ آپ بیہوش ہو گئے اور مُردے کی

طرح ایک کپڑے میں لپیٹ کر گھر لائے گئے آپ نے آنکھ کھولتے ہی آنحضرت کے حالات دریافت فرمائے لوگ ملامت کرنے لگے مگر آپ برابر آنحضرت کو پوچھے گئے آخر آنحضرت تشریف لائے اور آپ نے پیشانی پر بوسہ دیا۔ حضرت ابوبکر نے عرض کی کہ یا رسول اللہ یہ میری والدہ (ام الخیر) ہیں آپ ان کے اسلام لانے کی دعا فرمائیے چنانچہ آنحضرت کی تاثیر دعا نے آپ کو مسلمان کر دیا۔

وفات حضرت ابوقحافہ سے پہلے آپ کا انتقال ہوا۔

فصل (۴۳)

لیلیٰ بنت ابی حثمہ

نام ونسب ونکاح لیلیٰ نام ام عبداللہ کنیت ہے آپ قریشی النسل تھیں آپ کے باپ ابی حثمہ بن حذیفہ بن غانم بن عامر ہیں عامر بن ربیعہ عنبری سے نکاح ہوا۔

اسلام و ہجرت آپ شوہر کے ہمراہ مسلمان ہوئیں اور دو ہجرتیں کیں پہلے حبشہ تشریف لے گئیں اور پھر مدینہ آئیں سابقین اہل اسلام کی صف میں سے ہیں اور مہاجرین اول میں شمار ہے آپ ایسے وقت ایمان لائیں ہیں جب مسلمان بیت المقدس کی طرف سجدہ کرتے تھے اس بنا پر آپ نے قبلتین کی طرف سجدہ کا شرف حاصل کیا ہے

عام حالت آپ کو حضرت عمر سے ظلم وستم کی شکایت تھی چنانچہ آپ حبشہ کی طرف جانے کے لیے ناقہ پر سوار ہو رہی تھیں کہ حضرت عمر تشریف لائے اور پوچھنے لگے کہ اے ام عبداللہ کہاں کا ارادہ ہے ام عبداللہ نے کہا کہ اے عمر تم نے ہم کو دین کے لیے وہ وہ ایذائیں دیں کہ آخر ہم وطن چھوڑ دینے پر مجبور ہو گئے

لہ اسد الغابہ ج ۵ صفحہ ۵۲۵ سلہ الغیار صفحہ ۱۹۱

ملک خدا تنگ نیست پائے مرا لنگ نیست

غرض حضرت عمر پر اس بیان سے رقت طاری ہوگئی - میں نہیں جانتی کہ جب ظلم کرنے میں آپ کا دل نہ پسیجتا تھا تو آپ کا بیان ستم پر رو دینا کیا معنی رکھتا تھا

فصل (۳۵)

خلیدہ بنت قیس

نام و نسب و نکاح} آپ کا نام خلیدہ بنت قیس بن ثابت ہے۔ براء بن معرور سے نکاح ہوا۔

عام حالت} خیبر سے واپسی پر جب آنحضرتؐ کو زہر دیا گیا اُسوقت انکے بیٹے ہمراہ رکاب تھے اور اُنھوں نے بھی وہ زہر آلود گوشت کھایا تھا چنانچہ جب خلیدہؓ مرض الموت میں آنحضرتؐ کی عیادت کے لیے آئیں اور بخار کی تیزی پر تعجب و افسوس کرنے لگیں تو آپ نے فرمایا کہ لوگ میرے لیے کیا مرض تشخیص کرتے ہیں خلیدہ نے ذات الجنب کا نام لیا آپ نے فرمایا یہ وسوسۂ شیطانی ہے خدا اس بلا کو میرے اوپر مسلط نہ کریگا یہ تو وہ زہر کام کر رہا ہے جسکو میں نے اور تمھارے بیٹے نے کھایا تھا۔

خلیدہ سے چند روایات نقل کی گئی ہیں ان میں سے قابلِ ذکر یہ حدیث ہے جو نقل کی جاتی ہے۔ آپ نے آنحضرتؐ سے پوچھا کہ کیا مُردے پہچانے جاتے ہیں آپ نے فرمایا کہ جنتی روحیں سبز پرندوں کی طرح ہیں اگر پرندے درخت پر پہچانے جاتے ہیں تو روحیں بھی پہچانی جاسکتی ہیں

---

۱ طبقات ج ۸ ص ۲۲۹

فصل (۳۶)

رُبَیّع بنت نضر

نام ونسب ﴾ رُبَیّع انصاریہ کے نام سے مشہور ہیں آپ کے باپ نضر بن ضمضم بن زید ہیں آپ حضرت انس بن مالک کی پھوپھی تھیں۔

عام حالت ﴾ حارثہ بن سراقہ ان کے بیٹے جنگ بدر میں شہید ہوئے آپ بہت گریہ وزاری کیا کرتی تھیں آخر دل سے مجبور ہو کر آنحضرت کی خدمت میں عرض کی کہ یا رسول اللہ اگر حارثہ کو جنت ملی ہو تو مجھے بشارت دیجیے تاکہ اُن کی راحت کا خیال کر کے آنسو روک لوں ورنہ رونا تو زندگی بھر کا ہے آپ نے فرمایا انہ اصاب الفردوس الاعلیٰ اُسکو جنت اعلےٰ مل گئی۔

فصل (۳۷)

زوجہ ابن ابی کبشہ انصاری

نام ونسب ﴾ افسوس کہ نام ونسب کچھ بھی معلوم نہیں البتہ ان پر واقعہ حرّہ میں جو قیامت ڈھائی گئی وہ انصاف پسند دُنیا کے یاد رکھنے اور مسلمانان عالم کے رونے کیلئے کافی ہے حقیقت یہ ہے کہ اسلام ان ہی چیزوں سے بدنام کیا گیا۔

اسلام وبیعت ﴾ یہ بی بی اپنے شوہر کے ہمراہ اسلام لائیں اور بیعت رضوان (حدیبیہ میں) سے مشرف ہوئیں۔

یوم حرّہ جو مظالم مدینہ اور اہل مدینہ پر جائز کیے گئے اُن کا مختصر بیان یہ ہے کہ مومنین

سلہ اسد الغابہ جلد ۵ صفحہ ۴۵۲

شام کی فوج نے تین سو سے زیادہ ناکتخدا عورتوں کی آبرو لی اور ایک ہزار سے زیادہ حرامی اولاد مدینہ میں پیدا ہوئی دروازہ مدینہ توڑ کر اہل شام داخل ہوئے چونکہ حضرت یزید سے پہلے ہی آزادانہ لوٹ کی اجازت پا چکے تھے اسلیے وہ انصار لٹنے اور قتل ہونے لگے جنھوں نے آنحضرت کو پناہ دی تھی اور اپنا جان و مال و عیش و آرام آپ پر تصدق کر دیا تھا۔ اسی عالم میں زوجہ ابن ابی کبشہ اپنے ننھے سے بچے کو گود میں لیے ہوئے پناہ گاہ عالم باب مسجد نبوی پر آ بیٹھیں یہاں ایک شامی آیا اور ذیل کی گفتگو شروع ہو گئی:-

شامی:- "لا کچھ مال دیتی ہے"

انصاریہ:- "میرے پاس کچھ نہیں چھوڑا سب لٹ گیا میں کیا دوں"

شامی:- "میں اسکو کچھ نہیں جانتا یا مال دے ورنہ تجکو اور تیرے اس بچے کو مار ڈالونگا"

انصاریہ:- "یہ لڑکا ابی کبشہ انصاری کا نور نظر ہے جو آنحضرت کے مصاحب تھے اور میں نے آنحضرت سے بیعت رضوان کی ہے اے شخص خدا سے ڈر۔ اس بیان پر بھی جب اس شخص کے تیور نہ بدلے تو ماں نے مایوس ہو کر گود کے بچے سے کہا یا بنی واللہ لو کان عندی شیٔ لافتدیتک بہ۔ اے فرزند خدا کی قسم میرے پاس کوئی شے بھی (قسم مال سے) ہوتی تو فدیہ دے کر تم کو ضرور بچا لیتی۔ اُس شامی نے بچے کی ٹانگ پکڑ کر کھینچا جبکہ بچہ ماں کا دودھ منھ میں لیے ہوئے تھا اور سامنے کی دیوار پر کھینچ کر مار دیا کہ بچہ کا مغز سر زمین پر پھیل گیا لیکن خود بھی ظالم کو سزا ملی اور ہٹنے نہ پایا تھا کہ نصف منھ کالا ہو گیا۔

تمت

قابل دید کتابین

سبدگل

لسان الشعرا مولانا مولوی السید اولاد حسین صاحب شاعر واعظ دربار حامدی کا نایاب مجموعہ نظم جسکو حضور پرنور نواب صاحب بہادر دام اقبالہم العالی نے اپنے نام نامی سے معنون کرنیکی خصوصیت اجازت عطا فرمائی۔ اسکی نظمین قوم پرور پارٹی کے جلیل القدر و مشہور لیڈر دیکھ چکے ہین۔ اور قابل الذکر الفاظ مین اس مجموعہ کی خوبی کا اعتراف کیا ہی۔ ہندوستان کے مشہور و معروف رسالہ جات و اخبارات گرانقدر الفاظ مین ریویو کر چکے اگر ہم ان سب کا صرف نام لکھین تو اعلان ایک طویل فسانہ ہو جائے۔

اگر آپ کو اپنے وطن اپنی قوم اپنے مذہب سے محبت ہے یا آپ ادبیات اردو سے دلچسپی رکھتے ہین تو ہم اس مجموعہ کے منگانے اور اول سے آخر تک دیکھنے کی پرزور سفارش کرتے ہین۔

اس مجموعہ نے ادبی دنیا مین زلزلہ ڈالدیا ہی اسکی شہرت برقی رو کی طرح ملک مین پھیل گئی ہی اسکی محبوبیت کا اندازہ اس طرح کیا جا سکتا ہی کہ صرف آٹھ ماہ مین دوبارہ ہمکو طبع کرانا پڑا اور امید ہے کہ سنہ ختم ہونیسے پہلے سہ بارہ بھی بہ تعداد کثیر شائع کرنا ہو روزانہ فرمائشات کی بھرمار رہتی ہے۔ فرمائش بھیجنے مین جلدی کیجیے کتاب نہایت خوشخط عمدہ کاغذ خوبصورت پیمانے پر شائع ہوئی ہے، قیمت فی جلد علاوہ محصولڈاک عمہ

خصائص مرتضوی

حضرت امام نسائی صاحب سنن سے کون شخص ناواقف ہی علمائے اہلسنت مین وہ جلیل القدر عالم ہین جنکی کتاب صحاح ستہ مین داخل ہی "خصائص مرتضوی" انھین امام کی آخری معرکۃ الآرا تصنیف ہے جس مین علامہ موصوف نے حضرت امام المتقین امیر المومنین مولانا علی ابن ابیطالب علیہ السلام کے وہ فضائل جمع کیے تھے جسکو شام کے لوگ سن نہ سکے اور انھون نے امام موصوف کو بہ ظلم شہید کر ڈالا۔ یہ کتاب ہم نے مع ترجمہ اردو شائع کردی ہے اور ناظرین کی پوری واقفیت کیلیے سوانح عمری مع حالات شہادت بھی درج ہین۔ آپ منگا کر دیکھیے کہ وہ فضائل کیا تھے جو دشمنون سے سُنے بھی نہ گئے۔ قیمت فی جلد آٹھ آنہ علاوہ محصول ڈاک

احیاء المیت فی فضائل اہلبیت

علامہ جلال الدین سیوطی جو اپنے علم و فضل کیوجہ سے تعارف کیضرورت نہین رکھتے انکا یہ مختصر رسالہ اہلبیت نبوی کے فضائل مین یادگار رسالہ ہی۔ علامہ سیوطی نے دیکھا کہ فضائل اہلبیت مردہ ہو گئے ہین آپنے اپنے عہد مین یہ کتاب لکھکر اونکو زندہ کیا ہے۔ اسی لیے رسالے کا نام احیاء المیت رکھا ہی۔ یہ کتاب بھی مع ترجمہ ہم نے شائع کی ہی۔ اور اسمین ایک بہترین مقدمہ بھی ہے جسمین تدوین حدیث پر نہایت دلچسپ بحث کی گئی ہی۔ مع حالات علامہ سیوطی۔ قیمت فی جلد علاوہ محصول ڈاک ۱۲/

ملنے کا پتہ